ان الذین فرقوا دینهم وکانوا شیعا لست منهم فی شیء

حصہ دوم

اجوبۂ اربعین

در رد روافض

در مطبع [illegible] باہتمام [illegible] طالب شیخ محمد سراج مالک مطبع ہاشمی میرٹھ طبع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین و الہ و ذریتہ وصحبہ اجمعین
اما بعد طالب نجات محمد حیات عرض کرتا ہے کہ یہہ کتاب لاجواب دوسرا حصہ اجوبہ اربعین کا ہے پہلے حصہ مین
اٹہائیس ۲۸ سوال معہ جواب چہپے ہین اب باقیماندہ بارہ سوالات اہل تشیع کے جوابات جو خاص ریختہ قلم صواب
رقم فاضل بینظیر عالم عزیز خاتم المحققین سلطان المدققین تحفۃ الاکارم جناب مولینا مولوی محمد قاسم صاحب
نانوتوی کے ہین اس حصہ مین طبع ہوئے اب یہہ کل سوالات ہی اور جوابات ہی چالیس چالیس پورے ہوگئے
مگر افسوس کہ اس نالایق کی جی کی جی ہی مین رہے اور جو جیمین نہ تہی وہ بے ساختہ زبان قلم سے نکل گئے
یعنے اس کتاب کا دیباچہ میری طرفسے لکہا گیا تو بے اختیار جیمین آیا بلکہ واجب و فرض تہا کہ مین کچہہ ذکر خیر
جناب مولینا ممدوح سلطان الاذکیا امام الاتقیا امیر الفقراء نحریر العلماء کا بہی لکہون اور اس فرصت و مدت
قلیل مین اون کے قلمبرداشتہ تحریر مستینر کے کچہہ تعریف واقعی اور توصیف حقیقی بلا مبالغہ بیان کرون مگر اول
تو مجہمین نہ قوت بیانی نہ طاقت لسانی نہ چندان معنے فہمی نہ سخندانی پہر کس حوصلہ پر فصحا سے ہمداستانی
دوسرے اگر کچہہ سنے سنائے سیکہے اوڑائے سٹر پٹر خاک بدتر دو چار حرف شاید لکہہ ہی سکتا تو اس اندیشہ نے
ہاتہہ روکا کہ مبادا صرف ان فرخرفات کے ہی جوابات لکہنے مین کوئی جناب ممدوح کی تعریف کا حصر سمجہہ لے
یا خدانخواستہ ان جوابات کی عظمت پر سوالات کے متانت اور سائل کی لیاقت پر بہی کسیقدر احتمال کرے
اس لئی میری زبان تو دلی تمنا کے ادا سے عاجز و قاصر رہے مگر ہان قلم بیہودہ رقم سے بہ نسبت سوالات کی
نفرین کی جگہہ بے ساختہ آفرین نکل گئی کیونکہ اگر اہل شیعہ یہہ زہر نہ اوگلتے تو مولینا کی قلم سے یہ مضامین تریاق
فاروقی کیسے نکلتے اگر یہہ لوگ محرک نہوتے تو مولینا ممدوح اہل تسنن کی بے علمی پر رحم فرما کے اپنے احباب کے
اصرار سے کیون اپنے اوقات قدسیہ کو اس طرف ضایع کرتے اور پہر کس ذریعہ وحیلہ سے یہہ جوابات دندان
شکن اور جواہرات سخن آویزہ گوش ہوتے۔ اس ظلمات مین تو ہمکو آبحیات ملا ہے شجرۃ الایمان کے سرسبز
ونشو و نما ہونیکے لئی یہہ عمدہ کہات ملا ہے انسے کسیس نے تو مولینا کے شمشیر قلم کے جوہر دکہائے ہین اس
خاک نے تو آئینہ قلوب کے زنگ مٹائے ہین۔ اللہ اللہ ع یہہ لعل بے بہا پائے ہین ہمنے کوڑے کرکٹ مین
اب ان سوالات کے رکاکت اور انکے جوابات کی وجہہ تحریر کی نسبت جو جناب مولینا لکہتے ہین وہ دو تین

سطرون ہی ہم بلفظ سوال وجواب سے پہلے لکھے دیتے ہین وہ فرماتے ہین کہ ہرچند تحریر سوالات سے سایل کی لیاقت اور حسن فہم ایسا آشکارا ہے جیسے کالے توے ہین سے چاند مگر باین نظر کہ اگر ایسے سوالات کا جواب نہین دیا جاتا ہے اور یون سمجھکر کہ جواب جاہلان باشد خموشی اگر ایسے خرافات کے جواب مین سکوت کیا جاتا ہے تو جاہلون کو اور بہی جرات ہوتی جاتی ہے اور باطل کو اور ہی حق سمجھنے لگتے ہین اسلئے مختصر مختصر جواب سوالات مرقوم ہے وباللہ التوفیق۔

سوال اول از جانب شیعہ

سنی کہتے ہین کہ یہہ شیعہ گری کس سے ایجاد ہوئی فقط ایران سے نکاس اس فرقہ کا ہے بیچاری ایران والے تعزیہ نہین بناتے البتہ اور طرح کی بدعت قبیحہ کرتے ہین سو انشاء اللہ تعالے بر یوم الحساب معلوم ہوگا آدمی کو چاہئیے کہ جسمین دخل ہو اسمین دخل نہ دے سینون کو معلوم نہین کہ شیعہ کسے کہتی ہین اور سنی کسے آخر اس کہانی کو کسے کتاب سے کہتا تہا جبکہ سنی کے کلام سے معلوم ہوا کہ شیعہ ایران سے ہوئی تو ضرور سنی مسلمانون نے حضرت امام حسین کو ذبح اور امام حسن کو زہر دیا پہر یزید ہونے سے کیون برا مانتے ہین واضح ہو کہ شیعہ اُسے کہتے ہین کہ بعد آنحضرت کے آئمہ اثنا عشر علیہم السلام کو جانشین حضرت کا جانے اور سنی اُسے کہتے ہین کہ بعد آنحضرت کے شیخین وجناب امیر ومعاویہ ویزید وعبدالملک وولید وہشام وسلیمان وولید بن یزید کو اعتقاد کرین چنانچہ تصریح اسکے ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ مین صفحہ ۱۰۵ اور ابن حجر عسقلانی نے وملا علی قاری شارح فقہ اکبر وقاضی عیاض وغیرہم نے کی ہے۔

جواب اول

اجی صاحب اتنا کیون برا مانتے ہو اور مذہب شیعہ کی ایران سے نکلنی سے ایسا کیون کانون پر ہاتہہ دہرتے ہو سینونکا یہہ مطلب نہین جو آپ سمجہے یہہ فرقہ یون تو بہت دنونسے کارفرمائے بدعت وفساد ہی ہان ہندوستان مین یہہ بدعت البتہ ایران ہی کی بدولت پہونچی ہر نہ ہمایون اور بادشاہان ایران کی باہم یہہ ربط واتحاد ہوتا نہ وہان کے امراء علما یہان آکر سادہ لوحان ہندوستان کو گمراہ کرتے بالجملہ ہندوستان مین یہہ فساد ایرانیون ہی کی طفیل پہیلا ہے ورنہ یہ فرقہ یون تو قدیم سے چہپا چہپایا چلا آتا تہا اور انہین صاحبون نے جگر گوشہ سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا حضرت شہید کربلا رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تفصیل اسکی مطلوب ہے تو کان دہرئیے اور سنئے کوفیان باوفا جنہون نے سالہا سال داد شیعہ گری کی

تھے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے ہاتھہ پر بیعت کرکے پہر پہر گئے اور میدان کربلا مین آکر خون شہیدان اہل بیت
علیہم اسلام سے دست کربلا کو رنگین کیا کوی صاحب حضرات شیعہ سے پوچھی یہ کون تھے اور کسکی مرید تھے
حضرت امیر علیہ السلام رونق افروز کوفہ رہی یا حضرات اصحاب ثلثہ امیر معاویہؓ کے مقابلہ مین یہی مدعیان
محبتہ تہی جنہون نے دعوئے تشیع کرکے انجام کار بیوفای کی یا اور کوئی بالجملہ حضرت امیر علیہ اسلام کی رکاب
مین ہمیشہ یہی مدعیان دروغ رہی جنکی مداخلتہ کے باعث دوستان با اخلاص کو رسائی ہنو نی پائی
الغرض یہی با وفایان بیوفا حضرات آئمہ علیہم السلام کو ہمیشہ دہوکا دیتی رہی حضرات امیر علیہ لسلام
کی شکست کی باعث یہی ہوی اور حضرت مسلم کو اُنہون ہی نے شہید کرایا حضرت سید الشہداء وشہید
کربلا کی جان نازنین پر انہین کی تیغ ستم چلی حضرت زید شہید صاحبزادہ حضرت سجاد انہین بزرگواردن
کے بہروسے جان بحق ہوئی سُنی بیچارے تمہارے گمان کے موافق کسدن ساتھہ ہوئے تھے سچ یون ہی
حضرت شیعہ نائبان یزید، شمر اور کارپردازان عبد اللہ بن زیاد ہین زمانہ کے گذرجانیسے ناچار ہین ورنہ
جو کچھہ کرتے حضرت امام ہی کے ساتھہ کرتے ناچاری اُنکی مقبرہ کی تصویر اور اُنکے ہمراہیون کے نعشون کی
خبر لیتے ہین ڈہول بجاتی ہین علم اوٹہاتے ہین شدے دکہلاتے ہین یہہ کام اُس روز کسنے کئی تھے مشتی نمونہ
خروارے ؂ قیاس کن زگلستان من بہار مرا - اور یہ سچ ہے کہ سُنّی اصحاب اربعہ یعنی چار یار کو تبرتیب
معلوم جانشین حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ اله اجمعین سمجہتے ہین اور خلیفہ راشد اعتقاد کرتے ہین پر
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید پلید اور عبد الملک وغیرہ کو سُنیون مین کوئی ایک ہی خلیفہ راشد نہین
سمجہتا ہان جہوٹ کا جواب جہوٹ ہے دروغے راجزا باشد دروغی اسلئی یہ عرض ہی کہ حضرات شیعہ البتہ ان
بزرگواردن کو امام اور خلیفہ سمجہتی ہین ورنہ یون انکا اتباع نکرتے کہ حضرت امام ہاتھہ نہ لگے تو انکی روضہ
کے بانس بانس جُدے کر ڈالے اور حضرت قاسم پر بس نچلا تو اونکی نعش پر تیر چلا کر دلکے پہپولے پہوڑے
مرثیہ گائے اور شادیانے بجائے باقی یہہ جو آپ ابن حجر مکی اور ابن حجر عسقلانی اور ملا علی قاری اور قاضی
عیاض کا حوالہ دیتے ہین یہہ آپ کا قصور نہین یہہ آپ کے مذہب کی خوبی ہے تقیہ کی آڑ مین جہان خدا تعالے
اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سیکڑون طوفان باندہے خدا والون اور رسول والون پر
بہی ایک تہمت لگائی چلی تو کیا بیجا کیا اجی صاحب اہل سنتہ ان لوگونکو بادشاہ سمجہتی ہین خلیفہ راشد
نہین سمجہتے اگر کسینے ان کو خلیفہ لکہدیا تو اس سے خلیفہ راشد مراد نہین حضرت داود علیہ السلام

کے حق مین و شدونا ملکہ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی شان مین وہب لے ملکا وارد ہوا بلکہ جو آپ
خداوندکریم اپنی شان مین للہہ ملک السموات اور لمن الملک لہ الیوم الواحد القہار فرماتاہے پر اس لفظ
سے آج تک کسی خوش فہم نے یہہ نسمجہا کہ جناب باری اور یہہ دونون نبی علیہما السلام ہی ایسی ہی تہی جیسی
اور ملک والے مثل نمرود شداد فرعون کے گذرے ہین یا بادشاہان مذکور فقط بوجہ ملک داری خدا اور انبیأ
مذکورین کی برابر ہوگئی یہہ خوش فہمی البتہ حضرات شیعہ پر ختم ہوئے اور لفظ مُلک کو جو فہم کے پیش کے ساتہہ
ہی کچھہ چندان مفید مطلب اہل سنتہ نہین سمجہتی تو کلام اللہ ہی مین الملک لام کے زیر اور میم کی زبر سے
فرماتے ہین اگر کلام اللہ یاد نہو اور کیون ہوگا تو اونتیسوین سیپارہ مین سورہ حشر کا مطالعہ فرماوین
اور یہہ فرماوین کہ لفظ ملک جو میم کی زبر اور لام کے زیر سے ہی کیا معنی ہین بادشاہی کو کہتے ہین یا کچھہ
اور معنی ہین اگر حضرات شیعہ اس بات کو تسلیم کرین کہ لفظ مذکور بمعنی بادشاہی اور بادشاہ سے کیا غرض تہی
ہوتے ہین خواہ یون کہو کہ بادشاہان مذکور خدا کی سی شان رکہتے ہین یا خداوندکریم نعوذ باللہ ونکا ہمرنگ
تہا تو اہل سنتہ جماعت کی طرف سے ہم ذمہ کش ہین کہ ہم ہی جسکو خلیفہ کہا کرتے ہین اس سے خلیفہ راشد
مراد لیا کرتے ہین اور اگر حضرات شیعہ اسبات ہین تین پانچ کرین تو بڑی ستم کی بات ہے کہ اہل سُنتہ پر
مفت الزام لگاتے ہین اور آپ نہین شرماتے اجی حضرت اہل سُنتہ گو سبکو خلیفہ کہین پر خلیفہ برحق اور خلیفہ
راشد چاریار ہی کو سمجہتے ہین اور یہہ ایسی بات ہے جیسے اولاد کو ہر کوئی خلف کہتاہے پر خلف رشید اُس کو
کہتے ہین جو فرزند کامل ہو ورنہ یا تو ناخلف ہی یا کوئی صفتہ بہلی بری اُسکی ساتہہ کچھہ نہین لگاتے سو
خلیفہ راشد تو چاریار ہی تہی اور یزید و ولید عبد الملک وغیرہ مروانی عباسی اکثر ناخلف اور حضرت امیر
معاویہؓ اسباب مین نہ خلیفہ راشدین نہ ناخلفہ ہین ہان فضیلتہ صحبت و بزرگی صحابیتہ اور اخوۃ ام المومنین
ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے اونکو حاصل تہے اور اسلئے سبکی واجب التعظیم ہین جو برا کہے وہ اپنی عاقبت
کہوتاہے کیونکہ خداوندکریم تمام صحابہ کی نسبت فرماتاہے یوم لایخزی اللہ النبی والذین امنو معہ جسکا
حاصل یہہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتہہ ایمان لائیو انکو
رسوا نکریگا سو جو کوئی ایسے ہی انکو رسوا کرنا چاہے وہ خدا کا مقابل ہے ہمکو تو اب یہی لازم ہے کہ
انکے عیب چینی نکرین اور یون سمجہین کہ حضرت امیر علیہ السلام اور حضرت امیر معاویہ وغیرہ صحابہ رضی
اللہ عنہم مین اگر باہم کچھہ مناقشہ ہوا ہی تو وہ ایسا ہی جیسا حضرت موسی اور حضرت ہارون اور

حضرت یوسف اور اونکے بہائیون اور حضرت موسی اور حضرت خضر مین جہگڑا ہی قصے ہوئے یہہ سب قصے
کلام اللہ مین مذکور ہین انکار کی گنجائش نہین ورنہ ای حضرات شیعہ خوف کفر ہے پہر سبہی کو بزرگ سمجہنا لازم
ہے مناقشات صحابہ کا تو نہ کلام اللہ مین مذکور ہے نہ حدیث مین ذکر ہے تاریخون مین ان افسانون کا بیان
ہے سو تاریخون کا ایسا کیا اعتبار اور وہ بھی شیعونکی تاریخ کا اعتبار تسپر حضرت موسیٰ وغیرہ کو باوجود
مناقشات معلوم برا نہین کہتی اگر ایسا ہی ان حضرات کو کچھہ نکہو تو کیا پیٹ پہول جایگا کلام اللہ کی مخالف
نہین حدیث منافی نہین اگر ہی تو موافق ہے بالجملہ اہل سنتہ خلیفہ سبہی کو کہدیا کرتے ہین اس لفظ مین
کچھہ بزرگی نہین اسکے معنی فقط جانشین ہین سو تم ہین کہو اسمین کیا بزرگی ہی اگر کسی نیک آدمی کی جگہہ
کوئی بدمعاش بیٹھہ جائے تو اُسکو جانشین تو ضرور کہین گے پر اسمین کچھہ بزرگی نہ نکلے گی ہان لفظ راشد
بزرگی پر دلالت کرتا ہے اس صورت مین خلیفہ کی دو قسمین ہونگی ایک تو خلیفہ راشد یہہ تو چار یار اور
پانچوین پانچ چہہ مہینے کے لئے حضرت امام حسن علیہ السلام ہو گئی تہی دوسرا خلیفہ غیر راشد اور خلیفہ غیر راشد
کو بادشاہ اور ملک ہی سینونکی اصطلاح مین کہتی ہین یزید اور عبد الملک وغیرہ سب اسی قسم کے ہین ہان
عُمر بن عبد العزیز البتہ مرد انیون مین خلیفہ راشد ہوئے ہین فقط باقی رہی یہہ بحث کہ شیعہ کسے کہتے ہین
اور سنی کسے کہتے ہین سو اس سے ہمین کیا بحث پر بات مین بات آگئی تو ہم ہی تفصیل وار نہین تو بالا
جمال ہی اس امر مین کوئی چٹکلا سُنانے چلین صاحبو شیعہ اتنی ہی بات سے نہین ہو جاتا شیعہ ہونے کے
لئے بڑی بڑی ساماتون کی ضرورت ہے ایک تو یہہ کہ حضرت علی اور باقی ائمہ اطہار کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین سمجہو دوسرے یہہ کہ ان کی نسبت نزول وحی کا ہی اعتقاد رکہی تیسری
یہہ کہ ان حضرات کو در بارہ نسخ احکام مختار سمجہے سو سمجہنے والے آپ سمجہہ گئے ہونگی کہ اس صورت مین
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبین ہونا بالکل گاؤ خورد ہو جائیگا کیونکہ حضرات آئمہ جب بارہ
تحریم و تحلیل احکام خود مختار ہوئے چنانچہ جملہ یحلون مایشاؤن ویحرمون مایشاؤن جو کتاب کافی اور دین
اسی بارہ مین موجود ہی اس مطلب کی لئے دلیل قاطع ہے تو اونکی نبوت مین حالت منتظرہ ہی کیا باقی
رہ گئی گو اطلاق اسم نبی انپر لکہا جاوے اور در صورت ثبوت نبوت حضرت آئمہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی خاتمیت کا بطلان ایسا ظاہر و باہر ہے کہ کوئی کور باطن ہی انکار کرے تو کرے بلکہ اگر
فہم سلیم ہو تو جملہ یحلون بالشیلون ویحرمون مایشاؤن سے فقط انکار خاتمیت ہی نہین نکلتا اس

انکار کے ساتھہ حضرات ائمہ کا جملہ انبیاء سے افضل و اعلے ہونا بھی مفہوم ہوتا ہے ان تینوں باتوں کے
سوا دو امر اور بھی شیعہ بننے کے لئے ضروری ہین بلکہ اگر انکو اصل اصول مذہب تشیع کہا جاوے
تو مناسب ہے اول تو بدا جسکا خلاصہ یہہ ہے کہ خداوند کریم نعوذ باللہ نا عاقبت اندیش اور نا
عواقب امور سے جاہل محض ہے۔ دوسرے تقیہ جسکا ماحصل یہہ ہے کہ حضرات انبیاء ائمہ تو ہمات اور
انکار کے بہروسے ہمرنگ کفار و فساق بنے رہے اور بوجہہ خوف اعدا ہمیشہ فرایض و ضروریات دین کو
چہپاتے رہے نعوذ باللہ من ہذا الخرافات ان شروط کے بعد ایک شرط شیعہ ہونے کے لئے یہہ بہی ضروری ہے
کہ چند حضرات اہلبیت کی محبت کا برائے نام دعوے کرکے باقی جملہ حضرات اہلبیت کو کلمات گستاخانہ مثل
کافر و فاسق و خالد فے النار کے ساتھہ یاد کیا جاوے چنانچہ سب جانتے ہین کہ شیعہ بہ نسبت ازواج عموماً
اور بہ نسبت حضرت عائشہ صدیقہ محبوبہ خاص حضرت خاتم النبیین خصوصاً کیا کیا ہرزہ سرائی کرتے ہین
باوجودیکہ ازواج مطہرات کا اہلبیت مین داخل ہونا شرعاً و عرفاً و عقلاً ظاہر و باہر ہے اسکی سوا
حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما کو بخلاف جملہ علماے نسبت و اہل تاریخ بلکہ خلاف احادیث
و اشارہ قرآنی جناب ختمی مآب کے صاحبزادے ہین ہی نہین کہتے اور نسب سے ہی خارج کئے دیتے ہین علاوہ
ازین زید بن علی بن حسین اور انکی بیٹے یحیی بن زید کو دشمن سمجہتے ہین جعفر بن موسی کاظم کو ملقب بکذاب
کر رکہا ہے حسن بن حسن المثنی وغیرہ کو کافر و مرتد و خالد فی النار جانتے ہین اُسکے سوا اور عقائد و خصائص
مذہب شیعہ کو اسپر قیاس کر لینا چاہئے قیاس کن زگلستان شان بہار شان پہر باوجود ان ظلمون
اور گستاخیون کے جو شیعہ حضرات اہل بیت کی شان مین کرتے ہین اگر کوئی شیعہ محبت اہل بیت کا
بفرض محال دعوے کرے وہ جہوٹا ہے مگر اس سے یہہ لازم نہین آتا کہ یہہ مذہب حضرت سید المرسلین
صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علی آلہ اجمعین کا تعلیم کردہ ہو ورنہ آپ ہی کی اولاد کو کیون قتل کرتے
ہان یون کہئی کہ آپ کے پیشوا عبد اللہ بن سا یہودی نے اس مذہب کی بنیاد ڈالی اول اول
تو یہہ لوگ یون ہی چہپے لکے رہے اور جیسے خوارج اور معتزلہ وغیرہ فرقہاء باطلہ گنے چنے تھے یہی
دس دس پانچ پانچ کہین سوتے تھے جب اتفاق سے سلاطین ایران نے یہہ مذہب قبول کیا تب
البتہ اس مذہب کو کسیقدر فروغ ہونا شروع ہوا مگر پہر بہی بحمد اللہ ایران مین بہی اہل سنتہ
بہت ہین اور کیون نہوتے وہ ملک کسکا فتح کیا ہوا ہے معہذا یہہ فروغ اہل سُنت کے فروغ

کے سامنے ایسا ہے جیسے آفتاب کے سامنے کرم شب تاب کا فروغ اب فرمائیے آپ کو یہہ کہنا مناسب ہے یا ہمکو کہ
کہ انشاء اللہ یوم الجزا معلوم ہو جائیگا آدمی کو چاہئی جس بات مین دخل نہو اُسمین دخل ندے اپنے قصور کو
اہل سنت کے ذمہ لگاتے ہو اور خدا سے نہین شرماتے اہل کوفہ سب شیعہ تھے ہان یزید اور عبد اللہ بن زیاد
کو اگر یون کہو کہ وہ شیعہ نتھے تو بجا ہے مگر اُنکو سُنی ہی کون کہتا ہے وہ نہ سُنی تھی نہ شیعہ تھے ناصبی تھے بہرحال
آدمی کو چاہئے جس بات مین دخل نہو اُس مین دخل ندے مگر ہان ایک حساب سے آپ نے ہی سچ فرمایا
بیشک اس مذہب فاسد کی جزا روز قیامت ملیگی

سوال دویم از جانب شیعہ

سُنی کہتے ہین کہ بعد آنحضرت کے ابوبکر امام اور بعد اُن کے عُمر امام تھے سو واضح ہو کہ بعد مرتبہ نبوت کی
مرتبہ خلافت اور امامت کا ہے جس طرح خلقت اپنی طرف سے رسول اور نبی نہین بنا سکتے اوسیطرح
امام و خلیفہ ہی نہین بنا سکتے اگر یہہ بات ثابت ہو جاے کہ بعد آنحضرت کے ابوبکر و بعد اونکے عُمر خلیفہ
و امام تھے تو مذہب شیعون کا باطل اور اگر امامت اور خلافت اُنکی باطل ہو تو مذہب سُنیون کا جھوٹا ہے
پس باتفاق سنی و شیعہ منصب امامت و خلافت واسطے شیخین کے کسی آیت و حدیث سے ہرگز ثابت نہین
بلکہ آیت قرآنی لاینال عہدی الظالمین یعنی نہین پہونچتا عہد میرا ظالمین کو اُس سے ہی لایق عہدہ
امامت کے شیخین نہین ہو سکتے فضل روزبہان ابطال باطل مین تصریح کرتا ہے کہ ابوبکر و عمر باجماع صحابہ
خلافت آنحضرت کی پائی یہہ فقیر کہتا ہے کہ جیسا اجماع سے نبوت نبی کی ثابت نہین ہوتی اوسیطرح امام کی
امامت خلقت کے بنانے سے ثابت نہین ہوتی امام مین بہت سی شرطین ہین اعلم الناس ازہد الناس اورع
الناس اعدل الناس اشجع الناس افضل الناس افصح الناس ارحم الناس تاکہ خلقت کو اوس سے ہدایت
ہوی اور امام ایسا ہو کہ دوسرے شخص اُس سے مسائل دینیہ ہدایت پاوین اگر ایسا امام و نایب نبی
کا درباب شرعیہ محتاج دوسرے کا ہو پہر وہ نایب رسول کس بات مین ہے آنحضرت خلقت کو ہدایت
فرماتے تھے اور ہرطرح کے شکوک رفع کرتے تھے ایسی طرح خلیفہ ہونا چاہئے کہ اُسکی طرف تمام خلقت علوم خدا
مین رجوع کرین اور جو سوال اُس سے کرے بخوبی تمام تسلی و تشفی کرے تاکہ خلافت نیابت آنحضرت کی
اُس سے ثابت ہو پس شیخین نہ اعلم الناس نہ ازہد الناس الخ تھی قبل از سلام بُت پرستی وغیرہ گناہ
کبیرہ و صغیرہ مین مشغول تھی پہر تعجب ہے کہ کس طرح خلافت شیخین کی برحق ہوئی اور انتظام دُنیاوی ملک

کا فتح کرنا باعث خلافت حقہ کا نہین ہوسکتا جیسا کہ تیمور بادشاہ نے بہ کثرت ملک فتح کیا نائب ہونا جناب رسالتمآب کا اس سے لازم نہین آتا اور جناب امیر مین یہہ سب صفات موجود تہی حاصل تقریر مجملًا یہہ ہے کہ اصحاب ثلثہ کی خلافت قرآن وحدیث سے ہرگز ثابت نہین پس جو کوئی انکو خلیفہ رسول اعتقاد کرے وہ خلاف قرآن وحدیث کے ہے پس جبکہ خلافت اُنکی باطل ہوئی تو مذہب اہل سنت باطل ہوا

جواب سوال دوم

اس سوال مین تو آپ نے اپنے گمان مین آسمان کے تارے توڑلئے اور ایسی دُون کی لی کہ خدا کی پناہ مگر سنت قیاس مع الفارق تو کوئی آپسے سیکہہ جائے فرماتے ہین کہ بعد مرتبہ نبوت کی خلافت و امامت کا مرتبہ ہے جس طرح خلقت اپنی طرف سے رسول نبی نہین بنا سکتی اسیطرح امام و خلیفہ بہی نہین بنا سکتی خدا خیر کرے شاید اسی قیاس کے موافق شیعہ یہہ ہی کہنے لگین کہ خلیفہ نبی ہی نبی اور رسول ہی ہونا چاہئے اور انصاف سے دیکھئے تو یہہ کام ہی آپکی [illegible] حضرات ائمہ کو دربارہ نسخ و تبدیل احکام شرعی مجاز و مختار کہنے کے سوا اسکی اور کیا معنی ہین کہ حضرات ائمہ کو [illegible] نبوت حاصل ہے مرحبا جناب ختمی مآب کی خاتمیت بلا سے باطل ہوجائے مگر اپنے قیاس فاسد مین دخل نہ آئے ایسے مدعیان اسلام کی ہوتی کفار دشمنان دین کو کون پوچہتا ہے **شعر** آنچہ بفیضی نظر دوست کرد ❊ حیف کہ آن دشمن جانی کند ❊ اور کیا عجب ہے کہ حضرات شیعہ اسی قیاس کے بہروسے دربارہ نائبان ائمہ مثل قضاۃ وغیرہ اور رفتہ رفتہ مجتہد بننے کیلئے بہی مثل نائبان انبیاء علیہم السلام معصوم و افضل الناس و منصوص من اللہ ہونیکی شرط لگانے لگین اِدہر حضرت آدم علیہ السلام کا خلیفہ خداوندی ہونا خود کلام اللہ مین موجود اُسپر مسجود ملائک ہونا جو آیات متعددہ سے ثابت ہے اُسکا موید پہر ضرور اسی قیاس کے موافق حضرات شیعہ بہ نسبت حضرت آدم علیہ السلام ضرور معتقد الوہیت وجمیع صفات خداوندی ہونگی سبحان اللہ قیاس ہو تو ایسا ہو اسکی سوا ہم کہتے ہین کہ تقرر امام بواسطہ وحی کوئی اور کہی تو کہی شیعہ کس منہ سے کہتے ہین دیکھئے نہج البلاغتہ جو شیعون کے نزدیک قرآن سے ہی زیادہ معتبر ہے اُس مین حضرت امیر اپنی خلافت کی حقیقت کی ثبوت کے لئے بمقابلہ امیر معویہ یہہ استدلال پیش کرتے ہین انما الشوری للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا علے رجل و سموہ اماما کان للہ رضیً یعنی معتبر دربارہ تقرر خلیفہ مہاجرین والانصار کا مشورہ ہے سو مہاجرین و انصار جس شخص کو بالاتفاق خلیفہ بنالیوین وہی عند اللہ پسندیدہ ہوگا اگر حضرت علی کے پاس دربارہ ثبوت خلافت کوئی نص صریح موجود تہے تو جناب امیر نے اُسکو کس روز کے لئے لگا رکہا تہا کیا قیامت کو کام آئے گی حالانکہ شوری مہاجرین و انصار ہین تو آخر کسیقدر مجال گفتگو ہی تہی نص صریح تو ہر کسیکی نزدیک

واجب التسلیم ہے اسکو چھوڑکر اُسکو اختیار کرنا اسبات پر حجت قاطع ہے کہ حضرت امیر کے پاس دربارہ خلافت کوئی نص موجود
نہ تہی ورنہ وفات نبوی کی بعد سے لیکر آخیر عمر تک کبہی تو ظاہر ہوتی بالجملہ بفرض محال امام کا منصوص من اللہ ہونا کوئی
اور ضروری ہے تو کہے مگر شیعہ کو تو بوجہ ارشاد مرتضوی اس کا قائل ہونا درپردہ جناب امیر کی قبول کی تکذیب کرنی
ہے علاوہ ازین اور بہی روایتین کتب شیعہ مین اسکی موید موجود ہین بلکہ احادیث مرفوعہ سے ہی یہہ بات معلوم
ہوتی ہے کہ باوجود استفسار جناب رسالتماب نے بالتخصیص کسی کا نام لیکر خلیفہ مُقرر نہین فرمایا ہان یہہ پتہ
ونشان بطور قواعد کلیہ جو قیامت تک دربارہ تقرر خلیفہ کارآمد ہون بیان فرمائی اور یہی امر قرین عقل بہی ہے کیونکہ
خاص خلیفہ کا تقرر جانب شارع سے ہونا موجب حرج عظیم ہے جیسا تمام امور شرعیہ مین مثل نکاح و بیع وغیرہ کی
شارع نے لوازم وشرائط و اسباب جواز عدم جواز وغیرہ بطور قواعد کلیہ کے بیان فرمادئی اور تعیین شخصی مکلفین کی
ذمہ رکہے گئے ورنہ بہت تنگی وقت پیش آتے علے ہذا القیاس تقرر خلیفہ کے لئے بہی علامات و لوازم بیان کئے گئے
اور تقرر شخصی مکلفین کی اختیار مین رہا اپنی حاجت وضرورت کے موافق جسکو مناسب سمجہین سب رل ملکر
اُسکو خلیفہ بنالیوین ہان اسمین شک نہین کہ جناب رسالتماب نے خلفاء اربعہ کی ساتہہ عموماً اور شیخین بالخصوص۔
صدیق اکبر کے ساتہہ خصوصاً ایسے معاملات کئے اور انکی ایسے اوصاف بیان فرمائے کہ جنسے ہر ادنٰے و اعلےٰ کو
اُن کا خلیفہ اول وجانشین نبوی ہونا ظاہر وباہر ہوگیا تہا یہی وجہہ ہے کہ بعد وفات نبوی بلا اختلاف ہرکسی
نے حضرت صدیق اکبر کے ہاتہہ پر بیعت خلافت کرلی اور خاص حضرات شیعہ کو تو بوجہ نہونے نص صریح کی یہ نفع
بہی بہت بڑا ہوا کہ اگر دربارہ خلافت صدیق اکبر کوئی نص صریح موجود ہوتی تو سب جانتے ہین کہ اُسکی منکر کا
کیا حال ہوتا جواب ہوگا انشاء اللہ اُس سے کچہہ زیادہ ہی ہوتا اور تقریر بالا سے یہہ ہی معلوم ہوگیا ہوگا
کہ سائل کا یہہ کہنا پس باتفاق شیعہ وسنی منصب امامت وخلافت واسطے شیخین کے کسی آیۃ وحدیث سے ہرگز
ثابت نہین بالکل لغو ہے کیونکہ اگر مراد اس سے یہہ ہے کہ تعیین شخصی بالتصریح دربارہ شیخین موجود نہین تو مسلم
مگر اس مین ہمارا کیا نقصان چنانچہ مذکور ہوا اور خود جناب امیر و دیگر آئمہ کے باب مین بہی اس قسم کی نفی ہوچکی
نہین اور اگر یہہ مطلب ہے کہ شیخین کا لایق خلافت ہونا ہی کسی نص سے ثابت نہین تو اور کیا کہون جہوٹونکے
مُنہ مین کچہہ اور معاملات نبوی و احادیث نبوی کو دیکہا جائے تو صاف معلوم ہوجائے کہ حضرات شیخین کا
مستحق خلافت ہونا۔ ایسا روشن ہے کہ بجز تیرہ درون کوئی اُس کا انکار نہین کرسکتا سو دیکہا چاہئے
اُن احادیث کا منکر کون ہے شیعہ یا اہل سنت باقی یہہ جو بکمال ناز آیت لاینال عہدی الظٰلمین

پرہی جاتے ہے اُس کے انجام کی خبر ہی ہے کیا ہوتا ہے اجی حضرت کلام اللہ کے معنی سننی جائین آپ کیا
جانین آپنے کیون اس بیچ مین ٹانگ اڑا کر اپنی ٹانگ تڑوائی کوئی آپ سے پوچہے عہد بمعنی امامت کون سی
کتاب مین آپ نے لکہا دیکہا قاموس نے آپکی ہمت بندہائی یا مطالعہ صراح سے یہہ بات ہاتہہ آئی
اگر آیت انی جاعلک للناس اماما پر آپ کی نظر ہے تو اس کے معنی ہم سے سُنیئے خداوند کریم نے حضرت
ابراہیم علیہ السلام کا چند باتون مین امتحان لیا تہا جب اوس امتحان مین حضرت پورے اُترے
چنانچہ آیت ماقبل اسپر دلالت کرتی ہے ترجمہ دیکہہ لیجئے یون تو آپ کیا سمجہین گے تو خداوند ذوالجلال نے
اس جلدو مین پیشوائی عالم کا وعدہ فرمایا چنانچہ لفظ للناس اسپر شاہد ہے سو خداوند کریم صادق القول
نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اس زمانہ سے لیکر آج تک حضرت ابراہیم علیہ السلام سب انبیا اور اولیا کے
پیشوا رہے یہان تک کہ خود حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ارشاد ہے ان اتبع ملت
ابراہیم حنیفا جسکے یہ معنے ہین کہ تم ہی اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی پیروی
کرو مگر اس سے یہہ لازم نہین آتا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم
سے افضل ہوجائین بڑے بڑے امیر بادشاہون کے آگے راہ کی درستی اور صفائی کے لئے چلا کرتے ہین
اور بادشاہ اس باب مین اُن کی پیروی کیا کرتا ہے غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام سب کے پیشوا ہین
سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت تو معلوم ہوچکا باقی حضرت یوسف علیہ السلام خود فرماتے ہین
واتبعت ملت آبائے ابراہیم واسحاق ویعقوب جس کا ماحصل یہی ہے کہ مین اپنے باپ دادون حضرت ابراہیم
اور حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب کی ملت کا پیرو ہون علے ہذا القیاس اور انبیا کو اسی پر قیاس فرمائیے
جب یہ بات مقرر ہوچکی تو یہ عرض ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام امام بمعنی خلیفہ ونائب
نبی تہے امام بمعنی نبی ورسول تھے اگر اس امامت سے پیشوائی نبوت ورسالت مراد ہے تو اہل
سُنت کب کہتے ہین کہ جو لوگ پہلے بُت پرست وہ نبی ہوسکتے ہین اور اگر امامت بمعنی خلافت مراد
ہے تو یہہ معنی ہوئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی نتہے نعوذ باللہ بلکہ نائب نبی تھے سو یہہ
بات اور یہہ مذہب شیعون ہی کو مبارک رہے اہل سنت تو بجان ودل اُنکی
نبوت اور رسالت کے معتقد ہین وہ سب کے منبع ہین کسی کے نائب نہین مگر
اس تقدیر پر شیعہ اون کو کس کا نائب کہین گے آزر کا کہین گے نعوذ باللہ منہا یا

کسی اور کا مہربانی فرماکر ہمکو بہی اطلاع فرمائین یا بالبہم ہم پوچہتے ہین جیسے یہان لاینال عہدی الظالمین
ہے اسی سورت مین دوسری جا ان اللہ لایہدی القوم الظلمین بہی فرماتے ہین اور ظاہر ہے کہ اسمین اس سے
بہت کچہہ زیادہ تاکید ہے جسکے باعث یون کہہ سکتے ہین کہ یہہ وعدہ اس وعدہ سے بدرجہا محکم ہے سو اگر ظلمین
ظلم گذشتہ اور ظلم حال دونون کو شامل ہے تب تو لازم آتا ہے کہ کسی بت پرست کو ہدایت نہو اگرچہ اور یہہ ایت
نبوی اور ائمہ اطہار اور انبیاء سابقین ایک افسانہ غلط ہوجائے اور تمام شیعیان زمانہ حال وگذشتہ بشہادت
آیت مذکورہ مسلمان نہون اسلئے کہ گناہ ہونسے کوئی خالی نہین تیسرا اسلاف اکثر شیعہ بت پرست تھے جو بت پرستی
چہوڑ کر اس مذہب مین داخل ہوئے اور اگر ظلم حال مراد ہے تو اصحاب ثلثہ ایام اسلام مین ایسی جرایم کے
مرتکب نہین ہوئے اور نہ اور کبایر کا صدور انکے وقوع مین آیا اور اگر فرق بالقوہ اور بالفعل مراد ہے یعنی
جو لوگ اصل طبیعت مین ظالم اور گنہگار ہین انکو تو ہدایت نہین ہوتی جیسے جو اصل سے کالا ہو وہ سفید نہین
ہوسکتا اور جو اصل طبیعت مین گنہگار نہین اسکو ہدایت ہوجاتی ہے جیسے جو کپڑا وغیرہ کوئلونکے رنگ سے
سیاہ کردیا ہو اسکو سفید کرسکتے ہین تو یہہ فرق مسلم مگر یہی فرق نسبت آیت لاینال عہدی الظلمین بہی محفوظ
رکہنا پڑے گا اور یہہ کہنا ہوگا کہ جو لوگ باعتبار اصل طبیعت ظالم ہین وہ قابل خلافت و امامت نہین اور
جن لوگون کی طبیعت اصلیہ لوث ظلم سے پاک ہے وہ قابل ہون تو اسمین کچہہ حرج نہین اگرچہ زمانہ سابق مین
بوجہ امور خارجیہ ظلمت ظلم انکی طبیعت پر اسطرح عارض ہوگئی ہو جیسے آئینہ مصفی و مجلی پر اوپر سے سیاہی گرپڑی
سو ظاہر ہے کہ آئینہ کی صفائی اصلی اس سیاہی سے زایل نہین ہوجاتی بلکہ سیاہی عارضی سے صفائی اصلی
اسطرح پر مستور ہوجاتی ہے جیسے نور آفتاب پردہ ابر مین چہپ جاتا ہے زایل نہین ہوتا یہی وجہ ہے کہ اگر
سیاہی مذکور پانی سے دہوڈالئے تو صفائی اصلی خود بخود ظاہر ہوجاتی ہے یہی صورت بعینہ لاینال عہدی
الظالمین مین خیال فرمالیجے چنانچہ ظاہر ہے علاوہ ازین آپ جو حضرات شیخین کو نعوذ باللہ ظالمین مین شمار
کرتے ہین تو اس کی کیا وجہ اگر یہ وجہ ہے کہ انکی عمر کا ایک حصہ زمانہ جاہلیت مین بسر ہوا تو اتنی
بات مین تو خود جناب سرور کائنات بلکہ حضرت امیر بہی شریک ہین اور اگر مطلب سایل یہ ہے کہ شیخین زمانہ جاہلیت
مین مرتکب کفر بہی تہے بخلاف جناب رسالت مآب حضرت امیر اور اسوجہ سے انکو ظالمین کہا جاتا ہے تو قطع نظر اس
خرابی کے جو اوپر مذکور ہوئی اس دعوے کے لئے آخر کوئی دلیل ہی تو چاہئے اور ظاہر ہے کہ بدون دلیل نقلی
اس باب مین کام چلنا معلوم مگر کتب معتبر کا حوالہ ہو یا روایتی گہڑی ہوئی بات نہو کتب معتبرہ مین تو اس کا خلاف ہے

انشاء اللہ نکلیگا چنانچہ جملہ لم یسجد الصنم قط وغیرہ شیخین کے شان مین موجود ہے باقی فضل روزبیان پر اسکا
یہ اعتراض کرنا کہ تقرر خلیفہ مین اجماع سے کام نہین چلتا بلکہ خلیفہ کے لئے اعلم الناس وازہد الناس واورع
الناس واعدل الناس واشجع الناس وافضل الناس وافصح الناس وارحم الناس ہونا ضرور ہے محض زبان
سرائی و دعوے بلا دلیل ہی پہلے گذرچکا کہ امام کا بواسطہ وحی مقرر ہونا کسی دلیل سے ثابت نہین بلکہ اسکی
جانب مخالف کی تائید کے لئے دلیل بلکہ خود قول مرتضوی موجود ہے کما مر اور اسی قول سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے
کہ اصل اصول تقرر خلیفہ مین اجماع مسلمین ہے ہان اہل اجماع کو چاہئے کہ متجمع شرائط خلافت کو خلیفہ بناوین
اور آپ جو امام کا اورع الناس وارحم الناس وغیرہ ہونا ضروری فرماتے ہین اول تو ان سب کے ثبوت کے
لئے دلیل چاہئے سو یہہ امید تو آپ سے رکہنی بیجا ہے یون معلوم ہوتا ہے کہ جسقدر افعل التفضیل آپکو
یاد تہی کیف ما اتفق نقل فرما دئی دوسری اگر ان امور کو دربارہ ثبوت خلافت شرط مانا جائے تو فرمائے تو سہی
سنیون کا کونسا قول غلط ہوجائے گا سب جانتے ہین کہ بفضلہ تعالی حضرت ابوبکر صدیق موصوف بہمہ صفات
کمال تہے انکی اعلم ہونے پر تو وہ حدیث دلالت کرتی ہے جسمین یہہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے ایک روز یہہ ارشاد فرمایا کہ ایک بندہ کو خدا نے دنیا کی نعمتون اور آخرت کی نعمتون مین مخیر کیا تہا کہ انمین
سے جسے چاہو لیلو سو اسنے آخرت کو اختیار کیا دنیا کو اختیار نکیا اسپر ابوبکر صدیق رو دئے اور یہہ کہا کہ
قربان آپ پر ہمارے مان اور باپ اسکے بعد راوی کہتا ہے کہ ہمکو تعجب ہوا اس شیخ کو دیکہو کہ حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ایک شخص کا ذکر کرتے ہین اور یہہ روتا ہے سو عبد مخیر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور
ابوبکر صدیق ہم سب مین اعلم تہی علاوہ برین آخر ایام حیات مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا انکو
امام بنانا اور انکو ملقب بصدیق کرنا چنانچہ صحاح مین موجود ہے اسپر شاہد ہے بایں نظر کہ یہہ بحث کسیقدر
آگے آتی ہے یہان اتنی پر اکتفا کرتا ہون اور وجہہ شہادت کا دریافت کرنا تحقیق آیندہ پر چہوڑتا ہون
اور زاہد ہونے پر حضرت علی کی روایت جو مشکوۃ شریف مین ہی موجود ہے دلالت کرتی ہے یعنی وہ روایت
جسمین یہہ ذکر ہے کہ آپ سے درباب خلافت عرض کیا گیا تو یہہ فرمایا کہ اگر ابوبکر کو امیر کروگے تو اسکو امین
اور زاہد فی الدنیا اور راغب فی الآخرۃ پاؤگے کیونکہ یہہ وصف کسی صحابی کی شان مین آپنے نہین فرمایا
اور انکی اورع ہونے پر آیت وسیجنبہا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکی شاہد ہے کیونکہ اتقی اور اورع کے معنے
ایک ہی ہین بلکہ کچہہ زاہد کہئی تو بجا ہے اور انکی اشجع ہونے پر وہ حدیث گواہ ہے جسمین حضرت علی سے یہہ

روایت ہے کہ ایک بار حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے آگھیرا ہین دیکھتا رہا اور منہہ سے کچھہ نہو سکا
اور حضرت ابوبکر صدیق اُس مجمع مین گہسگئے غرض آپ کی مدد کی اور اسکو مارا اسکو مارا آپ کو بچالیا کیونکہ یہہ
روایت غالبا باین طور ہے کہ آپ کے صاحبزادے محمد بن الحنفیۃ نے آپ سے پوچھا کہ سب مین زیادہ بہادر کون
ہے تو اسپر آپ نے یہہ فرمایا کہ ابوبکر اور پہر اُسکے ثبوت مین یہہ فرمایا یہہ حدیث صحاح مین موجود ہے فقط شبہ ہے
تو اتنی بات مین ہے کہ یہہ روایت آپکے صاحبزادے سے ہے یا کسی اور سے اور اُنکی افضل الناس ہونے پر
بقول خدا تو یہی آیت سورہ واللیل کی اعنی وسیجنبہا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکی یہ شاہد ہے کیونکہ دوسری آیت
سورہ حجرات کی اعنی وان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ اسپر دلالت کرتی ہے کہ جو اتقی ہوتا ہے وہی افضل اور اکرم
ہوتا ہے دوسری آیت الاتنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اذ یقول
لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا اسپر شاہد چونکہ اس کی شرح وبسط ہدیۃ الشیعہ مین بوجہ اتم مرقوم ہے تو ہمکو
حاجت تحریر نہین جسکو شوق ہو مطالعہ کر دیکھے تسپر نہج البلاغۃ جو شیعہ کے نزدیک وحی آسمانی سے ہی
بڑہکر ہے اور سے ہدایت الشیعہ مین حضرت علیؑ سے حضرت ابوبکر کی وہ وہ تعریفین جو بعد انبیاء سواء صدیق اکبر اور
کسیمین متصور نہین بہ قسم منقول ہین جسکو شوق ہو کتاب موجود ہے مطالعہ فرمالین عنوان اس روایت
کا یہہ ہے للہ بلاد ابی بکر لقد قوم الاود وداوی العمد واقام السنۃ وخلف البدعۃ ذہب نقی الثوب قلیل العیب
ترکہم فی شعب منشعبت لایہتدی انصال ولایستقین المہتدی بلکہ ان لفظون سے ایکدو زیادہ ہی ہونگے
علاوہ برین بروایت محمد بن الحنفیۃ بخاری مین حضرت علیؑ سے صاف منقول ہے کہ حضرت ابوبکر سب مین افضل ہین
اور انکی افصح الناس ہونے پر وہ خطبے جو بعد وفات وقبل دفن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پڑہے ہین شاہد
عادل ہین علی ہذا القیاس لفظ ارحم امتی بامتی ابوبکر جو جمعہ کے خطبون مین بحوالہ حدیث پڑہا جاتا ہے انکی
ارحم ہونے پر دلالت کرتا ہے باقی رہا اعدل ہونا سو اسکے ثبوت کی لئے بعد اثبات اوصاف مذکورہ کچہہ
حاجت نہین کیونکہ عدل کے لئے فقط امانت و دیانت اور زہد و تقوی اور علم کی ضرورت ہے ظالم مین یہی
اوصاف نہین ہوتے جو وہ مرتکب ظلم ہوتا ہے غرض باعث ظلم حب دُنیا اور خیانت اور عدم ترحم ہوتا ہے
جسمین وہ اوصاف ہین اور یہہ خرابیان نہین وہ لاجرم اعدل الناس ہوگا اب اگر کسی صاحب کو
اسوجہ سے تامل ہو کہ اکثر روایات مذکورہ اہل سُنت کی روایات ہین تو اول تو وجہ ثبوت دعاوی
مذکورہ فقط روایات ہی نہین آیات ہی ہین اگر آیات کو اہل سنت ہی کی روایت سمجھو ہو تو زہی نصیبہ

اہل سنت اور ٹری کہوٹی نفیسب شیعون کے جنکے پاس مطلب کی ثبوت مین کلام اللہ تک ہی نہین بلکہ اولٹا انکے مطلب مخالف ہے پہر تسپر حضرت علی کی ان اوصاف مین سب سے افضل ہونے پر کیا دلیل ہے اگر روایات شیعہ ہین تو کیا اعتبار اور روایات اہل سنت یا آیات کلام اللہ مین تو لائیے دکہلائیے مثل استدلال مذکور جو آیت لاینال عہدی الظلمین سے ماخوذ تہا انشاء اللہ اسکی کیل پرزے ہی اودہیرے جائینگے اور یہہ جو ارشاد ہی کہ اسیطرح خلیفہ چاہئی کہ اُسکی طرف تمام خلقت علوم خُدا مین رجوع کرے اور جو سوال اس سے کرے بخوبی تمام تسلی وتشفی کرے تاکہ خلافت ونیابت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُس سے ثابت ہو اگر سچ ہے تو حضرت ابوبکر صدیق وغیرہم بحمد اللہ ایسی تہی اور اگر کسی بات مین اُنکو اورونکی طرف رجوع کرنیکی ضرورت ہوئی تو اس سے انکی فضیلت کوٹا نہین لگتا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے وشاورہم فی الامر یعنی صحابہ سے مشورہ کرلیا کرو اگر ابوبکر وعُمر رضی اللہ عنہم نے کسی بات مین کیسکی طرف رجوع کیا اور اس سبب سے اُنکا رتبہ نعوذ باللہ کم ٹہیرا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تو خود حکم خداوندی ہوا ابوبکر وعُمر نے تو اپنی ہی طرف سے رجوع کیا ہوگا۔ اس صورت مین نعوذ باللہ حضرات شیعہ صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل سمجہین نہ کہ ایسا بُرا تسپر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیسیون جا ایسے وقایع ثابت ہوتے ہین اور لوگون نے انکی غلطیان پکڑین ہین ہم کہہ سکتے ہین خارجیون سے اپنی تسلی کرلین غرض ایک دو جا غلطی ہو جانیسے منصب امامت کو زوال نہین ہو سکتا حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کا قصہ کلام اللہ مین مذکور ہے دیکہئے حضرت موسیٰ کیا کا کیا سمجہہ گئے اور پہر منصب نبوت مین کچہہ فرق نہ آیا منصب خلافت تو ایک نمبر اوذہی کم ہے اتنا غل کاہیکے لئے اور یہ جو آپ فرماتے ہین کہ انتظام دُنیاوی اور ملکون کا فتح کرلینا باعث خلافت حقہ کا نہین ہوسکتا اگرچہ بظاہر حق معلوم ہوتا ہے پر شیطان صاحب نے اپنی بات پہر ہی ہاتہہ سے جانے نہین دی آپ سے اس آڑمین اپنا کلمہ کہلالیا اجی حضرت آپ کس خیال مین ہین یہی اعتراض بعینہ نصرانی اور یہودی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کرتے ہین آپکو انکا طریقہ ایسا کیون مرغوب ہے آیت وعد اللہ الذین آمنو منکم وعملو الصلحت لیستخلفنہم فے الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا الخ کو بغور دیکہئے کیا ارشاد ہے رسول اللہ صلے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلفاء راشدین کی یہی نشانی ہے کہ وہ زمین کے خلیفہ ہوجائین اور بزور شمشیر وسلطنت دین متین کو جما دین چونکہ اس آیت کے مضامین ہی درج ہدیۃ الشیعہ ہوچکے ہین اس لئے اونکے ذکر اور اس آیت کی تفسیر سی

معذور ہون اہل شوق خود مطالعہ کرلین گے ہان اگر خلفاء راشدین کے زمانہ مین ترقی اسلام نہوئی ہوتی بلکہ مثل تیمور فقط ملک گیری ہوتی تو انکو تیمور چھوڑ کر انگریزون سے تشبیہ دیدی ہوتی اور درصورتیکہ عرب سے ایران تک اونہین کی بدولت کلمہ اسلام جاری ہوا ہو تو پھر یہہ کہکر مصداق ومن کفر بعد ذلک فاولئک ہم الفاسقون جو بعد آیت مذکورہ واقع ہے بنتی ہو کیونکہ اسکی یہہ معنی ہین کہ رسوخ خلافت اسلام اور تمکین دین کے بعد جو شخص ان بزرگوارون کا شکر ادا نکرے وہ فاسق ہے اور یہی کوئی نہین تو شیعونکو تو شکر گذاری اصحاب ثلثہ لازم ہے اگر یہہ صاحب نہوتے تو نعرہ یا علی یا علی کر سے لیکر ادہر کی حد ایران تک جاری نہوتا مجمل تقریر یہہ ہے کہ جب کلام اللہ وحدیث سے بزرگی ابوبکر صدیق اور انکی خلافت ثابت ہوگئی اور شیعون کا دعوے ثابت نہوا تو مذہب اہل سنت حق ٹھیرا اور مذہب شیعہ باطل ہے :

سوال

متعہ مین اختلاف شیعہ و اہل سنت مشہور و معروف ہے مگر شیعہ کہتے ہین کلام اللہ مین تو آیت فما استمتعتم بہ منہن فاتوہن اجورہن فریضہ اُسکی جواز پر دلالت کرتی ہے خاصکر قراءت عبد اللہ بن مسعود جو اہل سنت کی عُمدہ پیشوا ہین کیونکہ انکی قراءت مین بعد منہن لفظ الی اجل بھی زائد ہے اور ظاہر ہے کہ تحدید اجل متعہ ہی مین ہوا کرتی ہے نکاح مین تحدید مدت کی کوئی صورت نہین اور احادیث مین حدیث اباحت متعہ کا بعض غزوات مین شہرہ عالمگیری باینہمہ لفظ اجورہن انکی مطلب کے بھی موید ہے اسلئے کہ اجر عقد اجارہ مین ہوا کرتا ہے اور صحت اجارہ کیلئے تعین مقدار کار یا تحدید زمانہ وروزگار ضرور ہے۔ مثلاً درزی ایک دو انگرکہہ سینے کا نوکر ہوتا ہے یا ایک دو روز کا یہہ نہین ہوسکتا کہ زمانہ کی کوئی حد ہو نہ کام کی کوئی مقدار ہو اس صورت مین اگر مردوزن مین کوئی زمانہ مقرر ہوگیا تب تو ثبوت متعہ بطور شیعہ سنیون ہی کے اقرار سے لازم آجائیگا اور اگر عدد کرات مجامعت معقود علیہ ہے تب بھی یہی بات ہے کیونکہ کرات مجامعت ایک زمانہ معین مین پوری ہوسکتی ہین اسلئے پھر وہی انجام نکل آتا ہے۔ مگر شاید اہل سنّت وجماعت کو آیت والذین ہم لفروجہم حافظون الا علی ازواجہم او ماملکت ایمانہم فانہم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ہم العادون پر نظر ہو اور یہہ خیال ہو کہ آیت مسطور سے زوجہ اور باندی کے سوا اور عورتون سے اجتناب نکلتا ہے اور زن متعہ بالیقین دونون قسم سے خارج ... ن کی قسم سے علاحدہ ہوتا تو محتاج بیان ہی نہین ہان احتمال زوجیت ہو تو ہو لیکن اول

علماء شیعہ نے زن متعہ کو زن نکاح سے جدا کہا ہے بلکہ جیسے اہل سنت موافق اشارہ آیت مسطورہ زن حلال
کی کل دو قسمیں بتلاتی ہین ایک اپنی زوجہ دوسری اپنی باندی ایسی ہی علماء شیعہ زن حلال کی چار قسمیں بتلاتی ہین
دو تو یہی قسمین جو مذکور ہوئین اور دو اور ایک زن متعہ دوسری زن عاریتہ یعنی وہ باندی جسکا مالک کسیکو صحبت کرنیکے
لئے مستعار دیدیوے سو اس سے صاف ظاہر ہے کہ زن متعہ زوجہ نہین کہلاتی دوسری لوازم و آثار نکاح زن
متعہ مین یکلخت مفقود ہین نہ چار کی حد نہ عدل کی ضرورت نہ طلاق کی کوئی صورت نہ عدت کی حاجت اور ظاہر
ہے کہ الشیء اذا ثبت ثبت بلوازمہ اگر زن متعہ منجملہ ازواج ہوتی تو یہہ ساری لوازم آثار پائے جاتے بالجملہ
علماء اہل سنت کو بمقابلہ شیعہ آیت والذین ہم لفروجہم حافظون الخ پہ نظر ہو تو ہو اور اسلئے متعہ کو حرام کہتے ہون
تو جواب اس شبہ کا یہہ ہے۔
یہ آیۃ دو جا کلام اللہ مین آئی ہے ایک سورہ مومنون مین دوسری سورہ معارج مین اور باتفاق مفسرین یہ
دونون سورتین مکی ہین یعنی قبل ہجرت نازل ہوئی ہین اور حدیث اباحت متعہ مدنی ہے کیونکہ غزوات سب مدنی
ہین اسلئے واقع اباحت آیت حرمت کے بعد کا قصہ ہے اس صورت مین حدیث ہی ناسخ آیۃ معلوم ہوگی آیۃ
کو ناسخ حدیث نہ کہہ سکین گے باقی یہ حسن ادب کہ آیت حدیث سے اعلے اور افضل ہوتی ہے یہہ حدیث سے کیونکر
منسوخ ہو اسی شخص کا کام ہے جو وجہ ثبوت قرانیت قرآن مجید سے خبردار نہو پر جس شخص کو اتنی بات کی اطلاع
ہے کہ قرآن کا قرآن ہونا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ارشاد سے معلوم ہوا اور ان احکام کا احکام
خداوندی ہونا انہون نے آپ کے فرمانیسے جانا تو اس شخصکو اس بات مین ہرگز تامل نہین ہوسکتا کہ نسخ
قران شریف حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے ممکن ہے چنانچہ علماء اہل سنت خصوصا حنفی اسی جانب ہین
اور اسلئے حدیث کلامی لاینسخ کلام اللہ کی تاویلین کرتی ہین ہان افضلیت قرآن مسلم مگر یہہ افضلیت باعتبار
الفاظ ہے باعتبار احکام نہین جو احکام کہ احادیث سے ثابت ہون بشرط ثبوت احکام قرآنی سے کم نہین
کیونکہ احکام مندرجہ احادیث بھی احکام خداوندی ہین گو باعتبار ظاہر احکام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم معلوم
ہوتے ہون اسلئے کہ آپ رسول اور پیغام بر ہین بذات خود حاکم مستقل نہین باقی رہی روایت نسخ اباحت
متعہ یعنی وہ روایت جسمین بعد اباحت حکم حرمت ہی موجود ہے شیعون کے نزدیک ضروری التسلیم نہین
اسلئے کہ اسکی راوے فقط اہل سنت ہین اونہون نے اپنی مطلب کے موافق بنالی ہوگی **الجواب** :
بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نومن بہ و نتوکل علیہ و نشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ

وحدہ لاشریک لہ ونشہد ان محمد عبدہ ورسولہ۔ اللہم صل علی سیدنا محمد وعلے آل سیدنا محمد کما صلیت علی سیدنا ابراہیم
وعلے آل سیدنا ابراہیم انک حمید مجید اللہم صلی علی سیدنا محمد النبی الامی وازواجہ امہات المومنین وذریتہ واہل بیتہ
کما صلیت علے سیدنا ابراہیم انک حمید مجید۔ اللہم انزلہ المقعد المبارک عندک یوم القیمۃ اللہم ارنا الحق حقا وارزقنا
اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ بعد حمد وصلوۃ بندہ گنہگار **محمد قاسم** عرض پرداز ہے کہ تقریر سوال
شیعہ تو اس کمترین نے اس زرق برق سے کردی ہے کہ خود شیعون کو بہی اس انداز سے بیان کرنا نصیب نہوا
ہوگا اور اسوجہ سے میری ممنون ہون تو بجا ہے مگر مقتضائے احسانمندی یہہ ہے کہ تقریر جواب کو بہی بغور و
انصاف دیکہین مطلب کے یار تو سبہی ہوتے ہین پر انصاف پرستی جوہر انسانی ہی تقریر سوال تو دلچسپ تہی
پر تقریر جواب اُس سے بہی بڑہکر یعنی حضرات شیعہ کا مطلب نہ آیۃ استمتاع سے نکلی نہ حدیث سے ثابت
ہوا اور نہ آیۃ سورہ مومنون وسورہ معارج حدیث مذکور سے منسوخ ہوئی اور نہ ہوسکے علاوہ بریں عقل
صائب اس بات پر شاہد ہے کہ تجویز متعہ ہمیشہ کیلئے اور ہر کیلئے خدا تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف سے نہین ہوسکتی اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ادیان سابقہ مین سے کسی دین مین متعہ جائز نہین
ہوا اور اس دین مین سوا حضرات شیعہ اور کوئی اسطرف نگیا بلکہ ابتداء عالم سے لیکر اس زمانہ تک اطراف
عالم مین کسی دین مین آسمانی ہو یا نہو سوائے مذہب شیعہ یا مشرب جاہلان زمانہ جاہلیت ملک عرب اس امر کا
پتا نہین سیکڑون تاریخین موجود ہین سیاحونکے افسانے مشہور رہین پر کہین متعہ کا نام و نشان نہین ملتا خیر یہہ
بات تو اتفاقی تہی کلام اللہ اور حدیث سے استدلال کا حال بیان کیجئے اور حقیقت نسخ کا پتہ دیجئے تو کام چلے اسلئے
بطور تمہید اول کچہہ گذارش ہے بگوش ہوش سنئے کلام اللہ مین فرماتے ہین نساءکم حرث لکم یعنی تمہاری عورتین
تمہاری کہیت ہین اس سے صاف روشن ہے کہ نکاح سے مقصود اولاد ہے کیونکہ کہیت سے مطلوب پیداوار
ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ اس کہیت کی پیداوار یہی اولاد ہے گیہون چنا وغیرہ نہین اس سے یہہ بہی معلوم
ہوگیا کہ شیعون کے نزدیک جو سارے جہان کے خلاف بی بی سے اغلام درست ہے وہ کلام اللہ کی بہی مخالف
ہے کیونکہ اغلام سے تولد اولاد متصور نہین مگر ہان شاید شیعون مین یہہ کرامت ہو اور موافق شعر
ذوق کے نہین ہین خون سے مژگان تر یہہ خار دلنشین نکلی ؛ جنون یہ نیشتر کیسی کہین ڈوبے کہین نکلی
ادہر سے نطفہ ادہر چلا جاتا ہو باقی رہا جملہ فاتوا حرثکم انی شئتم جسکا یہہ مطلب ہے آؤ اپنی کہیتون مین
جہان سے چاہو شیعونکو کچہہ مفید نہین کیونکہ اول تو انی معنی کیف بہی آتا ہے پہر اونکو کیا اختیار

کہ بوجہ انی کو بمعنی ظرف مکانی رکہیں مستدل اور مدعی کے لئے وہ بات مفید نہیں ہو سکتی جسمین احتمال
مخالف بھی موجود ہو یا اینہمہ جملہ نساء کم احتمال مخالف یعنی معنی کیف کے موید اور معنی ظرف مکانی کی مخالف
چنانچہ ظاہر ہے اور اگر انی بمعنی ظرف مکانی ہی ہو پہر بہی شیعونکو کچہہ مفید نہیں کیونکہ جیسے کوئی یون کہے کہ اپنی
زمین مین بیج ڈالنے کے لئے شرق کی طرف جاؤ یا غرب کی طرف سے بہرحال تمکو اختیار ہے اور اس سے ہر کوئی
یہی سمجہتا ہے کہ مقصود اصلی بونا ہے وہ دونون طرف سے جانے مین برابر حاصل ہے پیداوار دونون
طرح ایک ہی سی ہو گی ایسی ہی اس جملہ سے ہر عاقل یہی سمجہے گا کہ اپنی بی بیون سے اوٹے سیدہے جس طرح
چاہو صحبت کرو تولد اولاد مین دونون صورتین برابر ہین یہ نہین کہ سیدہی صحبت کیجئو تو بچہ اچہا ہو اور
اُلٹی کیجئے تو احول پیدا ہو جیسے یہودی کہا کرتے تھے چنانچہ اسی وہم فاسد کے مدافعہ کی لئے یہہ ارشاد
ہوا کہ فاتوا حرثکم انی شئتم مگر علماء شیعہ کی خوش فہمی دیکہیو کہ بات کیا تہی اور کیا مطلب کی سمجہہ گئی
مگر وہ بہی کیا کرین اگر متعہ اور اغلام نہوتا تو خواص تو متنفر تہی ہی عوام کالانعام بہی اس مذہب کو
پسند نکرتے علاوہ برین ولد صالح کا باقیات صالحات مین سے ہونا بہی اولاد کی مقصود ہونے پر
شاہد ہے کیونکہ انما الاعمال بالنیات اگر شہوت رانی ہی مقصود ہوتی اور اولاد مقصود نہوتی
تو انکے حساب سے اولاد کا ہونا نہونا برابر تہا اگر صالح ہوئی تو کیا اور فاسق ہوئی تو کیا علی ہذا القیاس سقی
ماء غیر یعنی عورت حاملہ من الغیر سے جماع حرام نہوتا چنانچہ ظاہر ہے بہرحال مقصود اصلی نکاح سے اولاد
ہے شہوت رانی مقصود اصلی نہین ہان جیسی اکل غذا اسی بدل ما یتحلل مقصود ہے اور بہوک مثل چپراسی
سرکاری اس بیگار کی لئے تقاضی ہے ایسی ہی عورتون سے اولاد مطلوب ہے اور شہوت جماع تقاضاء
جماع کے لئے ساتہہ لگادی گئی ہے کہ جب اولاد مقصود ٹہیری چنانچہ آیۃ مسطورہ اسپر شاہد ہی اور نیز
عقل سلیم اسپہ گواہ تو پہر ایک عورت کو زمانہ واحد مین دو یا زیادہ مردون سے نکاح کی اجازت فرض عقل
تہی اصلی کسی دین مین یہہ امر جائز نہوا کیفیت شہادت آیۃ مرقوم ہو چکی ہان عقل صائب کی گواہی سننی
باقی ہے اصلی یہہ گذارش ہے کہ درخت بار اور بذات خود مطلوب نہین ہوتا پہل مطلوب ہوتا ہے سامان
اور اسباب مطلوب نہین ہوتا نتیجہ مطلوب ہوتا ہے اب دیکہئے کہ شہوت رانی اور جماع اولاد کے لئے سامان
اور اسباب مین سے ہی یا قصہ برعکس ہے سو ایسا کون نادان ہوگا جو دفاع و جماع کے سبب ہونی
اور اولاد کے سبب ہونے مین تامل ہو علاوہ برین آیۃ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اس

اس بات پر دلالت کرتی ہی کہ جن وانس کو خاص اپنی کام کے لئے بنایا ہے اور آیتہ خلق لکم ما فی الارض جمیعًا ثم استویٰ
الی السماء فسوٰیھن سبع سموات اس بات پر شاہد ہی کہ زمین وآسمان بنی آدم کے لئی بنائی گئی ہین برعکس نہین
زمین اور زمین کی پیداوار کا بنی آدم کے لئے ہونا تو لفظ لکم سے ظاہر ہے اور آسمانون کا بنی آدم کی لئی بنایا جانا
بقرینہ عطف ظاہر ہے یعنے قید لکم یہان بہی بقرینہ عطف ماخوذ ہوگی علاوہ برین آیتہ الذی جعل لکم الارض فراشا
والسماء بناء وغیرہ آیات مین یہہ بات زیادہ مصرح ہے اور کیون نہو زمین واب وہوا وآتش وافتاب وکواکب
وافلاک نہون تو ہماری ہزارون حاجتین بند ہوجائین بلکہ یون کہو ہم مرجائین اور ہم نہون تو ان
اشیاء کا کچہہ حرج نہین پہر یون نکہئے تو اور کیا کہئے کہ وہ ہمارے لئے بنائی گئی ہین ہم اُن کے لئے نہین بنائے گئی
مگر اسصورت مین یہہ بات ظاہر ہے کہ زمین ہو یا آسمان ہو جو کچہہ بنی آدم کے لئے بنایا گیا اُسکو حصول عبادت
مین دخل ہے یعنی اگر وہ نہو تو پہر عبادت مین کمی یا نقصان پیش آئی یا وہ نہو تو عبادت نہو سکے کیونکہ اسوقت
بنی آدم اور باقی مخلوقات مشار الیہا کی ایسی مثال ہوگی جیسی یون کہئی گہوڑا اسواری کے لئے اور گہاس دانہ
گہوڑے کیلئے سو جیسا یہان ہر کوئی سمجہتا ہے کہ اگر گہاس دانہ نہو تو پہر سواری کی بہی کوئی صورت نہین بلکہ
گہوڑا تڑپ تڑپ کر مر جائے ایسا ہی بنی آدم اور ان چیزونکو سمجہئے جو اسکے لئے بنائی گئی ہین کہ اگر وہ نہون تو پہر
عبادت ہی نہین سو کہانے پینے کی ضرورت تو ظاہر ہی کون نہین جانتا کہ اگر خورد ونوش کی نوبت نہ آئی تو
آدمی مرجاے پہر عبادت کون کرے اور پہر کہانے پینے کے لئے زمین آسمانکی ضرورت ظاہر زمین کو تو ہم خوب ہی
جانتے ہین رہا آسمان اسکی ضرورت کہانے پینے کے لئے آیتہ وانزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم
سے ظاہر ہے پر شہوت جماع کو اس کام مین کچہہ دخل نہین سو یہہ کیونکر ہوسکے کہ امور خارجہ من ذات العابد
مین تو حصول عبادت پر نظر ہے اور شہوت کو جو ایک امر داخلی ہی باوجود ارشاد وما خلقت الجن الخ عبادت
مین کچہہ دخل نہو الغرض شہوت کا بنی آدم مین پیدا کرنا بذات خود بے مصرف معلوم ہوتا ہے ہان اگر تولد
اولاد پر نظر کیجئے تو پہر اسکے برابر خورد ونوش ہی عبادت مین دخل نہین رکہتی کیونکہ کہانے پینے سے اگر طاقت
عبادت پیدا ہوتی ہے تو جماع سے خود عبادت کرنیوالی پیدا ہوتی ہین بالجملہ عقل ونقل اسبات پر شاہد ہین
کہ شہوت رانی بذات خود مقصود نہین تولد اولاد مقصود ہے چنانچہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
جو در بارہ ترغیب نکاح مشہور ہے اُسمین یہہ جملہ کہ انی مکاثر بکم الامم اس مضمون کو اور بہی واضح کئے دیتا ہے
کیونکہ غرض نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ترغیب نکاح سے اسوقت یہہ نکلی کہ اُمت کے لوگ کثرت سے نکاح کرینگے

تو اولاد کثیر پیدا ہوگی اور اس وجہ سے یہہ اُمت بڑہجائے گی اور ایک سامان افتخار آپکو ہاتہہ آئے گا جب۱۵ یہہ بات
ذہن نشین ہو گئی کہ نکاح سے مقصود اولاد ہے شہوت رانی مقصود نہین تو اب وجہ ممانعت تعدد نکاح زن
بہی ایک زمانہ مین بیان کرنی چاہئے سُنئے زمین کی پیداوار تو سب ایک سی ہوتی ہے اور اُس کے سب دانے باہم
متشابہ ہوتے ہین خورش مین سب یکسان کسیکو کسی پر کچہہ فوقیت نہین اسلئے شرکت مین کوئی خرابی پیش نہین
آتی علی السویہ تقسیم ہوسکتی ہے پر اولاد مین اگر اشتراک تجویز کیا جائے تو ایک نزاع عظیم برپا ہو امید کثرت عباد
و عبادت تو درکنار پہلی ہی عابدونکی خیر نہو کیونکہ اول تو یہی کچہہ ضرور نہین کہ ایک سی زیادہ بچہ پیدا ہو اور دو
تین پیدا بہی ہوئی تو کچہہ ضرور نہین کہ سب لڑکے ہی ہون یا سب لڑکیان ہی ہون اور پہر ایک ہی قسم کے ہون
تو وہ سب عابد و زاہد ایک ہی نمبر کے ہون اور عاقل فاضل ایک ہی درجہ کے ہون۱۶ بلکہ عادت اللہ یون ہی جاری
ہے کہ جیسے پانچون انگلیان یکسان نہین ہوتی ایسی ہی تمام اولاد یکسان نہین ہوتی ادہر محبت پدری
سبکے ساتہہ خداداد سو بالفرض ایک عورت کے اگر کئی خاوند ہون اور وہ بہی فرض کرو ایک پورب کا رہنے والا
ہو ایک پچہم کا تو پہر تقسیم اولاد کی کوئی صورت نہین بوجہ تفاوت معتاد جو باہم اولاد مین ہوا کرتا ہے اول
تو ناقص حصہ والیکا اپنی نقصان پر راضی ہونا دشوار دوسرے بوجہ محبت تمام اولادون کا صبر کرنا معلوم
اور اسوجہ سے یہہ بہی ممکن نہین کہ روپیہ وغیرہ سے جبر نقصان کرکے ایک کو راضی کردیجئی خاصکر جبکہ بچہ ایک
ہو اور عورت کی خاوند کئی یا عدد ازواج زن زوج ہو اور عدد اولاد طاق ہان اگر اولاد کا ٹنے
پہاٹنے کی قابل ہوتی تو مثل غلہ مشترک یا گوشت مشترک یا جامہ مشترک کاٹ پہاٹ کر برابر کرلیتے اور نزاع
رفع کر دیلیے یا مثل غلام عورت کا ہر وقت ایک حال رہتا اور یہہ تفاوت احوال اور اختلاف کیفیات
مزاجی نہوا کرتا تو ہفتہ وار یا ماہوار یا سال وار ایک ایک خاوند کے پاس رہا کرتی مگر اول تو ہر دم اور ہر
ہر حال مین رحم زن نطفہ کو قبول نہین کرتا دوسرے یہہ اختلاف احوال زن بیشتر موجب اختلاف ذکورت
و انوثت و عقل و بیعقلی وغیرہ احوال و اخلاق ہوجاتا ہے جو لوگ دقایق طبیہ اور حقایق موجبات اختلاف
امزجہ اولاد سے واقف ہین وہ خوب جانتے ہین کہ وقت جماع و وقاع جو کیفیت والدین خصوصاً والدہ
پر غالب ہوتی ہے وہی کیفیت اولاد کے حق مین خلق اور طبیعت بنجاتی ہے اول تو اہل عقل کو مشاہدہ
بقاء الانواع سے یہہ بات ظاہر ہے کیونکہ آدمی کی گہر آدمی کا پیدا ہونا اور سگ و خوک سے سگ و خوک
کا پیدا ہونا اور اسپ و خر سے خچر کا پیدا ہونا جسمین دونون کا اثر مشہود ہوتا ہے اسبات کے سمجہنیکو

۱۵ اور پیدا اولاد کا مطلوب ہونا اور بعد حصول اولاد اُسکے ساتہہ بہ شفقت پیش آنا اسی پر دال ہے کہ اولاد مقصود طبع سلیم انسانی ہے

۱۶ اور جیسے جسمین ایک ہی طرح کے ہون ہی طرح قوی نوزائیدہ اور قوی ہی طاقت کے ہون

کافی ہے کہ کیفیت مزاجی والدین کو اخلاق وعقل اولادمین دخل تام ہے دوسرے الولد سر لابیہ ہی جو جملہ مسلمہ ہر عام وخاص ہے اسبات پر شاہد ہی کیونکہ کسیکو کسیکا اب حقیقی اور والد تحقیقی باعتبار وقت علوق نطفہ ہی کہہ سکتے ہین اور اوقات کے حساب سے یہہ اطلاق مجازی ہوتا ہے سو وقت علوق جو کیفیت مزاج والدین پر غالب ہوا اوسیکا اثر اولادمین آنا چاہئے ورنہ الولد سر لابیہ کیونکر صحیح ہوگا ادہر محققان اہل اسلام نے حضرت مریم کے سامنے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آدمی کی شکل مین آنے کی وجہہ ہی بیان کی ہی کہ اگر حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی شکل ملکی مین اونکی روبرو نمودار ہوتے تو حضرت مریم علیہ السلام بتقاضائے بشریت ڈر جاتین اور وہ کیفیت خوف مزاج عیسوی مین اثر کرجاتی آپ نامرد اور بزدل پیدا ہوتی اور کار رسالت ادا نکر سکتی کیونکہ اسکام کے لئے ہمت عالی اور شجاعت تامہ کی ضرورت ہے نامردون سے ایسے بڑے کام جسمین ایک جہان سے مقابلہ اور عداوت کہڑی ہو۔ نہین ہوسکتی باقی رہا صورت ملکی سی خوف کہانا وہ حضرت مریم سے کیا بڑے بڑے مردون سے ہی مستبعد نہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک حضرت جبرئیل کی صورت ملکی سے مرعوب ہوگئے تھی اور کسیکا تو کیا ذکر ہے علاوہ برین یہہ قصہ اکثرون نے سنا ہوگا کہ وقت جماع کسی عورت کو سانپ نظر پڑگیا تہا بچہ جو پیدا ہوا تو سانپ ہی کی شکل تہی بالجملہ بوجہ تفاوت احوال معلومہ یہہ ہی ممکن نہین کہ غلام کی طرح نوبت بنوبت ہر خاوند کے پاس رہا کری کیونکہ عورت کے لئے اگر یہہ امر تجویز کیا جائے تو مقتضائے انصاف یہہ ہے کہ خدمت فراش یعنی وقاع وجماع کی مقدار قدر نوبت مقرر ہو اور بہت حد از کرو تو ایک شب رکہلو اسلئے کہ عورت کو متعلق یہی خدمت ہے اور اس خدمت کے ادا کرنے مین اتنی ہی دیر کافی ہے اور اس باب مین غلام پر قیاس ممکن نہین اسلئے کہ خدمت غلام کوئی امر معین نہین جو اسکی مقدار تعیین نوبت مین ملحوظ رہے اسلئے وہان وہ زمانہ جسمین خدمت متعلقہ تمام شرکاء کی نزدیک ادا کرسکے معین ہوگا علے ہذا القیاس مردونکی نوبت پر ہی قیاس نہین کرسکتی کیونکہ کم سے کم ایک شب ہی مقرر ہوا اسلئے کہ غرض اصلی یعنی جماع جو تعیین نوبت سے مقصود ہے مرد کی ایسے اختیار مین نہین ہے کہ جب چاہے سبکدوش ہوجائے کم سے کم ایک شب مین البتہ اسکی وقوع کا احتمال ہے یہی وجہ کہ عدل کے لئے جماع ضرور نہوا ہان خدمت فراش البتہ عورت کی ہر وقت اختیار مین ہے باینہمہ عورت قبل ظہور حمل اگر دو مرد کی پاس رہے تو یہہ تعیین نہین ہوسکتی کہ یہہ حمل کسکا ہے اور بعد ظہور حمل اگر دوسرے کے پاس جائے تو اوس کی نطفہ کی اختلاط کی وجہ سے پہر وہی صورت ابتر

ف علاوہ ازین مرد کو ہر وقت قدرت علے الجماع ہوتی معلوم اور عادت الجماع کا ہر لحظہ احتمال اور بقدر حاجت بدون عورت رفع ہونی محال یعنے مثلاً اگر غلام ہو تو بہی سے غلام وہ کار و بار اپنے آقا کے سب ہی انجام دے سکتا ہے اور جماع مین یہہ بہی مقصود نہین تو ان دونو مین فرق ہی مترتب ہو وہ مین خلاف مصلحت ہوتی ۱۲

پیدا ہوتی ہے دو دو بچے پیدا ہوتے ہین تو تعیین مشکل ہوجاتی ہے اور اتنا زمانہ دراز نوبت کے لئے مقرر کیاجاے کہ ایک کا نطفہ دوسرے کے نطفہ کے ساتہہ مختلط نہوسکے تو یہہ وقت تو کہین نہین گئی کہ کسی وقت رحم زن نطفہ کو قبول کرتا ہے کسی وقت نہین کرتا اور کرتا ہے تو کسیوقت کیفیت صالحہ عارض حال زن ہوتی ہے کسیوقت کیفیت فاسدہ لاحق حال ہوجاتی ہے۔ اور درصورت وحدت مرد و تعدد زنان یہی اگرچہ یہی احتمال ہے مگر چونکہ وہ صاحب حرث ہے تو اگر وہ وقت کیفیت صالحہ عورت کے پاس نہ جائی تو کچھہ اپنا ہی نقصان کرے گا کسی دوسرے کا حق تلف نکرے گا جو گنجایش اعتراض ہو جب یہہ سب باتین ذہن نشین ہوگئین اور وجہ ممانعت تعدد مرد و وحدت زن معلوم ہوگئی تو یہہ بہی عرض کرنا مناسب سمجہا کہ ایام عدت وفات و طلاق مین جو نکاح ممنوع رہا تو اسکی وجہہ یہی ہے کہ اگر ساعت دو ساعت پیشتر مرگ و طلاق سے باہم جماع کا اتفاق ہوا ہو اور بمجرد وفات زوج و طلاق پہر دوسرے سے نکاح کرکے جماع کی نوبت آئی تو وہی خرابی لازم آئیگی جو وقت واحد مین کئی خاوندونکے ہونے مین متصور رہی کیونکہ وہان بہی وقت واحد مین تو دونون کا جماع متصور ہی نتہا ساعت دو ساعت کے فاصلہ کی ضرورت بالضرور تہی جب باوجود اس کے خرابیہاء مذکورہ لازم آتی تہین تو یہان کیون نہ لازم آئینگی اس تقریر سے یہہ بہی واضح ہوگیا کہ بیان محرمات مین لفظ محصنات کو کیون اختیار کیا لفظ منکوحات یا لفظ متزوجات وغیرہ الفاظ والہ علی النکاح مین سے کوئی اور لفظ کیون نہ اختیار فرمایا یعنی اگر والمحصنات نفرماتی بلکہ والمنکوحات یا والمتزوجات فرماتی تو معتدہ خاصکر معتدہ وفات یا معتدہ طلاق مغلظہ کو یہہ لفظ شامل نہوتا اور پہر بدلالت واحل لکم ماوراء ذلکم معتدہ سے نکاح کرنا حلال ہوجاتا مگر جن خرابیون کے باعث حیات زوج اول یا نکاح زوج اول کے وقت نکاح ممنوع تہا وہ سب خرابیان اس نکاح مین لازم آئین الغرض لفظ والمحصنات کی اختیار فرمانی کی یہہ وجہ ہے کہ حرمت نکاح معتدہ کی طرف بہی اشارہ منظور رہے تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ لفظ حصان بمعنی حفظ آتا ہے سو یہان بوجوہ مذکورہ بالا یہہ غرض ہے کہ خاوند اپنی عورت کو غیر مرد سے محفوظ رکھے اور جو وہ نہو تو جیسے فرض کیجئے مرگ آدبائی تو اسکی کس کو اور خویش و اقرباء حافظ ننگ و ناموس ہین مگر چونکہ بناء حفظ ننگ و ناموس پاس نسب ہوتا ہے تو اگر بعد موت زوج اول یا طلاق زوج اول عورت ایک ساعت کی بعد ہی بچہ جن اوٹہی تو اب حفظ ننگ و ناموس کی کچھہ ضرورت نرہی

کیونکہ اب اختلاط نسب متصور نہین اسلئے اُس صورت مین بمجرد وضع حمل اسکو اختیار دینا مناسب
سمجھا اور یہہ ارشاد ہوا واولات الاحمال اجلہن ان یضعن حملہن ہان اگر حمل کے ہونے نہونے مین
اشتباہ ہوا ورکیسکی زوجہ کی نسبت ہردم یہ اشتباہ رہتا ہے ہی کیونکہ اول علوق مین تو جانورون مین
تمیز حمل ہو نہ آدمیون مین تو اُس صورت مین انتظار ظہور حمل مناسب تہا اسلئے عدت بیوہ دسدن
چار مہینے مُقرر ہوئی وجہ اسکی یہہ ہے کہ اس مدت مین حمل ہوگا تو خود ظاہر ہوجائیگا کیونکہ موافق۔
احادیث صحیحہ چالیس دن تک نطفہ بصورت نطفہ باقی رہتی ہے اگرچہ اول وآخر وقت مین فرق بین
وآسمان ہو الغرض جیسی خون سیاہ وسُرخ وزرد مین باوجود تفاوت الوان وہ بات مشترک ہی جسکی
باعث اُسکو خون کہی جاتے ہین ایسی ہی نطفہ پر روز اول اور رنگ ہوا ور چالیسوین دن اور رنگ
ہو باایہمہ کوئی ایسی بات باہم مشترک ہوتی ہو جسکے سبب اسوقت تک نطفہ ہی کہہ سکتے ہین علقہ یا مضغہ
نہین کہہ سکتی ہان دوسرے چلے مین وہ حالت اُسپر عارض رہتی ہو جسکے سبب علقہ یعنی خون کا لوتھڑا
اسکا نام ہوجاتا ہے پہر تیسرے چلے مین مضغہ ہوجاتا ہے اور چالیس دن تک مضغہ رہتا ہے بعد تیسرے
چلے کے پوری ہوجانے کی نفخ روح کی نوبت آتی ہے مگر اول اول جان پڑتی ہے تو نہایت درجہ کی
ناتوانی ہوتی ہے حرکات کی طاقت کہا کسیقدر عرصہ کے بعد حرکات ظاہر ہونے لگتی ہین سو تین چلونکے
تو پورے چار مہینے ہوئے ربع چلہ بغرض ظہور حرکات اور بڑہا لیا تاکہ حمل کے ہونے مین کوئی شبہ باقی نرہے
یعنی جب مقدار شکم زیادہ ہوگئی اور حرکات نمایان ہوئین تو پہر یہہ ہی احتمال نہین ہو سکتا کہ استسقا
یا رجا وغیرہ امراض ہون ہان اگر اتنے عرصہ مین ہی حمل ظاہر نہو تو پہر یقین کامل ہوگیا کہ حمل زوج
مردہ نہین جو اُسکی ننگ وناموس کو ملحوظ رکہین اور نسب کے حفاظت کیجائی اس لئے یہہ ارشاد ہوا
فاذا بلغن اجلہن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن بالمعروف۔ اس تقریر سے فائدہ لفظ تیربصن
بہی ظاہر ہوگیا اور مفعول تیربصن بہی معلوم ہوگیا یعنی غرض اس لفظ سے یہہ تہی کہ جن عورتونکے
خاوند مرجائین وہ عورتین دس دن چار مہینے انتظار کیا کرین سو اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ انتظار
ظہور حمل مقصود ہے تاکہ حمل ظاہر ہوجاے تو وضع حمل تک اور کسی سے نکاح نکیا جاے اور اور ظاہر نہو
تو عورت کو اختیار دیا جاے۔ الغرض لفظ تیربصن کے ساتہہ فاذا بلغن اجلہن کو ملائیے تو یہہ مطلب نکل آتا
ہے کہ اگر پوری چار ماہ دس روز انتظار ہے مین گذر جائین تو پہر عورت کو اختیار ہے مگر انتظار اُسحالت کا نام

ہے جس مین اُس چیز کے ہونے نہونے کا یقین نہو جسکا انتظار سو پورے دس دن چار ماہ تک انتظار بھی متصور ہے کہ
آخر ساعت تک یقین حمل نہوا ہو اور درصورتیکہ حمل کا یقین پہلے ہی ہو چکا تو اب اس حالت کو تربص بمعنی انتظار
نہین کہہ سکتے جو موافق فاذا بلغن اجلہن ایسی حالتمین بعد چار ماہ دس روز کی اجازت نکاح ملجاے بلکہ اسوقت وہ
عورت منجملہ واولات الاحمال اجلہن ان یضعن حملہن سمجہے جائیگی اس طور پر آیۃ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا
یتربصن بانفسہن اربعۃ اشہر وعشرا اور آیتہ واولات الاحمال اجلہن ان یضعن حملہن مین کچہہ تعارض نرہا اور آیتہ
فاذا بلغن اجلہن مین جو لفظ بالمعروف موجود ہے اُس کا فایدہ بہی معلوم ہو گیا یعنی مدت معلومہ کے بعد باوجود
ظہور حمل اگر عورت نے کسی سے نکاح کر لیا تو بوجہہ مذکور یہہ نکاح بھی معروف نہ سمجہا جائیگا مگر چونکہ وجہ تربص
بعد موت زوج فقط انتظار حمل ہی تہا اور وجہ تربص بعد طلاق انتظار رضاء زوج بہی ہے تو عدت وفات مین تو
حمل کے چہپانے نہ چہپانے مین جدا گانہ کچہہ ارشاد نفرمایا کیونکہ یہان تو خود ظہور حمل ہی کا انتظار مقصود ہے
ادہر دس دن چار ماہ ایک مقدار معین ہے جسمین کمی بیشی مقصود نہین یہہ کیا حاجت جو بروے احتیاط اور
تاکید کی جاے اور عدت طلاق کے ذکر کے بعد یہہ بہی ارشاد کر دیا ولایحل لہن ان یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامہن ان
کن یومن باللہ والیوم الآخر کیونکہ انتظار حمل کے سوا یہان انتظار رضاء زوج بہی ہے ادہر طہر وحیض داخل
تو منجملہ امور مخفیہ دوسرے ان کے لئے کوئی مقدار معین نہین موافق بعض مذاہب اونتالیس دن مین تین
حیض متصور ہین اور اسقدر مدت مین حمل اوروں پر خوب ظاہر نہین ہو سکتا غرض انتظار ظہور حمل ہی مقصود
تہا جو یہان مدت دربارہ ممانعت خفاء کافی ہو جاتی ادہر بوجہ خفاء امر طہر وحیض وعدم تعیین مدت چہپا لینے کا
احتمال تہا اسلئے یہان تصریح ارشاد کی ضرورت ہوئی باقی رہی یہہ بات کہ عدت طلاق مین انتظار رضاء
بہی مقصود ہوتا ہے اور عدت وفات مین فقط انتظار حمل ہی یہہ خود ظاہر ہے رجعت کا طلاق مین مقرر ہونا اور
بے نکاح زوج کو زوجہ پر تصرف کر لینا خود اس بات کی دلیل ہے کہ نکاح بالکل منقطع نہین ہوا اور
کیون ہو حقیقت نکاح تراضی طرفین تہی اور بناء تراضی اتحاد نوعی اور احتیاج طرفین جو ایک کو دوسرے
سے لگے ہوئی تہی پہر احتیاج بہی ایسی ویسی نہین بلکہ اس احتیاج کی نوبت یہان تک پہونچی کہ مرد مظہر
کمال محبت بنایا گیا اور عورت مظہر جمال محبوبیت بنائی گئی تاکہ احتیاج اپنے کمال کو پہونچ جائے کیونکہ اس سے
بڑہکر احتیاج کی کوئی صورت ہی نہین کہ ایک عاشق ہو تو ایک معشوق ہو اور اہل فہم جانتے ہونگے کہ جذب محبوب
جذب محب سے کہین زیادہ ہے اس صورتمین یہہ کب ہو سکتا ہے کہ محبت محبوب بہ نسبت محب کم ہو ورنہ ضعف جذبہ

جو آثار طلب محبت مین ہے ہے ادہر ہوتا اودہر ہوتا اس صورتمین محب محبوب محبوب بیکدگر ہونگی اور محتاج
بیکدگر مگر سوا اسکے اور احتیاجین یا اسکی برابر ہون گے یا اُس سے کمتر وجہ اسکی یہہ ہے کہ بناء احتیاج محبت
پیر ہیا تو ہو یعنی عدت طلاق رجعی مین انتظار حل رضا اگر بواسطہ محبت ہے تو وہ احتیاج عشق کی ہموزن ہے بلکہ خود عشق
ہے اور اگر بواسطہ ہی جیسی روپیہ وغیرہ وسایل وذرایع رزق کی محبت جو بذاتہ خود فرض کرو محبوب ہی یا متعلق
اشیاء محبوبہ ہی کی محبت تو وہ اُس سے کمتر بہرحال احتیاج عشق ومحبت حال سے بڑہکر کوئی احتیاج نہین اور
بناء طلاق ناخوشی اور شکر رنجی معاملات خانگی پر ہے اور ظاہر ہے کہ اتحاد نوعی اور محبت عشقی کوئی امر ناپائدار
نہین جو یون کہئی کہ آج ہی کل نہین ہان شکر رنجی معاملات بشتر ایک امر ناپائدار ہوتا اُس لئی انتظار رضا
نکاح ثانی کے لئے ضرور ٹہیرا بالجملہ تقرر رجعت جو عدم انقطاع نکاح پر دلالت کرتاہے ضرورت انتظار رضا
کے لئے دلیل کامل ہے ہان جب دوبار یا تین بار پاک صاف ہوکر لباس وزیور سے آراستہ ہوکر عورت پیش
نظر رہے اور پہر بہی زوج کو ادہر کو التفات نہوا تو یون کہو یہہ ناخوشی دلی تہی اور یہہ نفرت تہ دل کی تہی
جو باوجود اس بہلانے کی کچہہ خیال نہ آیا الغرض عدت طلاق مین ایسی مُدت مقرر کی گئی جسمین حفظ نسب بہی
ہاتہہ سے نجائے اور نوبت تا مقدور مفارقت کی بہی نہ آئی جو مخالف اصل طبیعت اور منجملہ ابغض المباحات ہی
وجہ ثانی کا اس حکم مین ملحوظ ہونا تو آشکارا ہوچکا پر حفظ نسب کی کیفیت بیان کرنی ضرور ہے حالت حمل
مین سب جانتے ہین کہ حیض بند ہوجاتاہے اس لئی اون ایام کی خونکو اگر اتفاق سے آجائے تو حیض مین شمار
نہین کرتی مرض استحاضہ مین محسوب ہوتاہے سو جب مکرر سکرر حیض آیا تو احتمال حمل اصلا نرہا باینہمہ تقریباً
یہہ مدت بہی دس دن چار مہینے کی قریب آپڑتی ہے کیونکہ اکثر عورتونکی عادت یہی ہے کہ مہینے مین ایکبار آئے
اور زیادہ سے زیادہ دس دن آئے سو اگر شروع طہر مین کسینی اپنے زوجہ کو طلاق دی تو ایک ایک ماہ کی
تین طہر اور تین حیض کا ایک ماہ ہوا جسکا ماحصل وہی چار مہینے مگر چونکہ خاوند یہان زندہ ہے اور اسکو
سب سے زیادہ اپنی نسب کی رہنی بگڑنے کا خیال ہے تو اُس قسم کی احتیاط عورت کو کرنی ضرور ہوئی جس
قسم کی احتیاط عدت وفات مین ضرور تہی جو اور دس روز کا بہی حساب لگایا جاتا اب شاید یہ شبہ باقی ہو کہ طلاق
مغلظ مین تو احتمال رجعت باقی نہین پہر یہہ عدت کاہیکے لئے ہے اسکا جواب یہہ ہے کہ چار ماہ دس روز
بغرض کمال احتیاط مقرر ہوئے تھے اور وجہ اس احتیاط کی یہی تہی کہ صاحب نسب تو مر گیا دوسرون کو ایسا
کیا خیال ہوگا اور نہ حیض اس امر مین کافی تہا کیونکہ حیض کا آنا خود حاملہ نہونے کی دلیل ہے سو جب طلب

نسب زندہ ہو تو پہر اس احتیاط کی کیا ضرورت وہ خود تحقیق کرتا رہیگا ہت ہوگا تو یہہ ہوگا کہ دو باتون
مین ایک ہی خود محتاج الیہ سی بواسطہ محبت ہویا بواسطہ اور انتظار تہا دونون ہی طلاق مغلطہ مین فقط انتظار چلی
لیے رہیا بلکہ غور سے دیکہیے تو یہان انتظار رضا کی بدلے ایک اور غرض ساتہہ لگ گئی ہے وہ کیا زوج کا جلانا
یعنی جب طلاق ثالث کے بعد عورت نے مکرر لیہایا تو اگر اسکو کچہہ بہی محبت ہوگی تو اب بجز سوز وگداز اور کیا
ہاتہہ آئیگا اپنے جی مین جل بہنکر رہجائے گا اور اُس کا یہہ اضطراب وقلق اور یہہ سوز و گداز آگی کو تو اسکی یون
کام آے گا اور عورت کے ساتہہ ایسا معاملہ نکرے گا اور اور دنکو یون مفید ہوگا کہ اونہین بہی اپنی دن نظر
آئین گے اور عبرت پکڑکر ایسے خیالات سے باز رہین گے بہر حال طلاق خلاف مرضی خداوندی تہی اس لئے
یہہ جرمانہ مقرر ہوا سو یہہ بات حیض وطہر ہے کی ساتہہ خوب مربوط ہے دس دن چار ماہ کو اس سے علاقہ نہین
کیونکہ اس عدد کو بہانے مین کچہہ دخل نہین علاوہ برین کسی طلاق کا ثانی یا ثالث ہونا ایک امر اضافی ہے
بلحاظ ماقبل یہ وصف اسپر عارض ہوتا ہے ورنہ فی حد ذاتہ اول اور دوم اور سوم سب برابر ہین اور عدت مذکور
حسب بیان بالا طلاق کی مقتضیات ذات مین سے ہے یعنی یہہ انتظار رضاء بوجہ اتحاد نوعی محبت باہمی وقت
ناخوشی قابل لحاظ تہا اور حرمت مغلظہ بوجہ امر اضافی مذکور عارض ہوئی اس لئی عدت جون کی تون رہی
کیونکہ مقتضیات ذات عوارض خارجیہ کے باعث زائل نہین ہوسکتی ہان جیسے نور شمس وقت کسوف زائل
نہین ہوتا چاند کی اوٹ مین مستور ہوجاتا ہے لوازم ومقتضیات ذات بہی عوارض خارجیہ کی آڑ مین مستور ہوجاتے
ہین اور اپنا اثر نہین کرتی سو یہان بہی بعینہٖ یہی قصہ ہے کہ عدت وہی کی وہی رہے پر فائدہ عدت متفرع
نہوا یعنی انتظار رضا بیکار گیا اور زوج اول کے ہاتہہ پلے کچہہ نہ پڑا بالجملہ حالت عدت مین خاصکر عدت وفات
اور عدت طلاق مغلظہ مین نکاح باقی نہین رہتا اگر رہتا ہے تو اُس کا اثر یعنی احصان باقی رہتا ہے سو اگر لفظ
والمحصنات نفرماتی بلکہ والمتزوجات یا والمنکوحات فرماتے تو با شارہ واحل لکم ما وراء ذلکم معتدہ طلاق
مغلظہ اور معتدہ وفات دونون حلال سمجہی جاتین پر علت حرمت جون کی تون باقی رہتی چنانچہ بخوبی واضح
ہوگیا اس لئے جناب باریتعالے نے لفظ والمحصنات اختیار فرمایا اور سوا اسکے اور خدا جانے کیا کیا حکمتین ہونگی
لیکن جب وجہ اختیار لفظ والمحصنات معلوم ہوگئی اور معنی احصان بخوبی ظاہر ہوگئے تو اب التماس دیگر یہہ
ہے کہ یہی وجہ اور یہی معنی واحل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین مین ملحوظ رکہنی چاہیین
بلکہ یہان یہہ لحاظ بدرجہ اولی ضروری ہے۔ اسلئے کہ غیر مسافحین بہی یہان تو ساتہہ لگا ہوا ہے جسکی یہہ معنی ہین

کہ شہوۃ رانی مقصود نہو غرض یہان احصان مذکور زیادہ تر ملحوظ رکہنا ضروری ہے اور باوجود اس دلالت سیاق
اور تاکید غیر مسافحین اگر احصان بمعنی مذکور ملحوظ نہو تو یون کہو کہ منکوحات امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم نجملہ
والمحصنات نہون اور سوا اون رشتہ دارون کے جنکے ساتہہ نکاح کرنا حسب ارشاد سابق حرام ہو چکا ہے
اور سبکو منکوحات اُمت محمدیہ سے حالت نکاح اول مین بہی نکاح درست ہو نعوذ باللہ منہا ہان اگر احصان
کے یہہ معنے نہوتی اور وجہ امر احصان یہ نہوتی جو بندہ کمترین عرض کر آیا ہے تو البتہ کسی صاحب کو مجال ومقدور
بہی تہی مگر قطع نظر اسبات کی کہ اشارہ حفظ نسب جملہ احکام متعلقہ نکاح سے مترشح ہے چنانچہ معروضات
سابقہ اس باب مین کافی ہین اور وہ اشارات ارادہ معنی معروض پر مثل آفتاب روشن دلالت کرتی ہین اور
کوئی معنی یا وجہ اگر حکم احصان کے لئے تجویز کی جاوے تو بجز اسکے اور کیا ہو کہ وجہ احصان انتساب فیما بین ہو
یعنے عورت کا مرد کے نام لگ جانا موجب حکم احصان ہوا اور تفسیر احصان غیرت جاہلیت اہل ہند ہو یعنی تمام
عُمر کی عدت عورتونکو ذمہ پڑی سو ایسے مضامین کے تسلیم کرنے کے لئے عقل جاہلانہ اور مذہب ہندوانہ کی ضرورت
ہے اہل اسلام کو ایسے خرافات سے کیا مطلب کون نہین جانتا کہ باندی غلام بلکہ اور اموال مملوکہ بہی بعد
مرگ مالک اُسکے ملک سے خارج ہوجاتے ہین اجارت بعد موت متاجر فسخ ہوجاتے ہین سو ملک منافع بضعہ یا
اجارہ نکاح ایسا کیا پائدار اور مستحکم ہے جو بعد مرگ بہی باقی رہے ادہر طلاق خود قطع نکاح کے لئے موضوع نہایت
کار ایکوار مین عقدہ نکاح منقطع نہو تین بار مین منقطع ہوجائے آخر کلاڑا تیشہ وغیرہ آلات نجار بہی جو قطع
اشجار وغیرہ کے لئے موضوع ہوئی ہین ایکبار اور ایکوار مین تو نہین قطع کر دیتی بالجملہ طلاق تو قطع نسبت
عقد کے لئے موضوع ہے اور موت اگرچہ بالذات قاطع نسبت نہین پر قاطع رشتہ حیات منتسبین ہے مگر منتسبین
یا احد المنتسبین نہون تو نسبت منقطع کیا معدوم ہی ہوجائیگی اس صورت مین بقاء علاقہ نکاح کی تو کوئی
صورت ہی نہین ہان یون کہئی کہ جیسے ظروف مبیعہ مین بایع کا روغن یا شہد و شیر وغیرہ مثلاً رکہا ہوا
ہو اور اسوجہ سے مشتری اپنا روغن وغیرہ تا وقتیکہ وہ ظروف خالی نہو لین اونمین ڈال نہین سکتا کیونکہ
ڈالدی تو اتلاف حق غیر اور افساد حق غیر لازم آتا ہے یعنی بعد اختلاط تمیز حقوق مشکل ہے ایسی ہی تا بقاء
حمل زوج اول زوج ثانی زراعت ولد یعنے جماع جس مین القاء تخم ولد یعنی نطفہ ہوتا ہی نہین کر سکتا
ہان مگر اتنا فرق ہے کہ روغن و شیر وغیرہ کا ہر تنوت مین رکہنا کوئی خواہش طبعی اور لذت قلبی نہین جو بعد یا
قبل استفراغ ظروف اندیشہ اختلاط ہو ادہر روغن و شہد وغیرہ ایسی اشیاء نہین کہ سواء ظرف اول بنقصان

اور کسی طرف.   منتقل ہے ہوسکین باانیہمہ قطع نظر تعلق حق غیر سے روغن وشیر وغیرہ ایسی اشیا نہین
کہ زمین پر گرا دیجے تو یہہ گرا دینا اُسکے حق مین کوئی ظلم وستم سمجہا جاوے اسلئے قبل استفراغ یعنی خالی کرنیسے پہلے
اُنکی بیچ مین کوئی نقصان یا اندیشہ نہ تہا البتہ قبل وضع حمل اگر نکاح تجویز کیا جائے تو یہہ ساری خرابیان
موجود ہین نہ یہہ ہوسکے کہ شکم زوجہ سے نکالکر کسی اور شکم مین رکہدین نہ یہی ہوسکے کہ اگر زوج اول اپنی حمل کے
نکلوانے مین دیر کرے تو زمین ہی پر گرا دیجے کیونکہ قطع نظر حق زوج اول سے حمل کا گرا دینا بھی تو منجملہ خون ہے
جو اول درجہ کا ظلم ہے باانیہمہ یہہ زراعت یعنی القاء تخم نطفہ جو بوسیلہ جماع ہوتا ہی ایسی خواہش غالب اور
لذت عجیبہ ہے کہ بعد قدرت صبر قریب محال ہے اسلئے ایسی وقت مین اجتناب زنا کی وہ فضلیت مقرر ہوے کہ
کیا کہئے باین نظر نکاح ہی ایسی اوقات مین ممنوع ٹہیرایا گیا نہ یہ کہ بقاء نکاح مانع نکاح ثانی ہے اور ظاہر ہے
کہ بعد انقطاع نکاح اول سواء اندیشہ اتلاف حق غیر یا افساد حق غیر دوسرون سے نکاح کا ممنوع ہونا
ایسا ہی ہے جیسا بعد انقطاع علاقہ ملک کسی غلام باندی کا کسی سے عقد اجارہ خدمت کا ممنوع ہونا سو جیسا
اسکو کوئی عاقل تجویز نہین کرسکتا ایسی ہی قطع نظر اتلاف وافساد حق غیر سے بعد انقطاع نکاح اول ممانعت
نکاح ثانی کوئی تجویز نہین کرسکتا ورنہ قطع نظر مخالف ہدایت کے پہر عدت ہی کی کیا تخصیص تہی مثل
لوگان ہند ساری عمر ہی نکاح ممنوع ہونا تہا بہرحال سواء اندیشہ اختلاط نسب وجہ ممانعت نکاح وقت
نکاح اول یا وقت عدت اور کوئی امر نہین اسلئے ایسی نکاح کی تحریم کی وقت ایسا لفظ جامع اختیار
کیا جو اسوجہ مشترک پر دلالت کرے اور پہر اُسکے بعد احل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر
مسافحین ارشاد کیا تا کہ یہہ معلوم ہو جاے کہ جو عورتین باقی رہین وہ کیف ما اتفق حلال نہین بلکہ بشرط
احصان ہی حلال ہین ورنہ موافق قاعدہ مذکورہ لازم آتا ہے کہ منکوحات اہل اسلام اور نیز
حرام نہون کیونکہ جب احصان ملحوظ نرہا تو وہ منجملہ محصنات نہو وین سو جو لوگ ایسے ہون کہ اون سے
کوئی رشتہ موجب حرمت منجملہ رشتہاء مذکور الصدر نہو اُن سے نکاح حرام نہو مگر جب معنی احصان
بعد تفسیر احصان یہہ ٹہیرے جو اوپر معروض ہوئی تو نکاح متعہ حلال نہین ہوسکتا کیونکہ وہان شہوت رانی
مقصود ہوتی ہے احصان مقصود نہین ہوتا اگر احصان مقصود ہوتا تو عدت ضرور مقرر ہوتی کیونکہ
مدت متعہ خاوند جماع کا مجاز ہے اور کیون نہو عورت کو اور نوکری کلا سیکی نہ رکہا ہے اور جب آخر
وقت مدت متعہ مین جماع کی نوبت آئی تو پہر احتمال حمل باقی ہے اس صورت مین عدت کا مقرر ہونا

ضرور تہا حالانکہ باقرار شیعہ متعہ مین عدت نہین ہوتی اور کلام اللہ مین اُسکی عدت کا کہین مذکور یعنی
جیسی عدت طلاق اور عدت وفات جدی جدی کلام اللہ مین مذکور ہین عدت متعہ جداگانہ کلام اللہ
مین کہین مذکور نہین الغرض نہ شیعہ اسبات کے قایل ہین کہ عدت متعہ مثل عدت طلاق یا عدت وفات ہی
اور نہ کلام اللہ سے اسکا کہین پتا نکل سکتا ہے اور یہہ عدم عدت متعہ بروے عقل ہی دیکہئی تو بجائے
خود ہی کیونکہ یہان نکاح متعہ وقت اختتام مدت تمام ہو چکا اور ظاہر ہے کہ کسی شی کی تمام ہو جانے
کے بعد اُسکے آثار باقی نہین رہ سکتی ہان انقطاع شے کی بعد وہ آثار جو بوسیلہ اتصال ظاہر ہوتی تھی
کسیقدر باقی رہتی ہین مثلاً ایک تو درخت کا تمام ہو جاتا ہے اس صورت مین تو آثار نمو وہی مثل تازگی وغیرہ
ختم ہو جاتی ہین ایسلیے اگر شاخ درخت سے ملی ہوئی کوئی چوب خشک رکہی ہوئی ہو تو آثار نمو یعنی تازگی
اُسمین نہین جاتی اور اگر درخت کو یا اُسکی شاخ کو قطع کر دیجئی تو وہ تازگی جو اوپر کے کی ٹکڑے کو بوجہ اتصال
نیچے کی طرف سے پہونچی تہی کسیقدر دیر تک باقی رہتی ہے اور پہر ایک زمانہ معین کے بعد مبدل بخشکی ہو جاتی ہے
سو ایسے ہی نکاح حلال اور متعہ مین فرق ہی متعہ مین تو ملک منافع اختتام کو پہونچ جاتی ہے اور طلاق
و وفات مین ملک نکاح منقطع ہو جاتی ہے اگر ان دونون کی نوبت نہ آئی تو نکاح کے بقاء مین کوئی شبہ
نہین اور متعہ مین ظاہر ہے کہ طلاق دو یا نہ دو مرد یا نہ مرد بعد اختتام مدت مثل دیگر اجازت تمام لازم آ
ہے سو یہ عدم جواز نکاح ثانی جو آثار و لوازم نکاح اول مین سے تہا نکاح متعہ مین باقی رہی کیونکہ
ہان اگر نکاح حلال کے انقطاع کے بعد جو کسیقدر باقی رہی تو بجاے خود ہی اس صورت مین اگر کوئی
شیعہ بوجہ دور اندیشی آج استبراء کی پخ بہی لگائی تو اسکا کیا جواب دینگے کہ یہان استحقاق استبراء
زوج اول کو باقی نہین کیونکہ اُسکا حق تمام ہو چکا منقطع نہین ہوا اگر منقطع ہو جاتا تو مضائقہ
ہی نہ تہا غرض نہ نکاح اول باقی ہے نہ اثر نکاح اول پہر استحقاق زوج اول ہی کیا ہی جو تا
سے معاملہ نہو سکے ہان اگر ممانعت نکاح محصنات کی علت سوا پاس زوج اور کوئی امر ہوتا
مضائقہ ہی نہ تہا مگر ناظران تقاریر گذشتہ پر یہ بات بخوبی واضح ہے کہ یہہ ممانعت بی شک بوجہ
ہی اور کیون نہو ازواج متعدد ہون تو شہوت رانی مین چندان حرج نہین تو لد اولاد مین کچھ
نہین اگر شہوۃ رانی کو تعدد ازواج مانع ہوتا تو رنڈیون کی دوکان کاہیکو چلتی تو لد اولاد
[illegible] کا خیال [illegible] تو غلط ہان [illegible] ایک زوج ہو تو یہہ بہی احتمال ہے کہ عنین

اُس کا نطفہ صالح نہو متعدد ہوون تو یہہ احتمال بہی اوٹہہ جاتا ہے غرض تکثیر بنی نوع اور تکثیر نسل حضرت آدم مین یہہ امر خارج نہین ہان بنی آدم بوجہ اتلاف و افساد حقوق یقینی تہا اسلئے ممنوع ٹہیرایا گیا باقی رہا باندیون پر قیاس کرنا اس سے بہی بڑہکر جہالت ہے کیونکہ وہان نکاح زوج اول یعنی کا فر تمام نہین ہوتا علے ہذا القیاس ملک مالک اول تمام نہین ہوتے یہہ دونون منقطع ہوجاتے ہین اگر تمام ہوتی تو بے احراز یا بیع بہی وقت معلوم پر زوج اول اور مالک اول سے زنان معلومہ جدی ہوجایتن اور جب انقطاع ٹہیرا تو اب عدت بوجہ مذکور بجای خود ہے مگر چونکہ بشہادت آیۃ فان آتین بفاحشۃ فعلیہن نصف ما علی المحصنات من العذاب۔ جو چند آیتون بعد آگے موجود ہے یہہ بات معلوم ہوئی کہ احترام اماء مثل احترام حرایر نہین بلکہ باندیون کا احترام حرائر سے آدہا ہے تو عدت اور طلاق بہی اُنکی آدہی مقرر ہوئی کیونکہ یہہ دونون باتین بہی بوجہ احترام بہی مقرر ہوئے ہین یعنی باین نظر کہ اولاد حرائر زیادہ مرغوب و معزز سمجہی جاتی ہے تو انکی اولاد کا نسب بہی زیادہ قابل حفاظت سمجہا گیا اسلئے اونکے لئے پوری عدت مقرر ہوئی یعنی وہ مقدار مقرر ہوئی جو بشہادت عقل زیادہ سے زیادہ ہے مگر جب باندیونکی اولاد زیادہ معزز اور محترم نہوئی تو بقدر کمی احترام احتیاط اور حفظ مین کمی آئیگی سو وہ کمی چونکہ بقدر نصف تہی تو طلاق اور عدت مین بہی مثل عدد حدود تناصف لازم آیا اسلئے کہ علت تصنیف دونون جا موجود ہے یعنی تناصف احترام ہے باعث تناصف عذاب ہوا تہا قاعدہ ہے جنکا اعزاز زیادہ کیا جاتا ہے ادنہین سے مواخذہ بہی زیادہ ہوتا ہے۔ نزدیکان را بیش بود حیرانی۔ انسان کو ترک صوم و صلواۃ اور ارتکاب ظلم و فساد اور زناء اور شرب خمر وغیرہ پر عذاب ہوگا جانورونکو نہوگا وجہ کیا ہے یہی احترام و اکرام بنی آدم اور عدم احترام و اکرام حیوانات ہے اسیطرح تناصف احترام موجب تناصف طلاق اور تناصف عدت ہونا چاہئے ہان اتنا فرق ہے کہ ماہیۃ عذاب مشار الیہ یعنی حدود اگرچہ قابل تنصیف حقیقی نہین پر عدد عذاب یعنی حدود قابل تنصیف حقیقی ہے اس لئے تو سو درّے کی جا پچاس اور اسی کی جا چالیس مقرر ہوئی مگر طلاق کو دیکہا تو زمانہ باہیت طلاق قابل تنصیف ہے اور نہ عدد طلاق لایق تنصیف عدد قابل تنصیف نہونا تو اسکے طاق ہونے سے ظاہر ہے اور اگر کسیکو بوجہ تجویز کسور شبہ واقع ہو تو اُس کا جواب یہہ ہے کہ یہ کسور معدود مین ہوتی ہین عدد مین نہین ہوتی ورنہ وحدات یا احاد عدد وحدت و احد نہین مرکب اور متعدد ہوجائین اس سے زیادہ علماء کو ضرورت نہین اور کم فہم زیادہ بہی بدقت ہی سمجہین گے رہی ماہیت طلاق اُس مین تنصیف در کنار مطلق انقسام

صحیح ہے سو جیسے غسل وضو قابل انقسام نہین ورنہ آدہے وضو سے آدہی نماز صحیح ہو جایا کرتی ہی
اور آدہی غسل سی اُسکی متعلق آدہے کام نکل آیا کرتے ایسی ہی حیض وطہر کو ہی سمجہو سو جب اُن مین انقسام
ہی نہین تو اگر کہین نصف حیض یا نصف طہر لازم آئیگا تو سارا ہی حیض وطہر لازم آئیگا کیونکہ آدہا کہو یا
تہائی وجود مادہ پر دلالت کرتا ہے مگر مادہ چونکہ قابل انقسام نہین ادہر قلیل وکثیر پر اطلاق برابر درست ہی
تو آدہا ہی جب سارا ہوگا اور تہائی ہی جب سارا ہوگا اور استبراء بیک حیض جو بعد ملک باندیون کی باب مین
ضرور ہوا اور تین حیض رہی نہ دو تو اُسکی وجہ یہہ ہے کہ عدت طلاق مین فقط حفظ نسب ہی مقصود نہ تہا بلکہ
انتظار رضا زوج بہی ملحوظ تہا تو یہان انتظار تو ہی نہین اگر ہی تو فقط حفظ نسب ہے اسکے لئی ایک حیض کافی ہی
کیونکہ حیض آنا حمل کی نہونے کی لئی دلیل کامل ہی باایہمہ اندیشہ اتلاف یا افساد حق غیر نہین کیونکہ اگر حمل ہوا بہی تو
وہ بہی اپنی والدہ کے ساتہہ داخل ملک مالک ہو چکا اسلئے زیادہ احتیاط کی ضرورت نہوئی مگر بہرحال یہان بہی
انقطاع نکاح ہے اتمام نکاح نہین جو زن متعہ کو ملک یمین پر قیاس کرکے استبراء کا قایل ہوجئی اس تقریر سی شبہہ
بہی مرتفع ہو گیا کہ عدت متعہ کلام اللہ مین مذکور نہین تو کیا ہوا استبراء زن غنیمت اور باندیون کی عدت بہی
مذکور نہین کیونکہ یہہ سب کلام اللہ ہی سے ثابت ہوا باایہمہ ان وجوہ مین سے ایک وجہ بہی مذکور ایسی نہین جو زن
متعہ کو اوس وجہ سی ان احکام مین سے کسی مین شریک کر دیجئی اور نہ انشاء اللہ قیامت تک علماء شیعہ کو کوئی وجہ
مقتضی استبراء عقل ونقل سی ۲ ہاتہہ آتی کا رہی اور اس دین کو موافق اشارہ یعلمہم الکتاب والحکمت عین حکمت سمجہتی ہین
تو عدم وجوب استبراء کی قایل ہونگی اور پہر بوجہ عدم دخول فی المحصنت متعہ کی حرمت پر ایمان لاوینگے ورنہ وہ جانین
بالجملہ جملہ محصنین الخ اسپر شاہد ہی کہ وہ عورتین جنکو ماوراء ذلکم کہتی اگر حلال ہین تو بشرط احصان حلال ہین
اور ظاہر ہی کہ رعایت احصان اون عورتون کی محصنات بنادینے کو مقتضی ہی اور بالالتزام زن متعہ کی حرمت
پر دلالت کرتا ہے غرض یہہ مضمون ایسا عام نہین کہ زن نکاح اور زن متعہ دو تونکو شامل ہوا ور تفریع
فما استمتعتم بہ منہن از قسم بیان احکام خاص بعد ذکر العام ہو نہ اافسوس علماء شیعہ نے استمتعتم کی میم تا
عین کو تو دیکہا پر یہہ نہ دیکہا کہ اگر یہہ کلمہ متعہ پر دلالت کریگا تو یہہ قصہ ایسا ہو جائیگا جیسے کہا کرتی ہین
بیاہ مین بیچ کا لیکہا اول کلام معارض آخر کلام معارض اول کلام ہو جائینگے مگر ہان شاید علماء شیعہ نعوذ
باللہ نعوذ باللہ خدا کو بہی اپنی طرح دروغ گو سمجہتے ہین اور اپنی شرم اوتارنیکہ حافظہ نباشد کا الزام خدا کی
ذمہ لگاتے ہین سبحان اللہ اس خوش فہمی کی قربان جائے کہ میم نے عین کے بہروسے وسینو لسے اولجہنے کو تیار ہین

۲ ہاتہہ آتی بلکہ برعکس آرزو شیعہ وجوہ عدم استبراء عقل ونقل سی نمایان ہین سو اگر علماء شیعہ کو عقل ونقل سے

اگر ان خرابیون پر نظر نتہی جو مذکور ہوئین تو معنی لغوی استمتاع ہی کو دیکہنا تہا کہ کیا ہی بوستان گلستان
کے پڑہنے والی بہی اتنا تو جانتی ہین کہ یہ مادہ بمعنی انتفاع آتا ہی بوستان کا یہہ مصرعہ تمتع ز ہر گوشۂ یافتم علماء
شیعہ کو بہی یاد ہوگا اور استاد کی بتلائی ہوئی معنی بہی محفوظ ہونگی اگر لغات عرب اور محاورات کلام اللہ سے
جاہل ہی تو گلستان بوستان تو عربی کی کتاب ہی نہ تہی جیسی زبان اُردو مین عربی فارسی وغیرہ الفاظ داخل ہو گئے
ہین ایسی ہی حضرت سعدی کی زمانہ کی فارسی مین سیکڑون الفاظ عربی داخل ہو گئے تو منجملہ اُنکے لفظ تمتع بہی تہا اگر
اسی قرینہ سی یہ سمجہہ لیتی کہ لفظ استمتعتم بمعنی انتفعتم ہی تو کوئی بڑی بات نتہی مگر ہان یون کہئی ہو کون کو اور دو
چار روٹیان ہی سمجہہ مین آتی ہین جہان میم تی عین ہو وہان موافق آرزو پنہانی شیعونکی مرد و عورت کو متعہ
سمجہہ مین آتا ہے لیکن یہہ بات نہی تو اس مطلب کے لئی آیت فمن تمتع بالعمرة الی الحج زیادہ مناسب تہی اول
تو الی الحج بیان مدت اور تجدید زمانہ کے لئے عمدہ ماخذ تہا کیونکہ آیتہ فما استمتعتم بہ منہن فاتوہن اجورہن فریضہ
مین کوئی لفظ ایسا نہین جو تجدید مدت پر دلالت کرے اور متعہ کی لئی وجہ ثبوت بنجاتی اور اگر قراءت عبداللہ بن
مسعود مین الی اجل ہی بہی تو وہ لفظ مثل الی الحج متواتر نہین بلکہ قراءت شاذہ مین سی ہوا اور جب سُنیونکے
نزدیک وہ قراءت شاذ ہوئی تو پہر اُسکے بہروسے اُنکا الزام دینا شیعون کی خوش فہمی ہے دوسرے نکاح
اور متعہ مین اگر بظاہر ایک نوع کا تجانس ہی تو درحقیقت بون بعید اور فرق زمین آسمان ہی نکاح ایک ہو یا ہزار
نہ حضرت امام الشہداء امام حسین علیہ السلام کا رتبہ ملی نہ حضرت سبط اکبر امام حسن علیہ السلام کا درجہ
میسر آئے نہ حضرت امیر علیہ السلام کا مقام حاصل ہو نہ حضرت سرور عالم صلی اللہ وعلی الہ وسلم کا منصب
نصیب ہوا ور متعہ کا یہہ رتبہ کہ ایک کرے تو حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی مسند دبائی
اور دو کرے تو حضرت سبط اکبر کی گدی اڑائی اور تیسرا کرے تو پہر حضرت امیر علیہ السلام کی قدر و منزلت
مین شریک ہوا اور چوتھی مین خود حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سہیم ہو جاے اور پہر قیاس
کو دوڑائی تو حسب خیالات و افہام شیعہ پانچوین متعہ مین خدا ایکی اُمید کا موقع ہی تو ہر غسل مین یہ پاکیزگی
کہ ہر قطرہ جمیع یک ملک ہے جسکو سواء تسبیح و تقدیس ربانی اور کچہہ کام نہو اس صورت مین متعہ کا نکاح
کے ساتہہ پیوند ایسا ہی جیسا خراب مرد بازاری سے تاج شاہانہ کو سیدہی ہان اگر حج کعبہ سے متعہ کو جوڑئے
تو بروے باطن کو یہہ مناسبت کہ حج اگر موجب مغفرت معاصی ہی تو متعہ سرمایہ ترقی مدارج ہے وہ اگر
عنوان محبت ہے تو یہان مصداق محبوبیت تفصیل سی اجمال کی احکام حج اور فضایل متعہ سی عیان ہے

احرام سر و پا برہنہ نعرہ لبیک بر زبان حجر اسود کا بوسہ اور ملتزم کی ہم آغوشی اور کعبہ کا طواف اور کوچہ صفا مین
مارے مارے پہرنا رمی جمار یعنی ناصح نادان کو سنگ باران کرنا اور پہر آخر کار قربانی یعنی جان و
مال کو قربان کر دینا یہہ سب عاشقونکے کام ہین اور مقامات حسنین علیہما السلام اور مناصب حضرت
امیر علیہ السلام اور مدارج حضرت بشیر و نذیر علیہ وعلی الہ الصلواۃ والسلام مین سرمایہ محبوبیت اور ہر
نکاح مین بجز حصول اولاد و اقتضاء شہوت اور کچہہ منفعت دینی ہی نہ دنیوی اسلئے وہان اگر مہر مین زخارف
دنیوی مقرر کئی جائین تو بجا ہی پر متعہ جیسی افضل العبادات کو اجر مین مال و دنیا کا دینا لاریب بیجا تو ہین
ہے ہان جیسی نکاح مین ما وراء ذلکم فرمایا ہی متعہ مین اگر بالعمرۃ فرمائین تو البتہ کچہہ ٹہکانی کی بات ہی پہر اگر الی الحج کو
غایت تمتع نکہی بلکہ یہان تجدید عوض متعہ ہو یعنی عمرہ سے لیکر حج تک جو کچہہ ثواب اور برکات میسر آئین وہ سب
اجر و مہر متعہ قرار دیا جائے اور تجدید مدت مثل لفظ استمتعتم لفظ تمتع کے مدلولات مین سے رکہی تو گو تجدید
مدت متعہ کہین سے بتصریح ثابت نہو گی اگر ہو گی تو بدلالت وضع مادہ متعہ ثابت ہو گی مگر اس صورت مین
فضیلت متعہ کی طرف زیادہ تر اشعار ہو جائیگا اور ہر چند فما استیسر من الہدی کی وجہہ موجہ ہاتہہ آجائیگی یعنی
درصورتیکہ اس متعہ کو جو آیۃ فمن تمتع مین اسکی طرف اشارہ ہی متعہ حج کہی جیسا تمام امت کہتی ہی تو یہہ حکم
ہدی بوجہ شکر توفیق جمع عمرہ در حج سمجہا جاتا تہا اور جب اس متعہ کو متعہ زن قرار دیا جای اور اُسکی لئی اس قدر
ثواب و مدارج تجویز کئی جائین تو پہر بدرجہ اولی شکر مذکور لازم آئیگا کیونکہ اس صورت مین اپنی جان ہی قربان
ہو جاتی تو بجا ہی وصال جانان اور رضاء جان آفرین دونون موجود ہین بہر حال اگر یہی اصل بے جوڑ قصہ ہی
تو مطلب برآری شیعہ آیۃ فما استمتعتم بہ منہن سے اسقدر متصور نہین جسقدر آیہ فمن تمتع سے اس مطلب کے
حصول کی اُمید ہے ہان اگر اسپر نظر ہی کہ کلام ربانی مین تحریف معنوی نہونی پائی اور تعارض اول و آخر
کی نوبت نہ آئی بلاغت کلام ہاتہہ سے نجائے اور حکمت عقلی قانون نقلی سی ٹکر نکہائی تو پہر نہ آیۃ فمن تمتع سے
یہ مطلب نکل سکتا ہے اور نہ آیۃ فما استمتعتم بہ منہن سے یہہ کام چلتا ہی آیۃ فمن تمتع مین بشہادت سیاق
وسباق انتفاع دو عبادتون سے ایک احرام مین مراد ہی اور آیۃ فما استمتعتم مین انتفاع جماع و خلوت مقصود
ہے یعنی اگر بعد نکاح خلوت صحیحہ کی نوبت آجائی تو پہر جتنا مہر مقرر ہو لیا ہے سارا کا سارا دینا آئیگا چنانچہ اُجورہن
کے بعد لفظ فریضہ اسلیئے بڑہایا ہی اور وجہ اس ارشاد کی یہہ ہے کہ اگر بالفرض بعد نکاح قبل خلوت زن منکوحہ
کو اُسکا شوہر طلاق دیدی تو موافق ارشاد آیۃ وان طلقتمو النساء من قبل ان تمسوہن وقد فرضتم لہن فریضۃ

فنصف ما فرضتم الخ آدہا مہر دینا آتا ہے سارا مہر واجب نہین ہوتا سارا مہر جبہی واجب ہوتا ہے جبکہ خلوت
صحیحہ بہی میسر آجاوی اس صورت مین قراءت حضرت عبداللہ بن مسعود اسی مضمون کی مبین اور مفسر ہوگی
اور یہہ قاعدہ بہی درست رہیگا کہ قراءت شاذہ حکم تفاسیر رکھتی ہین اور وجہ تفسیر کی خود ظاہر ہے کیونکہ الی اجل
غایت استمتعتم ہوگی سو اجل منکر کو غایت و نہایت استمتاع یعنی انتفاع خلوت رکہا جاویگا تو یہی معنی ہونگی کہ
کسیقدر مدت تک بہی نوبت استمتاع آئیگی تو سارا ہی مہر لازم آئیگا بالجملہ لفظ اجل بہی مثل زمانہ قلیل
وکثیر پر بولا جاتا ہے ایک ساعت قلیلہ سے لیکر زمانہ دراز تک کو اجل کہہ سکتے ہین سو قدر خلوت صحیحہ بہی ایک
مصداق الی اجل ہی الغرض شبعہ الی اجل کو انتہاء عقد سمجھکر بہکے اگر انتہاء انتفاع سمجہہ جاتے تو ساری
باتین بہکانے لگ جاتین اور اس تجویز کی بہی نوبت نہ آتی کہ استمتعتم مین تضمین معنی عقد کری اپنا کام بنایا معنی
حقیقی استمتاع سے کام نچل سکا الغرض اگر آیہ استمتاع کو ماخذ حلت متعہ حلت متعہ تجویز کیجئی تو اول تو معنی مجاز
لینی کی ضرورت یعنی تضمین معنی عقد کیجئی تو کام چلے سواء اسکی کلام اللہ کی بی ربطی نظم قرآنی کی بی انتظامی یہ
محصنین اور آیہ المحصنات کے مخالف آیہ نساء کم حرث لکم کی معارض حلت تعداد ازواج زن واحد کو مستلزم
اتنی خرابیان سر دہر آتیہ تو متعہ کی جواز کا آیہ استمتعتم سی نام لیجئی سو یہ بات سوا شیعون کے اور کس سے ہو سکے
باقی وہ شبہ جو لفظ اجورہن سے دربارہ تعین مدت واقع ہوتا ہے اُس کا جواب یہہ ہی کہ دوسری آیہ مین
متصل ہی یون ارشاد ہی ومن لم یستطع منکم طولاً ان ینکح المحصنات فما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المومنات
واللہ اعلم بایمانکم بعضکم من بعض فانکحوہن باذن اہلہن وآتوہن اجورہن اس آیہ مین تصریح ذکر نکاح
ہے امر پہر باینہمہ لفظ اجورہن موجود ہی اور ظاہر ہے کہ نکاح و متعہ کی حقیقت مین تو یہی فرق ہے کہ متعہ مین
مدت محدود ہوتی ہے نکاح مین مدت نکاح محدود نہین ہوتی سو جسطرح یہان لفظ اجورہن مقتضے تحدید
مدت نہین ایسی ہی آیہ استمتاع مین بہی سہی علاوہ برین عقد نکاح کو عقد بیع تو کہہ ہی نہین سکتی اگر کہینگے
تو عقد اجارہ ہی کہینگی اور یہہ بہی ظاہر ہے کہ متعہ کو تو سواء شیعہ اور کوئی جایز نہین کہتا پر نکاح کی جواز مین
کسیکو کلام ہی نہین سو جب اُسکو عقد اجارہ کہا اور مدت معین نہوئی تو لفظ اجورہن نہ شیعونکو مفید ہوا
نہ سنیونکو مضر بلکہ یہہ شبہ اولٹا شیعونکو مضر پڑا اسلئی کہ تصحیح متعہ کی تہی نکاح متفق علیہ کا فہ انام
غلط ہوگیا یعنی جب لفظ اجورہن اسبات کو مقتضے ہے کہ عقد مذکور عقد اجارہ ہو اور عقد اجارہ کو تعین مدت
اُس صورت مین لازم ہوئی کہ تعین کار کسی اور طرح نکیا گیا ہو تو پہر اُس صورت مین نکاح اماء کا بطلان آیا

ظاہر ہوگیا لفظ اجورہن موجود اسلئی ضرور ہی کہ عقد نکاح عقد اجارہ ہو اور پہر نکاح مین تعیین کا رگی کوئی صورت نہین تو اب بجز بطلان اور کیا ہوگا اور ہمسی پوچھو تو تحقیقی بات یہہ ہے کہ جیسے روشنی کی دوصورتین ہین ایک ذاتی دوسری عرضی یعنی ایک تو یہہ کہ روشنی کہین اورسے ماخوذ اور مستعار نہو جیسے بظاہر نور آفتاب حال ہے دوسرے یہہ کہ کہین اورسے ماخوذ ہو جیسے دہوپ کے وقت زمین کی روشنی ایسی ہے ملک منافع کی دوصورتین ہین ایک تو یہی کہ نوبت استعارہ نہ آئی جیسے اپنے ملک مین ہوتا ہے دوسرے یہ کہ کہین اورسے حاصل کیجئے پہر اسکی بہی دوصورتین ہین ایک تو یہہ کہ ملک منافع بعوض مال ہو جیسے اجارہ مین دوسرے یہہ کہ بیعوض ہو جیسے عاریت مین ہوتا ہے بہرحال ملک منافع جو بطور اخذ و استعارہ ہو اسکو لئی ماخذ و معیر کی ایسی ہی ضرورت ہی جیسی روشنی ماخوذ کے لئے ماخذ کی ضرورت ہوتی ہی سو جیسے منافع ماخوذ و آخذ کی ملک ہوتی ہین ماخذ منافع معطی کی ملک ہوتا ہے اس تحقیق کے بعد یہہ گذارش ہے کہ متعہ مین تو مرد اخذ منافع بعوض ہوتا ہے اور نکاح مین مرد مالک ماخذ ہوتا ہے سو جیسی اپنی باندی غلام سے انتفاع بوسیلہ ملک ماخذ ہے بوجہ اخذ منافع نہین اور دوسرے کی باندی غلام سے انتفاع یا کسی اور محسن یا اجیر سے انتفاع بوجہ اخذ منافع ہے بوسیلہ ملک ماخذ نہین اور اس لئی احسان و اجارہ مین بعد مرور وقت انتفاع یعنی احسان و اجارہ ملک خود بخود منقطع ہوجاتی ہی اور اپنی باندی غلام کے منافع کی ملک بعد مرور وقت انتفاع بہی باقی رہتی ہی البتہ بوجہ اعتاق یعنی ازالہ ملک ماخذ منافع ملک زایل ہوجای ہی ایسی ہی اپنی زوجہ منکوحہ سے انتفاع بوسیلہ ملک ماخذ ہے اخذ منافع نہین اور یہی وجہ ہے کہ بعد مرور وقت انتفاع ہی ملک اور اختیار انتفاع باقی رہتا ہے مرور وقت انتفاع سے ملک زائل نہین ہوتی طلاق یعنی ازالہ ملک ماخذ منافع سے ملک منافع زایل ہوتی ہو اور زن متعہ سے انتفاع بطور اخذ منافع ہے اسلئی زوال وقت موجب زوال ملک و زوال اختیار انتفاع ہوجاتا ہے طلاق کی حاجت نہین اور اس تقریر سے یہہ بہی معلوم ہوگیا کہ متعہ مین طلاق کیون نہین ہوتی اور نکاح مین کیون ہوتی ہے القصہ جیسے ملک یمین کے اعتاق ہے ملک اجارہ کو لئی نہین ایسی ہی ملک ماخذ منافع زن کے لئے طلاق ہے ملک منافع یعنی اجارہ متعہ کی لئی نہین بہرحال جیسے ملک یمین مین انتفاع کے لئے کوئی مدت معین اور محدود نہین ہوتی ایسی ہی ملک ماخذ منافع مین بہی انتفاع کو لئے کوئی وقت معین نہین ہوتا ہاں یہ شبہہ باقی رہا کہ اگر یہی ملک ماخذ اور تناسب طلاق و عتاق ہی تو یون کہو کہ نکاح مین عورت اپنے آپ کو یا کسی عضو خاص کو شوہر کے ہاتہہ بیع کردیتی ہی سو اول تو احرار و حرائر کی بیع باد نکی اعضا کی

بیع درست نہین نہ خود انکو نہ کسی اور کو کیونکہ حر دحرہ کسیکے مملوک نہین ہوتی نہ اپنی نہ کسی بیگانہ کی اور بالفرض
محال ہوتی ہی تو اپنی تو ہو ہی نہین سکتی کیونکہ مالک اور مملوک اور بایع اور مبیع مین تقابل تضایف ہی اور متضایفین
مین تغایر ضرور ہی اتحاد متصور نہین چنانچہ مفہوم مالک و مملوک و بایع و مبیع بشہادت وجدان ہی ہر عام و خاص
کے نزدیک تغایر پر دلالت کرتا ہے دوسرے اس صورت مین پہر کو ثمن و قیمت کہنا تہا اجر کیون فرمایا علاوہ
برین بیع و شراء اور ہبہ اور عاریت کا اختیار کیون نہین اس کا جواب ایک مقدمہ لطیفہ پر موقوف ہی اول
اُس کا عرض کرنا ضرور ہی علت ملک قبضہ ہی سوا اسکی اور کوئی امر موجب ملک نہین اموال منقولہ و غیر منقولہ
اول اگر مملوک ہوتی ہین تو اسی قبضہ کے بدولت ہوتی ہین جانوران وحشی اور نباتات خود روئیدہ اور آب چاہ
و دریا کی مملوک ہونے کا طریقہ بجز قبض اور کچہہ نہین باقی رہی بیع و شراء و ہبہ اجارہ وصیت میراث اسباب معروفہ
و اسباب انتقال ملک ہین اسباب حدوث ملک نہین یعنی ملک موجود ایک جا سے دوسری جا چلی جاتی ہے یہ نہین
کہ پہلی ملک کا نام و نشان کچہہ نہ تہا اسباب مذکورہ کی سبب از سرنو حادث ہو جاتی ہے بایہمہ ان اسباب مین
بہی قبض کی ضرورت حصول ملک کی لئے اہل فہم پر مخفی نہین قبل قبض جو بیع مبیع مشتری کو ممنوع ہے اسکی وجہ
یہی ہے کہ ملک قبض ہی سی حاصل ہوتی ہی قبل قبض حاصل نہین ہوتی پہر بیع کس چیز کی کیجاے بیع بالا ملک نہ
نقلا درست ہے چنانچہ احادیث صحیحہ اسپر شاہد ہین اور نہ عقلاً زیبا اسلئے کہ بیع مین مبادلہ ملک بالملک ہوتا ہے
جب ملک ہی نہین تو مبادلہ کیونکر ہو سکے اور اگر قبل قبض مبیع ملک پیدا ہو جاتی ہی تو پہر ممانعت کی کیا وجہ تہی ارکان
بیع ساری موجود ہین بایع موجود مشتری موجود مبیع موجود ثمن موجود اگر صورت ربا ہوتی تو یون بہی
کہہ سکتی ہی کہ اگر فرض کرو سیر بہر گیہون کو سوا سیر گیہون سے مثلاً فروخت کرینگے تو پاؤ سیر کے مقابلہ مین کچہہ
نہوگا اس صورت مین اُسکو مبیع کہوگی تو ثمن ندارد ہی اور ثمن کہوگی تو مبیع نیست و نابود ہی اور پوری سوا سیر سیر کی
مقابل نہین کہہ سکتی کیونکہ جس صورت مین جنس واحد ہی تو موجبات رغبت دونون طرف برابر ہین پہر کیا وجہ
کہ ایک طرف سیر بہر ہو اور ایک طرف زیادہ اسلئے عدالت خداوندی اسبات کو مقتضی ہوئی کہ اتحاد جنس
کی صورت مین مقدار مین کمی بیشی نکیجائے ہان درصورت اختلاف جنس بجز تساوی وزن و پیمانہ رغبت اور
کوئی صورت نہ تہی اسلئے وہان اجازت دی گئی اور اگر کسی صاحب کو رضاء طرفین کی سبب کچہہ تامل ہو تو
اُس کا جواب یہ ہی کہ تراضی بہ نیت ثواب و مواسات ہوگی تو وہ معاملہ بیع نہین قدر زائد کو ہبہ سمجہو اور
اگر بنظر عوض مال ہی تو کوئی صاحب فرمائین قدر زاید کی عوض مین کیا ہی علی ہذا القیاس بیوع فاسدہ کو

سمجھو کیونکہ وہان بہی علاوہ متقابلین ایکطرف کچھہ اور بہی مشروط ہوتا ہے مثلاً گہوڑا بہینس گائی مکان کسیقدر
روپیونکی عوض بیع کرکے بایع یہ شرط لگائی کہ ایکماہ تک مثلاً مین قبضہ نہ دونگا اپنی ہی قبضہ مین رکہون گا
سو یہہ ایک مہینہ کی منافع بی عوض بایع کو حاصل ہونگی کیونکہ جب بیع واقع ہو چکی تو اب مبیع کو بایع
سے کیا علاقہ وہ مشتریکے باپ دادا کی ہو چکی اُسکی منافع مین بایع کا استحقاق منجملہ محالات ہے اسلئے بناچاری
ان منافع کو بلا عوض کہنا پڑیگا اور اگر فرض کرو بیع اہی ہوئی ہی نہین تو مشتریکو دعوے استحقاق جیسا
اب ناروا ہی ایساہی بعد ماہ بہی ناروا ہوگا بالجملہ بیوع فاسدہ اور معاملات سود کے ممانعت کی ایک ہی وجہ
ہی قدر زاید اور شرط زاید مین ارکان بیع و اجارہ ساری موجود نہین ہوتی اگر مبیع یا منافع عقد اجارہ
کہوگے تو ثمن و اجرت کا پتا نہین اور ثمن و اجرت کہوگے تو مبیع و منافع کا نشان نہین غرض بیع فاسد مین
وہ بیع سود ہو یا کچہہ اور ظاہر مین ایک ہوتی ہی اور کہنے کو ایک معاملہ ہوتا ہے پر حقیقت مین ایک تو بیع صحیح
ہوتی ہے اور ایک بیع باطل اسکے ساتہہ اور لگی ہوئی ہوتی ہے یعنی وہ معاملہ لگا ہوا ہوتا ہے جس کے تمام ارکان
موجود نہین ہوتے اگر ہوتے ہین تو بعضے موجود ہوتے ہین بعضی نہین ہوتی سو بیع قبل القبض کو اگر موجب
ملک کہا جائی تو پہر کولسا رکن بیع مفقود ہو گیا ہی جو اُسکو ممنوع کہتی بلکہ معاملہ بیع موجب استحقاق قبضہ
ہو جاتا ہے اور قبض موجب ملک علی ہذا القیاس ہبہ کو سمجہو فرق ہوگا تو اتنا ہوگا کہ کسیکی نزدیک مثل بیع
قبضہ مشاع بہی موجب ملک سمجہا گیا اور کسیکی نزدیک قبضہ مشاع کافی نہو بلکہ باین نظر کہ اشتراک کیلئے تساوی مراتب ضرور ہے
ورنہ مالک اور مستعیر اور خدا ای مالک الملک اور بندگان مالک قابض اموال شریک سمجہی جاتی تقسیم کی ضرورت پڑی تاکہ ہو ہبہ
کے لئے کوئی مزاحم باقی نرہی ورنہ اشتراک با وجود عدم تساوی مراتب قبضہ جملہ قابضان لازم آئیگا جب
بیع اور ہبہ کا حال معلوم ہو گیا تو اجارہ اور عاریت کی حال کی تحقیق کی کچہہ ضرورت نہین کیونکہ یہان
بعینہ وہی معاملہ ہی جو وہان ہے یعنی اجارہ مین بیع منافع ہوتی ہے اور عاریت مین ہبہ منافع فقط فرع
بیع اور نوع موہوب جدی جدی ہی ہان میراث اور وصیت باقی ہین سو ان مین بظاہر اگرچہ حصول
ملک کے لئے قبض کی ضرورت نہین پر غور سے دیکھیے تو وہان بمجرد موت مورث و موصی قبضہ ذات وارث
و موصی لہ کا حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ قابض اول کا قبضہ تو کیا خود وہی اوٹہہ گیا اور کوئی مزاحم حال
نہین حاکم سبکا وکیل اور اُسکا قبضہ موجود اور ظاہر ہے کہ قبضہ وکیل وہ قبضہ موکل ہی ہوتا ہی بالجملہ
حاکم بوجہ حکم خداوندی وارث اور موصی لہ کے دلانے کو موجود اور کوئی دعوی استحقاق نہین رکہتا ہان

بیع وہبہ مین قبضہ بائع وواہب ہنوز موجود ہے جب تک اوسکا قبضہ باقی ہے مشتری اور موہوب لہ کا
قبضہ ممکن نہین القصہ تمام احکام وآثار ملک قبضہ کی علت ملک ہونے پر دلالت کرتی ہین چنانچہ احراز کا
ملک غنیمت کے لئے مشروط ہونا اور قبضہ کفار کا رافع ملک اہل اسلام ہوجانا بہی اسی جانب مشیر ہے ہان اتنا
فرق ہے کہ کسیکے نزدیک بعد غلبہ کفار اگر پہر اہل اسلام متسلط ہوجائین تو ملک سابق اہل اسلام عود نہیں
کرتی یعنی اموال مقبوضہ ملک مالکان سابق نہین ہوجاتی بلکہ حسب قانون غنیمت تقسیم کئے جائینگے اور بعضی
علما کی نزدیک وہ ملک سابق پہر اسیطرح عود کرآتی ہے جیسے برودت آب بعد زوال حرارت پہر عود کرآتی ہی بالجملہ
مسطرفیے دیکہئی قبض ہی کا موجب ملک ہونا نکلتا ہے تمام احکام دین اور اقوال علماء دین اسپر شاہد ہین اسصورت
مین بدن انسانی کا مملوک روح انسانی ہونا فرد ری التسلیم ٹہیرا کیونکہ روح انسانی کا بدن پر قبضہ بدیہی اگر ہاتہہ
کو اشارہ کرتی ہے تو وہ ہلتا ہی اور پانوکو اشارہ ہوتا ہے تو وہ چلتا ہی آنکہہ کان سب اوسکی زیر فرمان ہین
اوسکی احکام کی بجا آوری مین شب و روز مشغول ہین بلکہ قبضہ روح جو اور اشیاء پر ہوتا ہے اوسکے لئے قبض علی البدن
شرط ہی یعنی جب تلک روح کا قبضہ بدن پر نہوچکی جب تلک کسی چیز پر قبضہ روح نہین ہوسکتا اوس سے زیادہ اور
کیا تصرف ہوگا جسکا تحقق قبضہ کے لئے انتظار ہے اوہر بدن انسانی کا قابل الملک ہونا اوہر روح کا لائق
مالکیت ہونا ایسا نہین جو گنجایش انکار ہو اگر روح لیاقت مالکیت نرکہتی تو کسی چیز کی نسبت مالکیت متحقق
نہوسکتی اموال منقولہ وغیر منقولہ سب ناد ہی رہتی اسلئے کہ سوا روح اور ہی تو بدن ہے اور بدن کا حال ظاہر ہے
کہ وہ تنہا مالک تو کیا مملوک ہونیکی قابل نہین القصہ بعد انتقال و انفکاک روح بدن جو نکا توں رہتا ہی اگر
مالک خود بدن ہوا کرتا تو نہ مورث کی ملک زائل ہوتی اور نہ وارث کی ملک اوسکی قایم مقام ہوسکتی مالکیت
روح ہی کے متعلق تہی مگر چونکہ سرمایہ ملک وہ قبضہ ہے اور اموال پر قبضہ بوسیلہ بدن تہا اور وقت انتقال
بدن سے قبضہ اوٹہہ گیا تو اموال سے بہی قبضہ اوٹہہ گیا بالجملہ روح کا مالک اور لائق مالکیت ہونا ایسا نہیں
کہ انکار ہوسکی رہا بدن اوسکا مملوک ہونا اول تو اسی سے ظاہر ہے کہ ملک یمین او سکی دین کے مسلمات
مین سے ہی دوسرے مملوک بیع ہونیکی لئے مالیت شرط ہے اور مالیت کے لئے میلان خاطر ضرور ہے غرض مال اس میلان
ہے ہی مشتق ہے اور موجب میلان طبایع سلیمہ بہی منافع ہوتی ہین یہی وجہہ ہی کہ مینہ اور دم اور نا پاکی
کو مال نہین کہتے اور انکی بیع کو باطل کہتے ہین کیونکہ بیع مین بہی مبادلہ مال بالمال ہوتا ہی جب ان اشیا مین منافع

ہین اگرچہ منافع موجود ہین مگر مسلمان کے حق مین خمر و خنزیر نافع نہین بلکہ ایسی مضر ہین جیسی سمیات اگرچہ کسی نہ کسی بات مین نافع ہین لیکن مزاج انسانی کو ئے مضر ہین بالجملہ مدار مملوکیت مالیت پر ہے اور مدار مالیت منافع پر ہے اور ظاہر ہے کہ منافع بدن انسانی منافع ابدان دیگر سے بدرجہا زیادہ ہے اس کو صنایع وبدایع ایسی نہین جو کوئی نہ جانتا ہو اس صورت مین بدن انسانی کو اُسی روح کا مملوک کہنا جو اُسپر قابض اور متصرف اور حاکم اور بادشاہی ہر عاقل کے ذمہ ضرور ہے ہان اتنی بات ہے کہ جیسی مملوکات خداوندی قابل بیع وہبہ ومیراث نہین ایسی ہی بدن انسانی بہی قابل بیع وغیرہ نہین علاوہ برین جیسے چہت کی کڑی کا بیچنا قبل انفصال ناجایز حالانکہ اس کا مملوک ہونا بدیہی اسیطرح باوجود مالکیت ومملوکیت بیع بدن قبل انفصال روح تو اسلئے ناجایز ہے کہ قبض مشتری متصور نہین اور بعد انفصال اسلئے جایز نہین کہ اول تو اختیار بیع مالک کو ہوتا ہے مالک وہ روح تہی سو وہ اور عالم کو چلدی دوسرے معنی مالیت بعد انفصال روح باقی نرہی کیونکہ اسوقت بدن انسانی ایک میتہ اور جیفہ ہی اور میتہ وجیفہ کو مال نہین کہہ سکتے کیونکہ اب کوئی منفعت اُس مین باقی نرہی بالجملہ جب تک بدن مین پرتو روح اور اثر روحانیت ایسی طرح موجود تہا جیسی زمین مین دہوپ کی وقت پرتو آفتاب اور اثر آفتاب ہوتا ہی تب تک اُس مین منافع حیات موجود تہی بعد موت نہ اثر روحانیت یعنی حیات رہا نہ وہ منافع باقی رہے مگر ہان اگر بوجہ کفر موافق اشارہ اولئک کالانعام بل ہم اضل کوئی شخص ملحق بالحیوانات ہو جاے اور اسلئے داخل حیوانات مملوک ہل یمان ہو تو گو تنہا بدن اُنکے حق مین بہی نافع نہین مگر جیسے اور حیوانات سے بوسیلہ پرتو روحانی انتفاع ممکن ہے یہان بہی ممکن ہے اور یہہ بات اگرچہ اپنی بدن کی بیع وشرا مین کبہی خیال مین آسکتی ہے لیکن جب اسبات کو لحاظ کیجیے کہ درصورت بیع خود روح بایع ہوگی اور ظاہر ہے کہ مبیع غیر بایع ہوتی ہے کیونکہ بیع ایک مفہوم اضافی ہے جسکی ایک جانب بایع ہے اور ایک طرف مبیع اور یہہ دونون متحد نہین ہوسکتی وہمنہ حاشیتین اضافتہ کا تغایر جو بدیہی اور ضروری ہے محض غلط ہو جاے اسلئے خود روح تو مبیع بن نہین سکتی پہر اگر روح کی امداد مشروط رہے تو وہی فساد اور بطلان مشار الیہ لازم آئیگا اور امداد مشروط نہو اور بجبر کام لیا جائے تو ظلم صریح کا فتوی دینا پڑے گا اور جہان بیع نہین ہوتی جو فساد وبطلان کا اندیشہ ہو ظلم کا کہٹکا فضیلت جہاد نے رفع کردیا غرض جیسے نشگاف دنبل اور قطع عضو پوسیدہ اور رہم خود وہ نہ دنبل وعضو کی حق مین ظلم ہے نہ صاحب دنبل وعضو کی حق مین

مین بلکہ صاحب ذیل وعضو کی حق مین احسان ہے ظلم نہین ایسی ہی قتل وقمع کفار نہ اونکے حق مین ظلم نہ اور عالم کے حق مین ظلم ہی بلکہ اور عالم کی حق مین احسان ہی اسلئے وہان اگر روح کفار پر جبر کیا جائے تو بدرجہ اولی جائز اور بجای خود ہوگا آیندہ بعد اسلام غلام اوس کا آزاد نہوجانا اگر کسیکو موجب تامل ہو تو اوس کا جواب یہ ہے کہ اول تو حق ملک یقینی اور اسلام مین یہہ احتمال کہ بغرض عتق ہو اور امر یقینی امر محتمل سی حقوق غیر مین مرتفع نہین کرسکتی دوسرے اسلام ضد کفر ہی ضد رقیت نہین جو بی رفع کئی مرتفع ہو جائے جیسے کفر خود ضد عتق نہتا جو بی مملوک بنای یعنی بی قبضہ کئی کافر مملوک ہوجای ایسی ہی اسلام ضد مملوکیت نہین جو بی رفع کئی مرتفع ہو جای یعنی بی ازاد کئی ازاد ہوجائے ہان جیسے کفر موجب قبول ملک ہی اور یہی وجہ ہوئے کہ قتل وسلب وقبض جان ومال کی ترغیب دی گئی ایسی ہی اسلام مین ضعف قبول مذکور آجاتا ہے اسلئے اعتاق کی ترغیب دیگئی اور اس تقریر سے حقیقت معاملہ کتابت جو مکاتب کے ساتہہ ہوتا ہے معلوم ہوگئی ہوگئی ہوگی غرض یہہ ہے کہ معاملہ کتابت مین مالک کی جانب سے بیع اور مکاتب کی طرف سے شراء بدن خود ہوتا ہے مگر چونکہ موانع مذکورہ مین سے یہان سب مفقود ہین تو بجز جواز معاملہ اور کوئی حکم نہ آیا بالجملہ روح انسان اوس بدن کی ضرور مالک ہوتی ہی جسکے ساتہہ اسکو تعلق حاصل ہی اور جب مالکیت اور مملوکیت متحقق ہوگئی تو اسوجہ سے تو اوس بیع مین تامل زیبا نہین جو تحقیق حقیقت نکاح مفہوم ہوتی ہے ہان کوئی اور وجہ ہو تو مضایقہ نہین سوا اور کوئی وجہ اگر متصور تہی تو وہی عدم امکان قبضہ تہا وہ بہی غور سی دیکہا جائے تو یہان مقصود ہے کیونکہ کل بدن کی بیع مین تو بوجہ عدم امکان قبضہ جسکی تشریح بقدر کفایت ہو چکی ممانعت کی گئی تھی بوجہ عدم مالکیت ومملوکیت نہین گئی تہی رہی حریت وہ اصل مین صفت روحانی ہی صفت جسمانی نہی بلکہ جسم تو مملوک روح تہا اور روح احرار کسیکی ملک نہی اسلئے بیع ارواح تو بوجہ حریت ممنوع تھی اور بیع اجسام خود روح کو تو بوجہ عدم امکان قبضہ اور سوا اسکی اور ونکو بوجہ ملک غیر ممنوع ہوئی ہان جب بوجہ کفر کفار کے اموال کی اجازت ہوئی اور انپر جبر وتعدی جائز ہوا تو بدن مملوک روح پر تو قبضہ اور خود روح پر دربارہ اعمال جسمانی جبر مین کچہہ حرج نظر نہ آیا بلکہ بلا زمان خاص یعنی اہل ایمان کی کاربراری کرائی مثل قبضہ واکراہ حیوانات قبض واکراہ کفار کی اجازت دیگئی الغرض بیع اجسام احرار بوجہ عدم مملوکیت ممنوع نتہی بوجہ عدم امکان قبضہ یہہ بیع ممنوع ہی مگر نکاح مین یہہ قبضہ بے ظلم وجبر بلکہ برضا ورغبت بایع یعنی زن منکوحہ متصور ہے چنانچہ ظاہر ہے ہان اگر احرار کو خصوصاً مرد انکو

اورونکی خدمتگاری ایسی طرح مرغوب ہوئی جیسی عورت کو خدمت فراش یعنی جماع مرغوب ہی تو پہر
علی العموم بیع ابدان احرار جایز ہو جاتی مگر یون دیکہا کہ ازواج احرار کو اورونکی خدمت مرغوب تو
کیا ہو گی ایسی مکروہ ہی کہ اوسکی برابر دنیا مین کوئی مکروہ ہی نہین اگرچہ بوجہہ طمع یا اندیشہ نوبت
اضطرار نہ پہونچی یا امید رضاء خدائتعالی و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معارض نہون تو پہر اہل
ہمت کو نفس خدمتگذاری سے مرگ بہتر ہے کیونکہ اسمین ننگ عزت ہی اور عزت کی پتی ہی اکثر جانین
جاتی ہین بادشاہونکی لڑائی بہوک وپیاس کے تقاضی سے نہین عزت ہے کی لئی ہے وقت غیرت مرد ونکا زہر
کہالینا اور گولی کہا کر مرجانا اس عزت ہی کی بدولت ہے بلکہ عورتین جنکا خوف وجبن اونکی جب زندگانی
پر گواہی غیرت کیوقت ڈوب کر مرجاتی ہین تو اس عزت کی محبت مین مرجاتی ہین اسصورت مین اگر
بالفرض بیع ابدان ازواج کو جایز ہوتی تو اس بیع کی سبب وہ ذلت اوٹہانی پڑتی کہ خدا کی پناہ القصہ
عزت کی برابر بندونکی نزدیک کوئی چیز نہین بلکہ بندے کیا خدا کے یہان بہی اگر پوچہہ ہی ہے تو اسکی
ہے وہان بہی اگر مطلوب ہے تو یہی عزت مطلوب ہے چنانچہ آیہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون
اور آیہ وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین اسی حصر طلب پر دلالت کرتی ہین کیونکہ تعبد اسے تذلل کو کہتے ہین اور تذلل
مین بہی صرف عزت ہوتا ہی اور کیا ہوتا ہی ادہر اور نعمتونکی داد و دہش کے لئے مخلوقات کو رکہا اور عزت
کا مصرف کسی اور کو نہ بتایا بلکہ اورونکے لئے صرف عزت مطلقاً منع فرمایا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ نعماء داخلی
ہون جیسی ہاتہہ پانو انکہہ ناک یا نعماء خارجی جیسے روپیہ پیسا روٹی کپڑا خدا کی کسی مصرف کا نہین اسکی اگر ضرورت
ہے تو مخلوقات ہی کو ہی ہان ہاین نظر کہ حوائج ضروریہ سد باب عبادت اور نیز موانع ہر کار ہین کہانے پینے کو سامان عبادت
کہئے اور ہاتہہ پانو نکی امداد کو رفع موانع قرار دیجئے تو پہر اس داد و دہش اور اس امداد کو خدا ہی کا کام
کہین گے بہرحال صرف نعماء خارجی و داخلی سوا نعمت عزت مخلوقات کے لئے تجویز کیا اور ادہر کیا کیا
تو اثبات فرمایا مگر ہان عزت بنی آدم خاص اپنے لئے رکہی بیشک سوال سے منع فرمایا اور وجہہ اس
اختصاص کی یہ ہوئی کہ عزت کے لئے استغنا کی ضرورت ہے اور ذلت کے لئے احتیاج کی حاجت اور استغنا
اس سے زیادہ متصور نہین کہ سب خوبیان موجود ہون اور ذلت اس سے زیادہ ممکن نہین کہ ہر خوبی مین دوسرے کا
محتاج ہو سو جز خدا تعالی اور ہر بندہ ناکارہ مین فرق ہو تو پہر جسکی محتاج ہون وہی عزت کا مستحق ہے یعنی سوا اوسکی

ذلیل ہونا چاہئے یا یون کہئے خدا تعالی کے خزانہ مین سب کچھ ہے ایک عجز و نیاز ہی نہین اوسکی طلبگاری ہے اسلئے جتنا عجز و نیاز بن پڑے اوسکے سامنے بجالانا چاہئے اور کسیکے لئے سر جھکانا اور گڑگڑانا نچاہئے بلکہ عزت سے بہتر کوئی چیز نہین خدا کے یہان بہی اسکی پوچھہ پاچھہ ہے اسلئے بیچ بدن تو ممنوع رہے کیونکہ ذلت خدمتگاری کی برابر کوئی چیز بری اور نامطبوع نہین اور اوسکا لزدم بیچ مین ضروری اور اوسکی ساتھہ کوئی لذت یا منفعت ایسی نہین کہ اسکی لذت کے مکافات ہو جاوے اور نکاح مین جو چیز لازم آتی ہے وہ بائع یعنی زن منکوحہ کی حق مین ایسی مطبوع کہ اوسکی بیچ عزت جیسے عزیز چیز بہی بسا اوقات خاک مین رل جاتی ہے علاوہ برین جیسے مافی الارض بشہادت آیۃ ہو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعًا ثم استوی الی السماء فسوہن سبع سموات ۔ زمین و آسمان خصوصًا ارض و مافیہا بنی آدم کے لئے مخلوق ہوا ایسے ہی بشہادت ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجًا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ۔ عورتین مردون کے لئے مخلوق ہین اسلئے کہ بقرینہ آیۃ ہو الذی خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منہا زوجہا لیسکن الیہا ازواج سی آیۃ مذکورہ مین عورتین ہی مراد ہین ادہر عقل صاحب کا بہی یہی فتوی ہے کہ عورتین مردونکے لئے مخلوق ہین مرد عورتون کے لئے مخلوق نہین ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ عورتکا جی چاہے یا نچاہے مرد اوس سے کامیاب ہو سکتا ہے اور مرد کو اگر رغبت نہو تو پہر عورت کی آرزو پوری نہین ہو سکتی اسصورت مین عورت کو ایسا سمجھو جیسا فرض کرو کسی کہوڑیکو مثلًا یہ آرزو ہو کہ مجہپر فلانا شخص سوار ہو جیسی آرزو براق بہ نسبت سواری حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مشہور ہے یا فرض کرو طعام و شراب وغیرہ نعماء ارضی کو یہ تمنا ہو کہ ہمکو فلانا شخص استعمال کرے اسصورت مین جیسی آرزو اسپ وغیرہ نعماء کا حصول ہے استعمال کرنیوالونکی مرضی پر موقوف ہے اور بنی آدم کا استعمال کرنا اون اشیاء اونکی مرضی پر موقوف نہین ایسی ہی کامیابی زن و مرد ہی عورت کو رغبت ہو کہ نہو مرد اپنے آرزو پوری کر سکتا ہے اور مرد کا اگر جی راغب نہو تو عورت سے کچہہ نہین ہو سکتا پہر جیسی نعماء دنیوی کو اپنی منافع سی کچہہ مفاد نہین اگر ہے تو استعمال کرنیوالونکو مفاد ہی ایسی ہی عورت کی منافع معلومہ سے خود عورتکو کچہہ مفاد نہین البتہ مرد کو اوسکی منافع سے مفاد ہے یعنی اولاد جو اوس ساعت اور اس زمین کی پیداوار ہے عورتکے ذریعہ سے خداوند عالم مرد کو عنایت کرتا ہے عورتکو اوس سے کچہہ علاقہ نہین چنانچہ کلمہ قرآنی یعنی المولود لہ اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم انت ومالک لابیک اسیجانب مشیر ہے کہ اگر اولاد کی نسبت کچہہ شائبہ مالکیہ ہے تو والد کو ہی والدہ کو نہین اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ سلسلہ نسب والد کیطرف کو چلتا ہے اور اوسی سے متعلق ہوتا ہے والدہ کیطرف

کو نہین چلتا اور نہ اُس سے متعلق ہوتا ہے چنانچہ تمام عالم تمام اقوام تمام مذاہب اسپر متفق ہین اس
صورت مین جیسی اور نعماء ملک مین آجاتی ہین ایسی ہی ماخذ منافع جماع ہی قابل الملک ہی اگرچہ عورت
حرہ ہی کیون نہو ہان منافع مردان احرار خود اُنکو لئے مفید ہین یعنی اونکو وسیلہ سی اپنی حاجتین بہی
رفع کرسکتی ہین بلکہ اول اپنی ہی رفع کرتی ہین آنکہہ ناک کان سب ہیں اول اپنی ہی کام آتی ہین ان
اعضاء کا اپنی حق مین ضروری ہونا ایسا نہین جو کسی پر مخفی ہو اسلئے یون نہین کہہ سکتے کہ یہہ اعضاء
اور اُنکی منافع اور یہہ جسم اور اُسکی فوائد خود صاحب عضو کے لئے موضوع نہین کسی اور کو لئے مخلوق ہوگئے
ہین اور اُسکی ملک مین آسکتی ہین اس صورت مین اور ون کی کاربراری مین لحاظ اجر واجرت ضروری ہوگا
ہان کاربراری مرد مین جو بوسیلہ عورت ہوتی ہی ایسی ضرورت نہوگی اور شاید یہی وجہ معلوم ہوتی
ہے کہ اور اجارات مین تعین اجرت صحت اجارہ کے لئے ضرور ہی پر عقد نکاح مین تعین مہر تو کیا خود ذکر
مہر ضرور نہین بلکہ نفی مہر ہی کیجائی اور یہہ شرط لگائی جائی کہ مہر نہوگا تب ہی نکاح درست ہوجاتا ہے
ہان جب یہہ لحاظ کیا جاتا ہی کہ زن حرہ کی منافع جسمانی مین سے مردون کو لئے مخلوق ہوئی ہین تو یہی
منافع جماع یا ماخذ منافع جماع مخلوق ہوئے ہین تو معاوضہ کی ضرورت معلوم ہوتی ہی کیونکہ اور
منافع مین زنان حرایر مردان احرار کی ہم پلہ ہین جیسی مردان احرار اپنی جسم کی مالک ایسی ہی زنان
حرایر اپنی جسم کی مالک اور ظاہر ہی کہ منافع معلومہ اور ماخذ منافع معلومہ جسم سے متعلق ہین بالجملہ ماخذ
منافع معلومہ اور جسم زنان حرایرہ دو جہتین معلوم ہوتا ہے سو کچہہ تو اس وجہ سے تملک کی لئے عوض
کی ضرورت ہوئی اور کچہہ باین نظر کہ ماخذ منافع معلومہ اگرچہ مردون کو لئے مخلوق ہی پر مثل تمام مخلوقات
اصل مین مملوک خداوند متعال ہی سو اور منافع قلیل العزت کو تو یون ہی دیکر دلا دیا پر ان منافع
محترمہ کی لئی کچہہ محصول مقرر کردیا تاکہ اُنکا احترام اور عزت معلوم رہے اور موجب مزید امتنان ہو
یعنی جب اونکی عزت اور احترام خوب دلنشین ہوجائیگی تو خالق منافع کا کیا کیا شکر ادا نہ کرینگی چنانچہ
حدیث علی کل سلامی صدقۃ جسکا یہ مطلب ہے کہ انسان کے جسم کے ہر ہر جوڑ اور ہر ہر عضو پر صدقہ
دینا چاہئی اسی قسم کی بات کی طرف مشیر ہے ادہر وجوب طاعت و عبادت کے لئے موافق اشارہ
آیۃ اتعبدون من دون اللہ ما لا یملک لکم ضرا و لا نفعا منافع نعماء دنیوی سبب کامل ہے بالجملہ
ہر نعمت خاصکر نعماء محترمہ استحقاق عوض رکھتی ہین سو ماخذ منافع معلومہ چونکہ بغایت درجہ محترم ہی

اسلئے عوض کا مقرر کرنا ضروری ٹھیرا اسلئے ان تبتغوا باموالکم ہی بعد احل لکم ما وراء ذلکم بڑہا دیا
ہان جیسے شکرانہ مال کو جیسے زکوۃ کہتے ہین مساکین وغیرہ مصارف معلومہ کے لئے مقرر کیا تہا شکرانہ
نکاح یعنی مہر خود محل ماخذ نکاح یعنی عورت کے لئے مقرر رکہا مگر چونکہ ماخذ منافع معلومہ اور ماخذون
سے علاحدہ نہین اور اسوجہ سے اور ماخذ بیکار رہتے ہین کیونکہ بیکار بوجہ تعلق ملک شوہر جسکی ایضاح
کی اب حاجت نہین اور ماخذ بلکہ تمام جسم زن محبوس حبس شوہر رہتا ہی تو اور ماخذون کا ہرجانہ دینا
ضرور بگا یہی وجہ ہوئی کہ نان نفقہ لباس وغیرہ ضروریات معلومہ شوہر کے ذمہ رہین کیونکہ تکلیف صرف
قواء نافعہ بغرض ضرورت ہوتی ہے سو بالفرض اگر عورت بطور خود رہتی تو بغرض تحصیل ضروریات اپنی
قواء نافعہ اور اعضاء کاسبہ کو صرف مین لاتی اس سے زیادہ اقتضاء اصل فطرت نہین جو اور کچہہ بڑہائی
اور ضروریات معلومہ پر قناعت نکیجیے بہرحال قابلیت ملک ماخذ منافع معلومہ مین کچہہ تامل کی گنجایش
نہین ہان یہ بات باقی ہی کہ عوض معلوم کو اجر و مہر کیون کہتے ہین قیمت و ثمن کیون نہین کہتے سوا
اجر و مہر کہنے اور ثمن و قیمت نکہنے کی یہ وجہہ ہی کہ منافع از قسم مصادر ہین اور مصدر کا اطلاق مرتبہ
بالقوہ اور مرتبہ بالفعل پر برابر شایع اور یہہ ہو تو مشتقات مین بھی یہہ فرق باقی نرہی کیونکہ حار و بارد
مثلاً اگر بالقوہ اور بالفعل دو طرح کی ہوتی ہین تو حرارت اور برودت ہی کی بالقوہ اور بالفعل ہونیکی
وجہ سے ہوتی ہین سو جسکو ماخذ منافع کہئے وہ مرتبہ بالقوہ ہی اور منافع حاصلہ وہ منافع بالفعل
اور ایسے مرتبہ مابہ المنفعت کہتے ہین یعنی جیسے علم مین ایک مرتبہ مابہ العلم اور مابہ الانکشاف اور
مبدا العلم اور مبدا الانکشاف اور ماخذ العلم یعنی مرتبہ بالقوہ ہی خواہ وہ قوت علمیہ ہو یا ذہن یا کچہہ ہو
اور ایک مرتبہ انکشاف متجدد اور علم متجدد یعنی مرتبہ بالفعل ہی ایسے ہی منافع معلومہ کی بہی دو
مرتبہ ہین ایک مرتبہ بالقوہ اور ماخذ المنافع اور مبدا المنافع ہی اور ایک مرتبہ بالفعل یعنی منافع
متجددہ لیکن اہل لسان عوض منافع کو اجر اور اجرت کہتے ہین اور عوض اعیان کو ثمن اور
قیمت معقود علیہ اگر اعیان ہو تو بیع کہتے ہین اور منافع ہون تو اجارہ اسلئے قرآن شریف
مین لفظ اجور ہین فرمایا - اثمانہن نفرمایا ہان یہ بات مسلم کہ اعیان اور مرتبہ بالقوہ قار الذات
ہونے مین شریک ہین یعنی جیسے اعیان آن واحد مین بتمامہ موجود ہوتے ہین ایسے ہی مرتبہ بالقوہ
مذکور بتمامہا آن واحد مین موجود ہو جاتے ہین یہ نہین کہ آگا تاگا مثل حرکت اور [illegible]

جاتین اور معدوم ہوتے جاتین اور مرتبہ بالفعل مین زمانہ کے ساتھہ ساتھہ تجدد ہوتا جاتا ہے اسلیے مرتبہ بالفعل تو شیئاً
فشیئاً ملک مین آتا جاتا ہے اوسیطرح ملک سے نکلتا جاتا ہے کیونکہ جب موجود ہی نہین تو مملوک کیونکر ہون اور مرتبہ بالفعل بالقوہ
ایک دفعہ سارا کا سارا ملک مین آجاتا ہے اور پہر بوجہ انقضاء زمانہ ملک سے نہین نکلتا ہان جیسی اعیان مین باندی غلام
اصل مین قابل ملک تہی بلکہ آزاد اور حر تہے فقط بوجہ عروض عوارض معلومہ ملک اون پر عارض ہوجاتی ہے اور اسلیے
فعل مالک جسکو عتق کہتے ہین ملک عارض کو زائل کردیتا ہے اور اسوجہ سے حریت مستترہ پہر ظاہر ہوجاتی ہے ایسی ہی
ماخذ منافع معلومہ اصل مین بوجہ حریت زن منکوحہ قابل ملک تہی پر بوجہ مذکورہ ملک عاقد آزاد کو بھی اوسی
بیقیدی معلوم کو دبالیتی ہے اور پہر فعل طلاق اوسکو زائل کرکے آزادگی اصلی کو ظاہر کردیتی ہے ورنہ جیسے باندی غلام
کی ملک اپنے آپ مثل تعلق اجارہ قابل زوال نہ تہی ایسے ہی ملک نکاح مثل تعلق متعہ اپنے آپ زوال پذیر
نہین ہان یہ بات باقی رہی کہ اگر یہی تو پہر بیع و ہبہ کا اختیار کیون نہین سو اسکا جواب یہ ہے کہ حسب تقریر بالا
تمام منافع بالقوہ زن بلکہ خود جسم زن شوہر کی حبس مین آجاتا ہے اور ایک منفعت کے ماخذ کی بہی سہارنے
ماخذ بلکہ محل تمام ماخذ محبوس ہوجاتا ہے سو جہان عورت خود راغب ہو وہان تو یون کہہ سکتے ہین کہ
اوسکی رضامندی سے حبس کی نوبت آئی ہے ظلم وستم نہین کہہ سکتی جو منع کیا جائے مگر تا وقتیکہ اگر بطور خود کسیکے
حوالہ کردے تو ماخذ مملوک مین تو اوسکو اختیار تہا ماخذ محبوس مین اوسکو کیا اختیار جو اپنے حبس سے
نکالکر اونکے حوالہ کردے ہان اگر ماخذ منافع معلومہ پر قبضہ تنہائی ہو سکتا تو پہر وجہہ ممانعت بیع و ہبہ
تصرف فی ملک الغیر تو نہ تہی البتہ احصان مذکور الصدر جسکی ضرورت بدلائل عقلیہ ونقلیہ اوپر ثابت ہوچکی
ہے مانع بیع و ہبہ ہوگا اور یہ ایسی وجہ ہے کہ اگر بالفرض عورت حبس غیر شوہر پر راضی ہوجائے تو پہر بہی اجازت بیع و ہبہ نہین ہوسکتی الغرض
تملک ماخذ معلوم کو بذات خود تو ہبہ اور بیع سے انکار نہین پر فرضیت احصان اور شمول حق زن مانع بیع و ہبہ وعاریت ہے اس تقریر سے
یہ بہی معلوم ہوگیا ہوگا کہ جو یہ شیعون نے اعارہ فروج جواز تجویز کیا ہے تلبیس شیطانی ہی سراسر محض ہے قابل جواز نہین مگر جب مرتبہ احصان
اس درجہ کو پہونچا کہ لوازم تملک کو بہی بیکار کردیا یعنی اختیار بیع وشرا و ہبہ وعاریت جو اصل مقتضاء
مالکیت ہے احصان کے باعث بیکار ہوگیا تو پاس شہوت پرستی جو سراسر اوس
قاعدہ کے مخالف ہے جو آیۂ نساءکم حرث لکم سے متنزع ہوتا ہے کیونکہ ناسخ ضرورت احصان
ہوسکتا ہے بالجملہ یہہ آیۂ

حسب بیان بالا اولاد کے مطلوب ہونے اور تقضاء شہوت کے اُسکی نسبت وسیلہ ہونی پر دال ہی اور ظاہر
ہے کہ پاس مبادی ناسخ مطالب نہین ہوسکتا غاں رعایت مطالب دافع لحاظ وسایل ہوسکتا ہی یہی وجہ
معلوم ہوتی ہی کہ ایام شیر خوارگی اولاد مین بعض اشارہی کنائے بہ نسبت ممانعت جماع پائے جاتے ہین
علی ہذا القیاس اکسال کا غیر محمود ہونا ہی ایسا نہین جو کوئی نہ جانتا ہو ادہر عورتون مین وددو ولود کا
ممدوح ہونا اور عقایم کا کسیقدر غیر محمود ہونا اسی پر مبنی ہی ادہر زنان دیندار کا دربارہ نکاح محمود ہونا
اسی پر مبنی ہے ادہر زنان دیندار کا دربارہ نکاح محمود ہونا ہی اسی جانب مشیر ہی کیونکہ حسب بیان بالا
امزجہ اولاد مین احوال واخلاق والدین کو دخل تام ہی اس صورت مین دیندار عورت ہو تو دینداری
اولاد کی اُمید ہی بالجملہ شہوت پرستی کو دیکھئے تو عقیمہ اور ولود اور دیندار اور بیدین اور عورت شیر دہ اور
غیر شیر دہ سب برابر ہین ہان اولاد کی حساب سے جو کچھ فرق ہی وہ معلوم ہی ہو چکا الحاصل جس حکم متعلق
زنان کو دیکھئے مراعات اولاد اُس سے ٹپکتی ہی اور خود مراعات اولاد ہی سبب فرضیت احصان ہوا ہے
چنانچہ مفصل اوپر مرقوم ہو چکا اور کیون نہو غرض اصلی خلق نساء سے جب زراعت معلومہ نکلی چنانچہ آیت نساء
کم حرث لکم اوسپر شاہد ہے اور دلائل عقلیہ جو اوپر مذکور ہو چکین اُسکی موید تو پھر اُس کا منسوخ کہنا اغراض
اصلیہ اور مقتضیات ذاتیہ اور لوازم ذاتیہ کی امکان انفکاک پر فتوی دینا ہی کیونکہ احکام شرعیہ حقایق خاص جمع
پر مبنی ہین خدا تعالی کی عبادت موافق اشارہ اتعبدون من دون اللہ ما لا یملک لکم نفعا و لا ضرا مالکیت نفع
وضرر پر مبنی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وصف رسالت پر مبنی خلیفہ کی اطاعت اُس کے
خلافت اور اولوا الامری پر موقوف زکوٰۃ کی وجوب کے لئے غنا کی ضرورت ہی حج کی فرضیت کو لئے کعبہ کے
بیت اللہ ہونے کی حاجت یعنی ثروت مالی پر زکوت کی بنا ہے اور کعبہ کی تجلی گاہ خداوندی ہونے پر طواف
بنا ہی زنا بوجہ فحش ممنوع ہے اور شراب بوجہ سکر ممنوع اور قتل وغضب بوجہ ظلم ممنوع ہے اور حرکات لایعنی
بوجہ لغو و بے سود ہونے کے ممنوع. بر والدین کے وجوب کی بنا حق محبت و تربیت پر ہے اور عقوق والدین کے
ممنوع ہونے کی بناء اتلاف حق مذکور ہے علے ہذا القیاس اور اوامر و نواہی کو سمجھئے اس صورت مین بناء حکم
جس بات پر ہوگی اگر وہ بات دائم و قایم ہی تو وہ حکم بہی دایم و قایم رہیگا اور اگر وہ بات قابل زوال
ہے تو وہ حکم بہی زوال پذیر ہوگا مگر ہرچہ بادا باد ہر حکم کی لئے ایک مبنی اور اصل ضرور ہی جسکو علت حکم کہئے
محکوم علیہ اصلی وہی ہوتا ہے اور اسکی پہچان لینی کو اصطلاح شرع مین حکمت اور حکم کہتی ہین اور بغور

دیکھئی تو آیات یعلمہم الکتاب والحکمۃ اور آتیناہ حکما و علما وغیرہ مین حکمت و حکم سی اسی علم کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہی اس تقریر کو دیکھکر اہل فہم کو یقین ہوگیا ہوگا کہ امر و نہی حسن بالذات و قبیح بالذات قابل نسخ و تغیر نہین یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ایمان اور اطاعت خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور احسان اور عدل اور بر والدین اور صلۂ رحمی اور مروت اور سخاوت اور عفت ہمیشہ ہر زمانہ مین ہر دین مین محمود رہی اور شرک اور بدعت اور ظلم اور عقوق والدین اور قطع رحم اور بخل اور زنا اور چوری قزاقی وغیرہ ہر زمانہ میں ہر دین مین مذموم رہی کیونکہ علت امر و نہی اور سبب وجوب و حرمت وغیرہ امر و نہی اور وجوب و حرمت وغیرہ سے بوجہ حسن و قبح یا لغیر ذاتی کبھی جدی نہین ہو سکتی ہان حسن بالغیر اور قبح بالغیر قابل نسخ و تغیر ہین یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ بوس و کنار وغیرہ امور معلومہ جو اکثر مواقع مین داعی الی المجامعت ہوتی ہین علی العموم ممنوع نہین اپنی اولاد کا بوسہ اور احباب کا معانقہ اور مردون کا مردونکو دیکھنا اور عورتون کا عورتونکی طرف نگاہ کرنا اور تنہا بیٹھنا ہرگز ممنوع نہین بلکہ بسا اوقات یہہ امور کسی وجہ سے اور محمود ہو جاتی ہین اگر یہہ امور بھی مثل زنا و اغلام بذات خود مذموم ہوتے تو ہر جا ہر طرح سے ممنوع اور مذموم ہوتے ہان خود زنا اور اغلام چونکہ بذات خود ممنوع ہین تو محارم کی ساتھہ انکی ممانعت اور اشد ہی پر بوس و کنار وغیرہ امور ایسی مواقع مین اکثر محمود سمجھی جاتی ہین چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ حسنین رضی اللہ عنہما پر بوسہ دینا اور حضار مجلس الذکرین سے اگر ایک شخص نے یہہ کہا کہ میرے دس بیٹی ہین کبھی کسیکا بوسہ نہین لیتا تو آپکا اوسکی جواب مین یہ ارشاد کہ مین کیا کرون جو خدا تعالے نے تیرے دلمین سے رحمت نکال لی ہو صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایسی مواقع مین یہہ امور محمود ہین حالانکہ زنا و اغلام ایسی مواقع مین اور مواقع سے زیادہ تر ممنوع ہین بہر حال امر حسن بالذات اور نہی قبیح بالذات قابل نسخ و تغیر نہین اگر ہین تو امر و نہی حسن بالغیر و قبیح بالغیر قابل نسخ و تغیر ہین لیکن یہہ پہچاننا کہ نسخ و تغیر کسکو کہتے ہین ہر کسی کا کام نہین اسلئے یہہ گذارش ہے کہ نسخ و تغیر اور چیز ہے اور استتار حکم اور چیز ہے نسخ مین حکم اول کا مٹا دینا ہوتا ہے اور استتار مین چھپا لینا نسخ مین حکم باقی نہین رہتا زایل ہو جاتا ہے اور استتار مین حکم مستور بجنسہ باقی رہتا ہے کسی اور حکم کی تلی دبکر چھپ جاتا ہے اول کو ایسا سمجھو جیسا چراغ گل ہو جاتا ہے اور دوسرے کو ایسا سمجھو جیسا چراغ گل تو نہو پر کسی برتن مین دھر کر اوپر سے سرپوش رکھدیجی سفر و مرض مین اگر افطار کی اجازت ہے تو اسکو نسخ فرضیت صوم رمضان نہین کہہ سکتے یہان وہ حکم فرضیت بجنسہ باقی ہے پر حکم رخصت کے تلی دبا ہوا ہے غرض مرض و مشقت درگاہ رحمانی سے

تخفیف ہوگئی ہی جسوقت یہہ مشقت مرض و سفر گئی اسیوقت سے پہر تقاضا ہی جب یہہ بات ذہن نشین ہوگئی
تو اور سنیئی کبہی علت حکم ایسی ظاہر و باہر ہوتی ہی کہ اُسکی علت ہونے مین کسیکو شک و شبہہ نہین ہوتا پہر یا اینہمہ
وہ علت ایسی پائیدار اور ضروری الوجود یا دایم الوجود نہین ہوتی جو کبہی اُسکا عدم متصور ہی نہو ایسی صورت مین
زوال وبقاء حکم محتاج بیان نہین ہوتا مثلاً زکوۃ کی وجوب کے لئے ثروت مالی کا علت ہونا ایسا نہین کہ کوئی نہ جانتا
ہو اسلئے بعد افلاس اگر کوئی غنی ہوجائے یا بعد غنا کوئی مفلس ہوجائے تو دربارہ تغیر حکم سابق حکم جدید اور وحی
تازہ کی ضرورت نہوگی یعنی وقت افلاس زکوۃ فرض نتہی اور بعد غنا زکوۃ فرض ہوئی یا وقت غنا زکوۃ فرض تہی
اور بعد افلاس پہر فرض نرہی تو اس تغیر کی لئے حکم جدید کی ضرورت نہین اور اسوجہ سی اس تغیر کو عرف شرع مین
نسخ نہین کہتی اگرچہ نسخ مین بہی یہی تغیر حکم بوجہ حدوث علت حکم یا زوال علت حکم ہوتا ہو ہان علت حکم اگر ایسا
امر ہی جسکا علت ہونا ہر کوئی نہین سمجہہ سکتا یا خود اُس علت کا ہونا نہونا ہی ہر کسیکو معلوم نہین ہوتا تو پہر
تغیر مذکور کو نسخ کہتی ہین بالجملہ نظر ظاہر بین نسخ کو ثمرہ بے نیازی و اختیار کلی احکم الحاکمین سمجہتی ہی اور علت اصل
حکم سے کچہہ بحث نہین کرتی اور عقل حقیقت شناس اگرچہ بے نیازی و اختیار کلی کو ایسا حق سمجہتی ہی کہ علل احکام
اُسکی آگی اس سے زیادہ رتبہ نہین رکہتین جتنا سائل دریوزہ گر اُسکے سامنے رکہتا ہے جس سے سایل ہی بلکہ اس سے
بہی کم لیکن اسم حکیم و عدول اور صفت حکمت و عدالت خداوندی پر ایمان ضروری جانتی ہی اور اسلئی ہر حکم
کیواسطے جدید ہو یا قدیم ہو کسی نہ کسی وجہ کا ہونا اُسکی نزدیک ایسی طرح ضروری ہی جیسی شہنشاہ ہفت اقلیم
جسکو نظم و نسق ہفت اقلیم اور عزل و نصب مین اختیار کلی ہو ہر طرح سے سیاہ سفید کردینی کا مختار ہو بہلا کری
یا برا کرے اُسکے آگے مجال دم زدن کیسکو نہو بوجہ عقل و دانش و عدل خداداد جو کرتا ہے مناسب ہی کرتا ہی لائق
عطا کو عطا کرتا ہی اور سزاوار کو سزا دیتا ہے قابل عزل کو معزول اور لائق نصب کو مامور کرتا ہے مستحقان کرم
سے درگذر اور مستوجبان غضب پر قہر کرتا ہے اگرچہ ان سب باتون مین بوجہ شوکت و دبدبہ وبی نیازی شہنشاہی
اختیار برعکس بہی حاصل ہے الغرض حکمت و عدل خداوند علیم و حکیم و عدل کریم باوجود بے نیازی مذکور جس کی
ثبوت کے لئے قطع نظر شہادت عقل آیہ یفعل اللہ ما یشاء ہی گواہ ہی الضرور اسبات کو مقتضی ہی کہ ہر کسیکی ساتہہ
وہ معاملہ کیجئی جسکی قابلیت رکہتا ہے اور ہر زمانہ مین وہ حکم دیجی جو مناسب وقت ہو الغرض جیسے یہان
گرم مزاج و سرد مزاج والونکو امراض متحدہ و مختلفہ مین ایک دوا نہین دیتے وہان ہی اختلاف اوضاع
بنی آدم پر نظر ہی جیسے یہان موسم گرما و سرما کا فرق وقت علاج ملحوظ رکہتی ہین وہان دربارہ احکام فرق زمانہ

ملحوظ نظر ہی ہان جیسی جاہلوں کو اطبا کا یہہ فرق سمجھہ مین نہین آتا ایسی ہی اکثر افراد بنی آدم کو جنکی شان مین
انہ کان ظلوما جہولا وارد ہوا ہے فرق احکام خداوندی سمجھہ مین نہین آتا اس تقریر سے یہہ بات روشن ہوگئی
ہوگی کہ نسخ احکام خداوندی بوجہ تدارک غلطی سابقہ نہین ہوتا جو یون کہئی خداوند علیم کی نسبت غلطی کا احتمال
نہین پہر نسخ حکم سابق ہوا تو کیون ہوا بلکہ نسخ و تغییر بوجہ تغیر علل اسباب ہوتی جو بوجہ اختلاف افراد و انقلاب زمان
اکثر ہوتا رہتا ہے بہر حال احکام مختلفہ کی لئی اختلاف علل ضروری ہر اور تغییر احکام کی لئی تغیر علل ضروری مگر اسیطرح
استتار حکم کی لئی استتار علل ضروری ہان وہ استتار اگر ممکن ہے تو کسی علت ہی کی عروض کی باعث ممکن ہے
مثلاً استطاعت صوم جو اصل وعلت فرضیت صوم ہی صعوبت مرض و مشقت سفر کے تلی دبجاتی ہے چنانچہ
بمجرد زوال مرض و اختتام سفر وہ استطاعت پہر عود کر آتی ہر اگر مستور نہوتی بلکہ زائل ہوجاتے تو دوبارہ
استطاعت کی لئی مثل صعوبت و مشقت مذکورہ کسی امر خارجی کی ضرورت ہوتی بمجرد زوال و اختتام اسکا
ظہور نہوتا اور ظاہر ہے کہ یہہ صعوبت و مشقت ہی علت رخصت افطار ہی جسکی تلی وہ استطاعت مستور ہو
اس صورت مین دقت رخصت افطار بوجہ مرض و سفر استتار علت فرضیت اور استتار فرضیت ہوگا اور
وقت فرضیت صوم بعد زوال مرض و سفر زوال علت رخصت و زوال حکم رخصت ہوگا مگر یون ٹہیری
تو بعد حصر الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم اجازت متعہ از قسم رخصت ہے از قسم نسخ نہین کہہ سکتی کیونکہ
علۃ حصر مذکور اولاد کا مقصود ہونا ہی جسکو بحکم معروضات گذشتہ احصان لازم اولاد کا مقصود
ہونا ایسا نہین جو قابل انفکاک ہو تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ نساءکم حرث لکم قضیہ طبعیہ ہے ہان ذوق
سلیم نہو تو اُس کا کچہہ علاج نہین با اینہمہ کون نہین جانتا کہ اس جا احتمال تخصیص نہین ایسی کون عورت
ہے جسکی شکم مین رحم مخلوق نہوا ہو اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ مقصود اصلی پیدایش زنان سی توالد و تناسل
ہے البتہ عروض عوارض گاہ بیگاہ مانع تولد اولاد ہو جاتا ہی مگر عوارض خارجیہ سا تر آثار و احکام اصلیہ
ہوتے ہین دافع اور مزیل نہین ہو سکتی جو یون کہا جائے کہ مرض عقم وغیرہ موانع اولاد توالد کی مقصود نہونی
پر دلالت کرتی ہین اور اگر یون کہئی کہ اولاد کا مقصود ہونا اسکی منافی نہین کہ شہوت پرستی مقصود نہو
تو اس شبہ کا جواب نقلی تو یہ ہے کہ اس قضیہ مین حرث مقدم ہی اور لکم موخر جس سے بیاد قواعد علم معانی
موافق محاورہ اہل لسان حصر فی الحرثیت نکلتا ہے اور ظاہر ہے کہ حصر فی الحرثیت بعینہ حصر فی مقصودیہ
التوالد ہے اور جواب عقلی یہہ ہے کہ شہوت پرستی اور مجامعت مبادی و اسباب اور ذرایع و وسایل

توالد مین سے ہی اور توالد و تناسل ذرایع شہوت پرستی و مجامعت مین سے نہین اور ظاہر ہی کہ اسباب بذات خود مقصود نہین ہوسکتی خاصکر شہوت پرستی چنانچہ اوپر بتوضیح مرقوم ہو چکا ہے اور ظاہر ہے کہ جب عورت سی اولاد مقصود بالذات ہوگی تو احصان مذکور خودبخود لازم آئیگا چنانچہ ناظران اوراق گذشتہ اس امر سی بخوبی آگاہ ہو چکی ہین بالجملہ قطع نظر اس امر کی کہ حدیث غیر متواتر کو ناسخ قرآن شریف نہین سمجہہ سکتی اس جا پر گنجایش نسخ ہی نہین ہان اگر صنعت و لودیت عورتون سے ممکن الانفکاک ہوتی تو البتہ اس اجازت متعہ کو ناسخ حصر الا علی ازواجہم کہہ سکتی اس صورتین بجز اسکی کہ رخصت کہی اور کیا کہی یعنی جیسی وقت حالت مخمصہ اجازت اکل میت ناسخ حرمت میت نہین بلکہ بوجہ ضرورت عارضہ جو علت اباحت لحاظ پاکیزگی طبع انسانی جو موجب حرمت میت وغیرہ ہی مستور ہو گیا ہی اور اسوجہ سے حکم حرمت زیر پردہ اباحت روپوش ہو گیا ہے ایسی ہی اجازت متعہ ناسخ حصر الا علی ازواجہم او ماملکیت نہ تہی بلکہ بوجہ ضرورت وقت رعایت حصر مذکور مستور ہو گیا تہا اور اسوجہ سے حکم حرمت متعہ جو حصر مذکور سے صاف روشن ہی زیر پردہ رخصت متعہ مستور اور روپوش ہو گیا تہا چنانچہ لفظ رخص لنا ہی جو روایات متعہ مین موجود ہی اس استتار و عدم نسخ پر شاہد ہی رہی یہہ بات کہ ضرورت کیا تہی وہ ہمسی سنئی اکل میت مین فقط ضرورت عباد تہی اور یہان ضرورت عباد اور ضرورت معبود دونون تہین علاوہ برین اکل میت مین فقط ضرورت دنیوی تہی یہان ضرورت عباد رہی تہی تو فقط ضرورت دنیوی ہی نہ تہی ضرورت دینی اور ضرورت دنیوی دونون تہین ضرورت عباد تو اس باب مین اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ بشہادت احادیث صحیحہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے خصی ہوجانیکا ارادہ کیا اور یہہ اُن کا ارادہ اگرچہ اہل ہند کو تعجب انگیز ہو کیونکہ یہان ایسی قوت کہان جو اس درجہ کو بیقراری اور اضطراری کی نوبت آئی مگر اس باب مین اول تو عرب والی مشہور ہین دوسرے وہ ملک گرم طبائع عشق آمیز مزاج محبت خیز قیس اور لیلی اور وامق اور عذرا کا افسانہ مشہور و معروف ہے بنی عذرہ کا یہہ قصہ اور دوسنی بہی سنا ہوگا کہ اُنمین اکثر آدمی مرض عشق مین مبتلا ہو کر مرجاتی تہی کسی نے اونمین سے کسی سے وجہ پوچہی تو یہہ کہا تحسن نسائنا وعفت فتیاننا یعنی مرض عشق مین مبتلا ہو کر جو ہماری قوم کی لوگ اکثر مرجاتی ہین تو اُسکی وجہ یہہ ہی کہ ہمارے قوم مین عورتین حسین ہوتی ہین اور مرد عفیف یعنی پاکباز ہوتے ہین بالجملہ صحابہ کا ارادہ اختصار کوئی امر مصنوعی نہ تہا صحیح تہا اور ظاہر ہے کہ خواہش جماع خواہش دنیوی ہی ہان ضرورت عباد ہی ہوا اور پہر ضرورت دینی ہو اسکو بیان کی ضرورت ہی اسلئے معروض ہے کہ خواہش جماع مراجعت

وطن کا متقاضی تہی تاکہ اپنی ازواج سے جاکر ہم آغوش ہون اور فرضیت جہاد اور نیز فضائل جہاد اور فضا
یت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم فی الجہاد اور نیز فضائل صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے مانع تہی اور
ظاہر ہے کہ یہہ سب اُمور خصوصاً فرضیت جہاد ایسی نہین کہ موجب ضرورت و احتیاج نہون رہی ضرورت معنوی
ہرچند یہہ لفظ بظاہر موہم گستاخی ہو مگر باین نظر کہ مبادی مقصود اُسکی حق مین ضروری ہوتی ہین اور اسیلئے بالتبع
مقصود ہو جاتی ہین یہان ہی یون کہہ سکتے ہین کہ عبادت جملہ بنی آدم بشہادت ما خلقت الجن والانس الا
لیعبدون۔ خدا کی یہان سے مطلوب ہے اور جہاد اُسکے لئے ضروری مگر ظاہر ہے کہ جہاد اگر ہو سکتا ہے تو بعد اجتماع
مجاہدین ہو سکتا ہے اسلئے اگر کوئی امر موجب تفرق ایسی دونون مین پیش آیا کہ اسلام کی تو بنو رکہی جاتی ہو
اور اہل اسلام جن سے اُمید جہاد ہو گئی جنی ہوئی ہون اگر وہ چلی جائین تو پہر جہاد کی کوئی صورت نہین ایسے
دونون مین موجبات تفرق کا انسداد ضروری ہو جائیگا ہان اگر اسلام شایع ہو جائے اہل اسلام بکثرت ہون
ایک گروہ چلا جائے تو دوسرا آسکتا ہے ایسے دنون مین انسداد موجبات تفرق اتنا ضروری نہین یعنی پہلی
صورت مین تو اجازت بعض محرمات اگر ضرورت ہو قرین قیاس ہے پر دوسری صورت مین ضرورت ہی نہین
ہوتی جو اجازت ہو القصہ وقت ضرورت اباحت محرمات ممکن ہے مگر ضرورت متعہ سواء ابتداء زمانہ اسلام
اور کبہی نہین ہوئی اور انشاء اللہ نہو جو حضرات شیعہ کو اس پاکبازی کی لئے دستاویز ہو جائے ہان یہہ مسلم وقت
اباحت متعہ ضرورت متعہ شدید تہی مجاہدین گہر چلی جائین تو جہاد کون کرے اور کیونکر ہو اور نجائین تو کیا کرین
خصی ہو جانی کی اجازت نملی زنا پر یہہ تشدد کہ سنگسار ہون یا سو تازیانہ کہائین اور نکاح کرین تو کہانسے
کرین مہر کی مقدور نہین اگر ہو تی تو ایک ایک چادر پر متعہ کرنی کی نوبت کاہیکو آتی پہر نان نفقہ کی ایسی صورت
نہین کہ زوجہ اول وثانی کو برابر نبہائیں اور پہر اُس مقام کی عور تونسے یہہ توقع نہین کہ اپنی مولد و اقربا کو چہوڑکر
دور و دراز چلے جائین اس تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ ضرورت مخمصہ سے یہہ ضرورت شدید تہی کیونکہ اول
تو وہ ضرورت اور سو طرح سے مرتفع ہو سکتی ہے محنت مزدوری قرض سوال کسیطرح قدر قوت میسر نہ آسکے
تو گہاس پہونس کہا کر تو اپنا پیٹ بہر سکتی ہین یہان رفع ضرورت کی بجز اجازت متعہ یا مراجعت وطن اور
کوئی صورت نہی سو جیسی بوجہ جہاد قتل وقتال اُمور ممنوعہ کی اجازت ملی تہی اسوقت بوجہ معلوم متعہ
کی بہی اجازت ضروری ہو گئی الغرض ضرورت مذکورہ غزوات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین بیشک قابل لحاظ
تہی اُس زمانہ قلت اہل اسلام وکثرت اعداء مین اگر اس امر قبیح کو بوجہ ضرورت بالعرض ہی حسن نہ سمجہتے تو ترقی

ترقی دین مین سو طرحکی کہٹکی تہی جسوقت قتل قتال کو بوجہ حسن عیر جائز کردیا تو فساد متعہ پر ایسی وقت ضرورت
مین کیا لحاظ کیا جائے ایسی وقت ضرورت مین اباحت متعہ اس سے زیادہ قابل لحاظ ہے کہ حالت مخمصہ مین اباحت
اکل میت اس تقریر سے اہل فہم کو خوب واضح ہوگیا ہوگا کہ اگر بالفرض والتقدیر متعہ جایز ہی ہوتا تو اہل سنت
کے لئے جایز ہوتا جہاد مین جانفشانیان اور جانبازیان تو اہل سُنت کرین یہ پاکبازیان ہی ہوتی تو او نہین کے لئے
ہوتی مگر تماشا ہی کہ جانین کون گنوائیں اور مزے کون اڑائین حق یہہ ہے کہ دقیقہ سنجی اور انصاف پرستی اور
صدق فی الروایت اہل سنت ہی کیلئے ہے بہرحال اباحت متعہ بوجہ ضرورت تہی اور وہ ضرورت ہی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زمانہ مین تہی اور پہر وہ بہی وقت سفر تھی وقت حضر نہتی اور وقت سفر بہی اونہین
لوگونکے لئے تہی جنکی بی بیان اُنکی ساتہہ نہ تہین چنانچہ روایات صحاح اہل سُنت اس بات پر شاہد ہین
صحیح مسلم مین ہے عن قیس قال سمعت عبداللہ یقول کنا نغزو مع رسول اللہ علیہ وسلم لیس لنا نساء فقلنا الا
نستخصی فنہانا عن ذلک ثم رخص لنا ان ننکح المراۃ بالثواب الی اجل انتہی مقام الحاجت اور نیز صحیح مسلم
مین ہے قال ابن شہاب فاخبرنی خالد بن المہاجرین سیف اللہ انہ بینا ہو جالس عند رجل جاء ہ رجل
فاستفتاہ فی المتعہ فامرہ بہا فقال لہ ابن ابی عُمرۃ الانصاری مہلا قال ماہی واللہ لقد فعلت فی عہد امام المتقین
قال ابن ابی عمرۃ انہا کانت رخصت فی اول الاسلام لمن اضطر الیہا کالمیت والدم ولحم الخنزیر ثم احکم
اللہ الدین ونہی عنہا انتہی مقام الحاجۃ ان دونون روایتون سے صاف روشن ہے کہ ابتداء اسلام مین
وقت سفر جہاد بوجہ ضرورت شدید متعہ جایز تہا علی العموم جایز نتہا اور پہر وہ جواز بہی ایسا ہی تہا جیسا میت
اور خنزیر کا حالت مخمصہ مین کہانا جایز ہی یعنی رخصت تہا عزیمت نتہا جو امید ثواب رکہئی اور ایک متعہ پر
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مرتبہ کا امیدوار رہے اور دوسرے متعہ پر حضرت امام حسن رضی اللہ
عنہ کے رتبہ کی توقع باندہیی اور تیسرے متعہ پر حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ کی مقام کا انتظار
کیجئی اور چوتھی متعہ مین منصب نبوی اللہ علیہ وسلم کی آرزو کیا کی بالجملہ زمانہ نبوت مین بہی متعہ عزیمت
نتہا بلکہ رخصت تہا اور وہ بہی سفر مین نہ حضر مین اور سفر مین بہی نہا تو فقط سفر جہاد ہی مین اور وہ بہی
اُنکی لئی جنکی ساتہہ عورتین نتہین اور اونین سے بہی اونہین کی لئی جنکو ایسی ضرورت ہو جیسی حالت مخمصہ مین پیٹ
بہرلینی کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ یہ تمام مضامین دونون روایتونکے الفاظ سے مثل آفتاب روشن ہین مگر
چونکہ حالت مخمصہ کا احتمال تو آیندہ بہی تہا پر بعد فتح مکہ احتمال ضرورت متعہ کسیطرح نتہا کیونکہ بعد فتح مکہ معظمہ

مکہ معظمہ تمام ملک عرب مسلمان ہوگیا تمام اقوام فوج فوج داخل زمرہ اسلام ہونے لگی خدا کی مدد نے چارون طرف سے ظہور کیا چنانچہ سورہ اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا اس مضمون پر شاہد ہے اور مشاہدہ فتوح شام ومصر وعراق وفارس وغیرہ اس کی مصداق اسلئے اکل میتہ مین تو بشرط حالت مخمصہ رخصت بحال خود باقی رہی اور میت کو قیامت تک کو منسوخ کردیا چنانچہ وہ روایتین جو اس حرمت ابدی پر دلالت کرتی ہین پیشکش ناظران اوراق ہین منجملہ ان روایتون کی ایک روایت تو مرقوم ہی ہوچکی یعنی دوسری روایت جسمین یہہ لفظ ہین ثم احکم اللہ الدین ونہی عنہا اس روایت سے صاف روشن ہے کہ متعہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین نہی اول ہی جایز تہا پہر دین کو محکم اور مضبوط کردیا یعنی متعہ سے انجام کار ہمیشہ کے لئے منع فرمادیا سوا اسکے اور روایت بہی صحیح مسلم مین موجود ہی حدثنی الربیع بن سبرۃ الجہنی عن ابیہ قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفتح الی مکۃ اُسکے بعد پہر یہہ روایت ہی۔ حدثنی الربیع بن سبرۃ الجہنی ان اباہ حدثہ انہ کان مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا ایہا الناس انی کنت اذنت لکم فی الاستمتاع من النساء وان اللہ قد حرم ذلک الی یوم القیمۃ فمن کان عندہ منہن شئی فلیخل سبیلہ ولا تاخذوا مما اتیتموہن شیئا۔ ان دونون روایتون کے ملانے سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ یہہ واقعہ نہی بہی غزوہ فتح مکہ ہی مین واقع ہوا ہے یعنے اول تو غزوہ فتح مین بعد نہی خیبر اجازت ہوئی اور پہر بعد تین روز کی ہمیشہ کی نہی یہہ ارشاد فرمایا چنانچہ ماہران کتب احادیث پر مخفی نرہیگا الغرض بعد تحقیق یون معلوم ہوتا ہے کہ دو بار متعہ کی اجازت ہوئی اور دو بار نہی ہوئی مگر دوسری دفعہ کی نہی ہمیشہ کی نہی تہی مگر چونکہ وہ بات رقم کرچکا ہون جس سے بعد فتح مکہ حرمتہ ابدی کا مناسب ہونا معلوم ہوجائے تو یہ تناسب آپ معلوم ہوگیا ہوگا کہ یہہ ارشاد اسوقت کیون ہوا پس دیکہیں فتح مکہ یہہ ارشاد کیلئے نہ فرمایا ہان اب تیسری روایت کا نمبر ہے سو وہ تیسری روایت خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم وغیرہ کتب احادیث مین مروی ہی عن محمد بن علی یعنی ابن الحنفیۃ انہ سمع علی بن ابی طالب یقول لابن عباس نہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن متعۃ النساء یوم خیبر وعن اکل لحوم الحمر الانسیۃ انتہی یہہ روایات مذکورہ اہل سنت کے لئے تو دربارہ رخصت ہونے متعہ کے سرمایہ تسکین ویقین ہوگئی اور اسلئے وہ الزام شیعہ جسکی دفع کے لئے یہہ اوراق مرقوم ہوئے ہین خود بخود انکی نزدیک ساقط ہوجائیگا اور پہر اس باب مین انشاء اللہ شیعون کو مجال دم زدن باقی نرہیگی اور شیعون کے لئے یہہ روایات منجملہ

ہدایت وارشاد وتلقین ہوتگی وجہ اسکی یہہ ہے کہ جب کسی مذہب ومشرب کا کوئی کلیہ یا قاعدہ یا انکی دین کی کسی
بات کی کوئی اصل دل نشین اور ذہن نشین ہوجاتی ہے اور پہر اسکے مناسب ہو اور احکام اس مذہب مین نظر آتی مین
تو اہل مذہب کو تو اسکی حقیقت کا یقین ہوجاتا ہے اور مخالفان مذہب مذکور کو بشرط طلب حق رشد وہدایت کا سامان ہو
جاتا ہے اگر کلام اللہ مین اور اسکے احکام اور اخبار مین یہ تناسب نہوتا تو سب مین پہلا اعتراض یہی ہوتا کہ نعوذ باللہ
دروغ گو را حافظہ نباشد اور جب یہہ اعتراض نہین تو جیسا اہل اسلام کو سامان مزید
تسکین ویقین ہوگا اہل باطل کے حق مین بشرط تدبر یہہ تلقین وتنبیہ پنہانی باعث تنبیہ وہوش ہوگی خاصکر
روایت اخیرہ کیونکہ حضرت علی کا نام ہے شیعون کے مرشد کو کافی ہے سنیونکو تو یہہ بہی احتمال ہوسکتا ہے
کہ غزوہ فتح بعد فتح خیبر ہے اور غزوہ فتح مکہ مین بشہادت بعض روایت مذکورہ پہر اجازت ہوگئی تھی اس
صورت مین بہی غزوہ فتح سے اگر قطع نظر کیجائے تو اجازت غزوہ فتح تا نسخ بہی خیبر ہوگی اور حضرت علی کا یہہ ارشاد
بوجہ بیخبری ہو مگر شیعونکو اس عذر کی گنجایش نہین انکے نزدیک اماموںسی غلطی کا احتمال نہین اور پہر وہ بہی
دین کی باتون مین خاصکر اس وقت جبکہ نسخ کا بہی احتمال نرہا ہو یعنی بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وحی کا آنا موقوف ہوگیا نسخ کی کوئی صورت نرہی دین پایدار ہوگیا اس صورت مین وہ متعہ کا رخصت
ہونا اور عزیمت نہونا جو بدلائل واضحہ انشاء اللہ ہر خاص وعام پر واضح ہوجائیگا اس تناسب کے ساتہہ
ملکر جو حضرت علی کی وراثت سے ثابت ہوتا ہے شیعونکے حق مین بالضرور موجب تنبیہ ہوگا اور انشاء اللہ اب اُس
خواب غفلت سے جسمین مدت سے بیہوش ہین ہوشیار ہوکر حرمتہ متعہ کو علی رؤس الاشہاد تسلیم کرینگے
اور یہ بہی نہوگا تو اُس سے تو خالی ہی نہین کہ یہ روایتین دافع الزام اباحتہ ہوجائین یعنی حضرات شیعہ
جو بربنا ویزر روایات اباحتہ اہل سنت پر الزام لگاتے تھے وہ الزام ان روایات سے مندفع ہوجائیگا اس صورت
مین حاصل تقریر یہ ہوگا کہ ایک زمانہ مین متعہ کا ایسی طرح حلال ہوجانا جیسی میتہ کبہی حلال ہوجاتی ہے مسلم لیکن
اول تو وہ اجازت وقت ضرورت بوجہ ضرورت تہی کوئی امر تعبدی نہ تہا جو ہمیشہ کے لئے رہتا اور ایسا ثواب
بے پایان اُسپر متفرع ہوتا کہ ایمان سے لیکر اعمال تک کسی عبادت اور طاعت اور زہد وتقوی کا وہ ثواب
نہین کیونکہ نہ ایمان کا یہ رتبہ کہ یہ ترتیب معلوم چوتہی دفعہ مین ثانی خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
ہوجائے اور ہر قطرہ غسل سے فرشتہ پیدا ہو نہ کسی عبادت مین یہ اثر نہ زہد سے یہہ امید نہ تقوی سے یہہ
توقع یہ پاکیزگی تو اسی پاکبازی مین ہے اور اگر فرض بہی حضرات شیعہ میر فتح اللہ شیرازی کی تفسیر کو معتبر کہتے ہین

اور اسوجہ سی انکی ان روایات کو نمانین تب بہی شیعونکے نزدیک متعہ کی منجملہ حسنات ہونین تو کچہہ تامل ہے
نہین بہرحال بوجہ ضرورت وقت ضرورت متعہ کے لئے اجازت دیدینا خود اسبات کو مقتضی ہے کہ بعد ضرورت
یہہ حکم نرہیگا اور ایسا حکم منجملہ حسنات نہین ہوسکتا دوسرے حرمتہ ابدی اور حدیثون سے ثابت جسکا حاصل
یہہ ہوگا کہ وہ اباحتہ ثابت من الاحادیث جو شیعہ کے نزدیک اُس حرمت کی ناسخ تہی جو آیتہ الا علی ازواجہم
الخ سے ثابت ہوتی تہی احادیث ہی سے پہر منسوخ ہوگئی باقی رہا حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت
عبداللہ بن مسعود کا بعد وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم متعہ کی اباحتہ پر فتوی دینا اہل سنت کے حق مین
کچہہ مضر نہین کیونکہ اول تو اہل سنت کی مجتہد سے خطا بہی ہوجاتی ہے دوسرے اُن کا یہہ فتوے قبل اطلاع
نہی تہا بعد اطلاع اونہون نے بہی رجوع فرمایا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا حدیث نہی سی مطلع نہونا تو
حضرت علیؓ کی روایت سے ثابت ہے اسیطرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو خیال فرمائیے اور اگر بالفرض حضرت
عبداللہ بن مسعود کو رجوع کا اتفاق نہین ہوا تو اُسکی یہہ وجہ ہے کہ احادیث نسخ اونکو پہونچی نہ تہی
اور اجماع ان کے بعد منعقد ہوا بہرحال انجام کار سبنے رجوع کیا اور حرمتہ متعہ پر اجماع منعقد ہوگیا
چنانچہ کتب اہل سنت مین موجود ہے نووی شارح مسلم باب نکاح المتعہ مین بحوالہ قاضی عیاض رقم
فرماتے ہین قال القاضی واتفق العلماء علی ان ہذہ المتعہ کانت نکاحًا الی اجل لا میراث فیہا وفراقہا
یحصل بانقضاء الاجل من غیر طلاق ووقع الاجماع بعد ذلک علی تحریمہا من جمیع العلماء الا الروافض
وکان ابن عباس یقول باباحتہا وروی عنہ انہ رجع عنہ انتہی اور شروع باب مذکور مین بحوالہ قاضی
ہی یہہ بہی مرقوم ہے قال المازری ان نکاح المتعہ کان جائز فی اول الاسلام ثم ثبت بالاحادیث
الصحیحہ المذکورۃ ہنا انہ نسخ وانعقد الاجماع علی تحریمہ ولم یخالف فیہ الا طائفتہ من المبتدعتہ انتہی مقام
الحاجتہ خلاصہ مرام یہہ ہے کہ نہ کلام اللہ مین متعہ کا نشان ہے نہ اُسکی خوبی یا اباحت کا کہین بیان ہے کوئی
آیتہ اُسکی استحباب یا اباحت پر دلالت نہین کرتی بلکہ کلام اللہ سے اگر نکلتی ہے حرمت نکلتی ہے ہان احادیث سے
ایک زمانہ مین تہوڑے دنون کوئی مباح ہونا ثابت ہوتا ہے مگر جیسا تہوڑے دنون کوئی اباحتہ کا ثبوت احادیث
سے نکلتا ہے ایسا ہی بعد اباحتہ چندروزہ ہمیشہ ہمیشہ کوئی اس کا حرام ہوجانا نکلتا ہے چونکہ جمیع مالہ اور
ماعلیہ بحث متعہ سے بحمداللہ فراغت حاصل ہوگئی تو اب لازم یون ہے کہ خدا کا شکر ادا کیجئے اور بنام خدا
ختم کیجئے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلواۃ والسلام علی رسولہ سید المرسلین خاتم النبیین

والہ وصحبہ وازواجہ وذریتہ اجمعین۔

سوال

بیٹیونکا وارث ہونا قرآن مین سورہ نساء کی رکوع دویم اعنی یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الا الانیثین مین منصوص ہی فرماتی ہین فان کانت واحدۃ فلہا النصف جسکی یہہ معنی ہین کہ اگر اولاد مین ایک ہی بیٹی ہو تو اُسکا آدھا حصہ ہے اس صورت مین حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آدہی ترکہ کی مالک نہین پہر کیا سبب ہوا کہ خلیفہ اول نے اُنکو بالکل جواب دیا یہہ ہی ظلم نہین تو اور ظلم کسکا نام ہے اور اگر یہہ کہی کہ حدیث مین آیا ہے نحن معاشر الانبیا لا نورث ما ترکنا صدقۃ یعنی انبیاء کی مال مین میراث نہین ہوتی تو یہہ معنی ہوئے حکم قرآنی حدیث سی منسوخ ہوگیا تو اول تو حدیث واحد سی یعنی ایسی احادیث سی جنکو محدثین احاد کہا کرتی ہین قرآن کا منسوخ ٹہرانا سنیون کی نزدیک ہی جایز نہین دوسرے یہہ حدیث اور آیات قرآنی کی معارض ہی جنمین سی ایک تو ورث سلیمان داود ہی دوسری وھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب اول کا مطلب تو یہی ہے کہ حضرت سلیمان حضرت داود علیہما السلام کی وارث ہوئے اور دوسرے دعاء حضرت زکریا علیہ السلام ہی اور مطلب اس کا یہہ ہے کہ ای اللہ دی مجکو ایسا جانشین جو میرا ہی وارث ہو اور آل یعقوب کا ہی وارث ہو اور ظاہر ہی کہ انبیاء علیہم السلام سی خلاف قاعدہ خداوندی دعا منصور نہین اور اگر بالفرض انبیاء کرام سے کوئی دعاء خلاف قاعدہ مقررہ صادر ہی ہو تو مثل دعاء حضرت نوح علیہ السلام یعنی رب ان ابنی من اہلی وان وعدک الحق وانت احکم الحاکمین قابل عتاب ہے چنانچہ جملہ فلا تسئلن ما لیس لک بہ علم انی اعظک ان تکون من الجاہلین سے ظاہر ہے مثل دعاء حضرت زکریا مذکور قابل اجابت نہین تہی سو یہ اجابت دعاء مذکور جیسے جملہ یا زکریا انا نبشرک بغلام اسمہ یحیی سے شاہد ہے یا ین لطف وعنایت جو لفظ نبشر سے ظاہر ہی در صورت صحت وصدق خبر لا نورث ہرگز متصور نہین کیونکہ اگر انبیاء کا کوئی وارث نہوا کرتا تو حضرت زکریا علیہ السلام کو اس قاعدہ کی اطلاع ہی ضرور ہوگی پہر ایسی دعا کیون کرتی بہر حال حضرت زکریا اور حضرت داود علیہما السلام دونون بالیقین نبی ہین اور اونکی مال مین وراثت کا جاری ہونا کلام اللہ سے ثابت اس صورت مین حدیث مذکور مخالف کلام اللہ ہوئی سو کلام اللہ کو غلط نہین کہہ سکتے ہو نہو حدیث مذکور ہے غلط ہوگی۔

جواب

بعد حمد وصلوات راقم حروف عرض پردازہی کہ میراث کی بناتین باتون پرہے ایک تو یہہ کہ جسکی مال
مین کسیکو استحقاق میراث ہو اُسکی روح کو اُسکو جسم سی علاقہ حیات باقی نرہے اگر علاقہ مذکور باقی ہی تو
اُس کا مال اُسکی ملک رہتا ہے اور اُسکی ازواج اُسکی نکاح مین اقربا کو اُسکی مال مین تصرف کا اختیار نہوگا
کسی اور کو اُسکی ازواج سے نکاح کی اجازت نہوگی یہی وجہ ہی کہ جبتک دم مین دم ہی آدمی اپنی مال کا
مالک ہی اُسکی زوجہ کا نکاح منقطع نہین ہوتا ہان اگر علاقہ مذکور منقطع ہو جائے تو اموال سے بہی علاقہ
ملک منقطع ہو جاتا ہے اور ازواج سے بہی علاقہ نکاح ٹوٹ جاتا اسلئے کہ روح کو بذات خود تو اموال و
ازواج کی ضرورت ہی نہین بلکہ جیسی سوار کو گہاس دانہ کی ضرورت بوجہ اسپ سواری ہوتی ہی روح
کو کہانے پینی اور اموال و ازواج کی حاجت بوجہ بدن ہی جب بدن سی علاقہ ہی نرہا تو مال و ازواج روح
کی کس مصرف کی ہین دوسری بات جس پر بناء میراث ہی یہہ ہے کہ خطاب یوصیکم اللّٰہ مین مورث داخل ہو
یہہ نہو کہ جیسی حج زکوۃ کا خطاب مثلاً اغنیاء کی لئی ہی فقراء خارج ہین خطاب مذکور سی مورث خارج ہو تیسری
بات یہہ ہی کہ متروکہ مورث اوسیکا مملوک ہو کسیکی امانت یا مال وقف نہو جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو
آگے سنیئے کہ اس جہگڑے مین تینون باتون کا پتا نہین اور ظاہر ہے کہ ثبوت دعوی میراث کی لئی اول حضرات
شیعہ کو ان تین باتونکا اثبات ضرور ہی اس کے بعد اگر سنیون سے جواب مانگین تو بجا ہی خود ہی او قبل
اثبات مذکور سنیون کی طرف سے لانسلم کافی ہی ان تینون مین سے اگر مقدمہ واحد ہی ثابت نہوگا تو پہر
سنیون کے سامنی مونہہ کرنی کی گنجایش نہوگی اور یہان ذہن نشین ہو تو ان تینون باتون کی اضداد
کلام اللہ ہی سے ثابت ہین اور احادیث کثیرہ اسکی موید غیر یہہ بحث تو بہت طویل ہے قابل گذارش یہہ ہی
کہ حدیث مین نفی امر اول کی طرف اشارہ ہی اور صورت اُسکی یہ ہی کہ انبیاء علیہم السلام کے مال مین میراث
کا جاری نہونا اگر حدیث مذکور سی ثابت ہی تو باین معنی ثابت ہی کہ عدم مورثیت کی خبر دیتی ہین یہ نہین کہ
انکی لئی جدا امر وارشاد ہی کہ حدیث کو ناسخ قرآن کو منسوخ کہین بالجملہ امر و نہی ناسخ امر و نہی ہوا کرتی ہین
اخبار ناسخ اوامر و نواہی نہین ہوتی ہان اگر کوئی ایسی خبر ہو جس سی وقوع امر و نہی معلوم ہو
جیسا کتب علیکم الصیام یا حرمت علیکم المیتۃ تو وہ خبر تو بیشک ناسخ امر نہین ہوتی البتہ وہ امر و نہی
جو بذریعہ خبر مذکور معلوم ہوتی ہین بشرط مخالفت امر و نہی دیگر ناسخ ہوا کرتی ہین سو یہان نہ کسی امر

امر کی خبر ہی نہ کسی ہی کا بیان بلکہ مطلب اصلی یہہ ہی کہ انبیاء علیہم السلام وقت موت ہی بدستور بقید
حیات رہتی ہین چنانچہ بہدایت عقل صائب جملہ لا نورث سی یہہ بات عیان ہی اور ہم ہی انشاء اللہ
بیان کرینگی اسلئی اُنکے مال مین میراث نہین چلتی سو سنی نہ سہی علماء شیعہ ہی فرمائین کہ اس مین کیا
خرابی ہی ذرا اسصورتمین کس طرح نسخ قرآن لازم آتا ہے زندہ کی مال مین تو نہ شیعونکی نزدیک میراث
ہوتی ہے نہ سنیون کی نزدیک جبتک جان کو تن سی علاقہ باقی ہی تو کیسا ہی کوئی ضعیف و نحیف بدتر از مردگان
کیون نہو اپنی مال کا مالک اور اپنی زوجہ کا خاوند رہتا ہی نہ اُسکی مال مین وارثونکو گنجایش تصرف
ہی نہ اُسکی ازدواج کی ساتہہ کسیکو نکاح کی اجازت جب ہمارا تمہارا باوجودیکہ ہماری حیات بدتر از موت
ہے یہ حال ہی کہ حالت نزع مین اپنی مال کی مالک اور اپنی زوجہ کی خاوند رہتی ہین انبیاء علیہم السلام اگر
بقید حیات اپنی مال کے مالک اور اپنی ازواج کی خاوند رہین تو کیا بیجا ہی ہان یہ بات قابل تحقیق ہی کہ جملہ
لا نورث بقاء حیات پر کیونکر دلالت کرتا ہے اور درباره بقاء حیوة انبیاء وقت موت ہی احادیث احاد سی
کام چلسکتا ہی یا نہین سو جواب امر اول تو یہہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لا نورث فرمایا
ہی لا یرثنا احد نہین فرمایا غرض نفی وارثیت ورثہ نہین کی اپنی مورثیت کی نفی فرماتی ہین اگر نفی وارثیت ورثہ
فرماتی تو یہہ ہی احتمال تہا کہ معاذ اللہ قتل یا کفر وغیرہ اسباب حرمان کی باعث وراثت سی محروم رہجائین پر مانع
مورثیت مورث بجز حیوت اور کوئی امر ہی نہین اسلئی کہ موجب تعلق وراثت فقط انقطاع تعلق فیما بین روح
وجسم ہی کسی اور شرط یا سبب کی ضرورت ہی نہین جو اُسکی نہونیکا احتمال ہو اس صورتمین بجز اسکی اور کسی
بات کی گنجایش ہی نہین کہ حیوة مانع میراث قایم ہوا اور یہہ فرق نفی وارثیت اور مورثیت میراث مین ایسا ہی
ہیسا ابصار مین نہ دیکہنی اور نہ دکہلائی دینی کا فرق موجود ہی یعنی اندہا اگر کسی شکل وصورت کو نہین دیکہتا
تو وہان اندہیکا قصور ہے اُس شکل کا قصور نہین اور اگر ہوا یا روح وغیرہ اشیاء غیر مبصرہ کو کوئی آنکہون
والا نہین دیکہتا تو وہان آنکہون والیکا اس بات مین کچہہ قصور نہین بلکہ ہوا اور روح کا قصور ہی یعنی
ہوا اور روح دیکہنی کی قابل نہین سو پہلی صورت مین اندہی کی بصیرہ ہمینکی نفی کرنی چاہئی اور
دوسری صورتمین ہوا اور روح کی مرئی ہونیکی نفی مناسب ہے بہرحال بدلالت نفی مورثیت حقیقت شناسان
معانی سنج تو اسطرف گئی کہ انبیاء مین مورثیت ہی نہین یعنی انقطاع تعلق روح وجسم کی نوبت ہی
نہین آتی اور ظاہر پرستان کم فہم نفی مورثیت کو نفی وارثیت پر محمول کرکی لڑنے کو تیار ہین کہ بیٹی کا

وارث ہونا قرآن مین منصوص ہی حدیث واحد سی منسوخ یا مخصوص نہین ہو سکتا ہین تفاوت رہ از کجا تا بکجا و کوئی پوچھی اس حدیث کو نفی وارثیت سی کیا علاقہ جو اعتراض نسخ لی دوڑی اور امر ثانی کا جواب یہہ ہے کہ موت وحیات کے باب مین تو ہر عادل کی گواہی مقبول ہی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات دربارہ حیات مقبول نہو گی حضرات شیعہ ہی فرمائین یہہ بات سچ ہی یا جھوٹ ہان یون کہیئی کلام اللہ مین یون ہی ارشاد ہی کل نفس ذائقۃ الموت جس سے بی تخصیص انبیا کرام علیہم السلام سب کے لئے موت کا آنا ثابت ہے بلکہ خاص رسول اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتے ہین انک میت اور پھر اس بنا پر فرماتی ہین وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم اور ظاہر ہی کہ موت وحیات باہم متضاد ہین اور اضداد باہم مجتمع نہین ہو سکتی ظاہر ہی کہ نور اور ظلمت اور حرارت اور برودت ایک محل واحد مین جو مجتمع نہین ہوتی تو بوجہ تضاد ہی باہم مجتمع نہین ہوتی سو اسکا جواب اول تو نقلی لیجئی اگر کل نفس ذائقۃ الموت کلام اللہ مین لاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم ہی کلام اللہ ہی کی آیت ہی انجیل یا تورات درس نہین اور ظاہر ہے کہ بشہادت کل نفس ذائقۃ الموت شہدا کی موت کا اقرار لازم ہو ورنہ باایہمہ کلیۃ جملہ کل نفس ذائقۃ الموت اگر شہداء منجملہ اموات ہونگی تو اس قضیہ کا کلیہ ہونا دربارہ موت انبیاء کرام علیہم السلام کیونکر مفید ہو سکتا ہی سو جیسا شہدا مین موت وحیات کا اجتماع ہی ایسا ہی انبیاء علیہم السلام مین ہی سہی اس تقریر کو سنکر شاید علماء شیعہ آیت لاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا کی تفسیر مین دیدہ تغیر ہو کر یہہ فرمائین کہ قتلوا صیغہ ماضی ہے اسلئے الذین قتلوا فی سبیل اللہ سی وہ لوگ مراد ہین جو قبل نزول آیۃ لاتحسبن الذین قتلوا خدا کی راہ مین مارے گئے علی العموم تمام شہداء مراد نہین اس صورت مین ہو سکتا ہی کہ وہ لوگ ایکبار مر گئی ہون اور پھر بعد مرگ انکو زندہ کرا اوٹھایا ہو اور اسلئی یہہ ارشاد ہوا ہو کہ لاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم مگر اس کا جواب اول تو اپنی مفسرون سی پوچھین حضرت من باتفاق مفسرین فریقین آیۃ مذکورہ تمام شہدا کو عام ہی سابقین ہون یا لاحقین اور کیون ہو اگر یون نکلئے تو آیۃ ان الذین آمنو مین بھی یہی کہنا پڑیگا اور اس صورت مین ظاہر ہے کہ شیعان مابعد کو بزعم خود بھی اپنی آپ کو اس قسم کی بشارات سے محروم و بی نصیب کہنا پڑے گا بالجملہ اس قسم کی آیات مین زمانہ کا ماضی ہونا باعتبار وقت جزاء و تفریعات ہوتا ہے

باعتبار وقت تکلم نہین ہوتا سو جیسی آیہ ان الذین امنوا مین جزاً فلہم اجرہم سے مثلاً تقدم ملحوظ ہوگا اس
آیۃ مین عدم حسبان اور رزق اور فرحت وغیرہ امور مندرجہ آیۃ لاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا
بل احیاء عند ربہم یرزقون فرحین بما آتاہم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بہم من خلفہم ان لا
خوف علیہم ولا ہم یحزنون سے تقدم اعتبار کیا جاویگا ورنہ ہم تو نہین کہہ سکتی پر یہی تفسیر دانی ہوگی
تو حضرت امام الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ اور انکی رفقا کی حیات سی شیعونکو انکار ہی کرنا پڑیگا
بہر حال جملہ الذین قتلوا کی تعمیم ضرور ہی پہر اس صورت مین دو حال سی خالی نہین کہ مقتولان فی سبیل اللہ
کی حیات اول ہی بدستور ہو اور اسلئی بل احیاء فرمایا ہو یا حیات اول منقطع ہوگئی ہو پر حیات ثانی کی اعتبار
سے انکو احیاء فرمایا ہو صورت اول مین تو ظاہر ہے کہ بعد قتل موت وحیات کا اجتماع لازم آئیگا پر صورت ثانی
کی پہر دو صورتین ایک تو یہہ کہ حیات اول کی ختم ہوتی ہی دوسری حیات شروع ہوگئی ہو یعنی حیات اول کا
انتہا اور حیات ثانی کا ابتداء ایسطرح متصل اور چسپان ہو جیسے رات اور دن اور ظہر اور عصر مثلاً دوسرے یہ
کہ حیات اول کی اختتام کی بعد ایک زمانہ تک موت رہتی ہو اور پہر حیات ثانی آتی ہو ان دونون صورتون
مین سی پہلی صورت مین اگر موت انتہاء حیات اور حد حیات اور طرف حیات ہی تو جیسے خط وسطح مفروض علی السطح
المتصل اور سطح مفروض علی الجسم المتصل یا آن مفروض فی الزمان المتصل اتصال سطح اور اتصال جسم
اور اتصال زمان مین قادح نہین ایسی ہی موت مفروض بین الحیوتین کو خیال فرمائی کیونکہ اس صورت مین
تعدد حیات باعتبار فرض موت ہی اور موت ایک انتہاء غیر منقسم کا نام سو جیسی تعدد سطح جو وقت فرض خط
مستدیر مثلاً لازم ہی اتصال سطح داخل وخارج مستدیر مین قادح نہین ایسی ہی موت بہی اتصال حیات
سابق ولاحق مین قادح نہوگی اور اگر موت کیفیت مستمرہ کا نام ہی تو پہر وہی صورت ہی یہان بہی موت و
حیات باہم مجتمع ہونگی ہان صورت ثانی مین البتہ اجتماع موت وحیات نہوگا بلکہ حیات اول تک تو موت ہی
ہی نہین اور حیات ثانی کی وقت موت زائل ہوگئی اور یہی احتمال شیعون کو مفید ہی معلوم ہوتا ہی
مگر اسکو کیا کیجی کہ دونون حیاتونکی ما بین جو زمانہ موت ہوگا تو اس موت کے معروض وہی الذین قتلوا فی
فی سبیل اللہ ہین جنکی شان مین لاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا اور اہل احیاء فرماتی ہین الغرض
خود آیت لاتحسبن ہے احتمال مذکور کے مکذب ہے اور دلیل عقلی موت وحیات کی اجتماع کے ممکن ہوئی پر مطلب یہ
ہے تو سنئے کہ اجتماع اضداد کی محال ہونیکی لئے ضرور ہی کہ جہت وزمان ہی واحد ہو ورنہ مختلف زمانونمین

جیسے پانی کا گرم و سرد ہونا اور زمین کا مضی اور مظلم ہونا ممکن کیا مشہود ہی ایسی باعتبار جہات مختلفہ ہی حرارت و برودت اور نور وظلمت کا اجتماع موجود ہی علی ہذا القیاس ادویہ باردہ بالطبع اور آب جو بالطبع باردہی بوسیلہ آتش گرم ہو جاتی ہین اور علے ہذا القیاس ادویہ حارہ بالطبع مثل مرچ و گوگل شہد سرابین بارد ہو جاتی ہین اور طبیعت وہی کی وہی رہتی ہی تاثیرات جون کی تون رہتی ہین اگر اجتماع مفہومات مذکورہ ہرطرح محال ہی ہوتا تو یہہ اجتماع کیونکر ہوسکتا اسلئی بناچاری اجتماد جہت کا شرایط تضاد مین سے کہنا ضروری ہی سو جیسی یہان حرارت ذاتی اور برودت طبعی زایل نہین ہوتی بلکہ برودت عارضہ اور حرارت غریبہ کی تلی دیجاتی ہے اور زیر پردہ اضداد مستور ہوجاتی ہے ایسی ہی اگر حیات ذاتی زیر پردہ موت مستور ہو جائے تو کیا عجب ہے کیونکہ موت بشہادت آیۃ خلق الموت والحیات امر وجودی ہی عدمی محض نہین جو یون کہا جاوے کہ ساتر ہونے کے لئی وجودی ہونا ضروری ہی اور موت امر عدمی ہی اوسکی ساتر ہونے اور حیات کی مستور ہونیکی کیا معنی اور اگر یون کہئی کہ موت تو امر عدمی ہی ہی پر یہان وہ چیز مراد ہے جس سے موت یعنی عدم الحیوۃ لازم آیاہے سو اسکا جواب یہہ ہے کہ حیات منجملہ اوصاف و عوارض ہی اقسام موصوفات اور جواہر مین سے نہین اور ظاہر ہے کہ اوصاف وجودی دو حال سی خالی نہین ہوتی یا اوصاف ذاتیہ ہونگی یعنی ذات موصوف کی حق مین خانہ زاد ہون کسی اور کا فیض نہون جیسی فرض کرو حرارت آتش اس قسم کے اوصاف تو اہل علم و عقل جانتے ہین کہ موصوف سی جدی ہی نہین ہوتی اور اگر اوصاف وجودی اوصاف ذاتیہ نہون گی تو اوصاف عرضیہ بمعنی بالعرض ہونگی یعنی کسی اور کا فیض ہونگی جیسی فرض کرو حرارت آب گرم کہ آب گرم مین فیض آتش ہی آب کی حق مین وصف خانہ زاد نہین اس قسم کی اوصاف البتہ زوال پذیر ہوتے ہین اور موصوفات سے اُن کا عدم متصور ہوتاہے لیکن اس قسم کے اوصاف اگر ایک جا سے معدوم ہوجاتی ہین تو جہانکا فیض ہے وہان سی معدوم نہین ہوتی الغرض ہر وصف عرضی بمعنی بالعرض کی لئے ایک موصوف بالذات ضروری ہی سو جس کیکی ایسی حیات ہوگی اُسکی حیات معدوم نہین ہوسکتی اگر دگی تو مستور ہی ہوگی اور وہ چیز جو آیۃ مذکورہ مین لفظ موت سی مراد ہوگی اسکی حق مین ساتر ہی ہوگی مزیل نہوگی سو ہم کہتے ہین کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات خانہ زاد ہوا ورا وروں کی حیات عالم امکان مین ایسی طرح اُس کا فیض ہو جیسے چاندمین آفتاب کا فیض تو اُس صورت مین آپکی حیات وقت موت زایل نہوگی اگر ہوگی تو مستور ہوگی یعنی

جیسی بوقت کسوف یعنی گہن کے وقت نور آفتاب چاند کی اوٹ مین مستور ہو جاتا ہی اور چاند کا نور وقت خسوف یعنی چاند گہن بین بانیوجہ کہ زمین اُسکی اور آفتاب کے بیچ مین حائل ہو گئی ہی بالکل زایل ہو جاتا ہی ایسی ہی وقت موت آپکی حیات تو زیر پردہ موت مشار الیہ فی الآیۃ مستور ہو جائے اور نکی حیات بالکل زایل ہو جاے بالجملہ موت اور حیات بوجہ اختلاف جہات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین اگر مجتمع ہو جائین تو کونسا محال لازم آئیگا حیات ذاتی اور اصلی ہوگی اور موت عرضی اس صورت مین حدیث لا نورث ما ترکناہ جو حیات انبیا پر دلالت کرتی ہے جیسی آیۃ یوصیکم اللہ کی مخالف نہ تھی ایسی ہی آیۃ انک میت اور کل نفس ذایقۃ الموت کی بھی مخالف نہوگے رہا تعارض حدیث مذکور اور آیۃ و ورث سلیمان وداؤد اور آیۃ وہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب الخ یہ تعارض ظاہر اشیعونکو بوجہ قلت فراولت کلام اللہ تعارض حقیقی معلوم ہوتا ہے اگر کلام اللہ کی تلاوت کبھی نصیب ہوتی اور اُنکی ایسی کہان نصیب تو یہہ دھوکا نہ پڑتا خلاصہ یہ ہے کہ ان دونون آیتون مین بھی مثل آیۃ مختلف من بعدہم خلف ورثوا الکتاب اور آیۃ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا وراثت علمی مراد ہے یا وراثت خلافت وولی عہدی وراثت مالی مراد نہین چنانچہ آیۃ ورث سلیمان داؤد سے پہلی متصل ہے یہ ارشاد ولقد آتینا داود وسلیمان علما وقال الحمد اللہ الذی فضلنا علی عبادہ المومنین اور بعد جملہ ورث سلیمان داود متصل ہے یہہ ارشاد وقال یا ایہا الناس علمنا منطق الطیر اس ارادہ کے لئے قرینہ ہی ہے ورنہ وراثت مالی مراد ہو تو پھر وہی قصہ ہو جاے جیسے گنوار کہا کرتے ہین بیا دمین بیچ کا لیکھا سو اگر کسی گنوار کی کلام ہوتی تو احتمال بھی تھا خدا کی کلام مین ایسی بیربطی اونہین کے نزدیک متصور ہے جنکی نزدیک خدا ایتعالی کو کلام گفتگو کا سلیقہ نہو اور کلام اللہ معجز نہو با اینہمہ حدیث کلینی جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی مروی ہو اسبات پر شاہد ہو کہ آیت و وراثت سلیمان مین وراثت علمی مراد ہو وراثت مالی مراد نہین حدیثا یہہ ہی ورث سلیمان داود ورثنا نحن سلیمان حاصل کلام یہہ ہے کہ حضرت سلیمان حضرت داؤد کی وارث ہوئی تھی اور ہم حضرت سلیمان کے وارث ہوئی اور ظاہر ہے کہ وراثت مالی کرلئے اون رشتون اور قرابتون مین سے کسی رشتہ دار اور قرابت کا ہونا ضرور ہے جن پر وراثت موقوف ہی سو حضرات شیعہ ہی فرمائین حضرت سلیمان تو حضرت داؤد کی فرزند تھی ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلیمان کی کون تھے جو اُنکے مال کے وارث ہوئی اور پھر وارث ہی ہوئے تو کیا فدک وغیرہ متروکہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلیمان ہی کی ترکہ مین سے آپکو ملا تھا اب آیۃ وہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب کا حال

بہی سنئی اس آیۃ مین میراث مالی مراد ہو تو یہہ معنی ہون کہ حضرت یعقوب کا مال حضرت زکریا کی زمانہ تک غیر
مقسوم رکہا ہوا تہا حضرت زکریا کی فرزند کا انتظار تہا سو اس عرصہ دراز تک جو کچہہ اوپر دو ہزار برس ہوتی
ہین حضرت یعقوب کا مال ویسی رکہا رہا ہو کسی عاقل کے فہم مین تو آ نہین سکتا ان کہنی سے جنون اثر لیجئیا
ہی ملجائی تو کیا مضایقہ ہی باایہمہ اس صورت مین فقط جملہ یرثنی کافی تہا جملہ ثانیہ یعنی یرث من آل یعقوب
کی کیا ضرورت تہی کیونکہ حضرت یعقوب کی وراثت وبے وساطت حضرت زکریا علیہ السلام متصور نہین اور اگر
کسی اور کے واسطہ سے متصور ہی ہے تو اُن کا نام لینا تہا حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر بہر ہی بے محل ہی
یہ تو اس صورت مین ہے کہ لفظ آل آیتہ مشار الیہا مین حسب محاورہ عرب زائد ہوا اور اگر لفظ آل زاید نہین تو
یون کہو کہ تمام بنی اسرائیل سی جو اسوقت تک لاکہون ہون گے حضرت زکریا علیہ السلام کے فرزند کو وہ قرابت
تہی جسکی وسیلہ سے اون سب کے وراثت ہو سکتی تہی اور پہر اون سبکا انتقال ہی حضرت زکریا علیہ السلام کی
فرزند کی روبرو ہونا چاہئی جو یرث من آل یعقوب صحیح ہو علاوہ برین وہ خوف جو جملہ خفت الموالی سی ثابت
ہوا اگر بایں نظر تہا کہ آپ کی کنبی کے لوگ اپکو مسرف نظر آتے تہی اون سے بیجا خرچ کرنیکا کہٹکا تہا تو اس دعا م
وارث نیک کی حاجت نتہی اپنی آپ خدا کی راہ مین خرچ کر جاتی اور اگر تہوڑی جاتی تو کیا تہا بعد موت تکلیف شرع
باقی ہی نہین رہتی جو کچہہ خوف حساب آخرت ہو دوسری دوسرون کا کیا اونہین پر پڑتا جو کرتا وہی بہرتا لا تزر وازرۃ
وزر اُخری کلام اللہ مین موجود ہی وعا مذکور مین یہہ اہتمام کہ رب انی وہن العظم منی واشتعل الراس شیبا ولم
اکن بدعائک رب شقیا وانی خفت الموالی من ورائی کاہیکی لئی کیا گیا ہان اگر وراثت علمی مراد ہو تو دونون
آیتون کا سیاق وسیاق بہی درست ہو جائے اور کوئی خرابی ہی پیش نہ آئی حاصل اس صورت مین یہہ ہوگا
کہ جو منصب ارشاد و انصاف پہلی حضرت داود علیہ السلام کو حاصل تہا اُن کی بعد حضرت سلیمان کو ملا اور جو
منصب ہدایت زکریا علیہ السلام رکہتی تہی بعد اپنی اُس منصب کے لئی کسی ولی عہد پسندیدہ کی خواستگار ہین
چنانچہ لفظ ولی کو یرثنی کی ساتہہ ذکر کرنا عاقلون کی نزدیک اسیجانب مشیر ہے کہ ولی عہد چاہتی ہین مثل اہل دُنیا فقط
فرزند ہی کی آرزو مند نہین کیسا ہی ہو بلکہ بیٹا ہو یا کوئی اور جو ہو ولی عہد ہو پر ایسا نہو کہ امت کی لوگونکو خراب
کر دے ایسے ولیعہد تو اونکی اقربا مین ہی بہت تہی چنانچہ جملہ انی خفت الموالی سے ظاہر ہے بلکہ ولیعہد ہی ہو
تو پسندیدہ خدا ہو اسلئی جملہ واجعلہ رب رضیا بڑہایا اور جب یہ بات ٹہری تو اب حضرات شیعہ ہی انصاف
فرمائین کہ ولیعہدا ور خلیفہ کی وراثت کونسی قسم ہوتی ہی وراثت مالی ہوتی ہے یا مثل خلفاء انبیاء وعلماء

وفقراء فقط وراثت ارشاد وتلقین وانصاف وحفظ جان ومال رعایاء مگر ان شیعون کے نزدیک شاید ولیعہد
انبیاء کرام علیہم السلام ایسی ہی ہوتی ہون جیسے نواب وامراء لکھنؤ وایران یعنی جس کسیکا مال ہاتھ آیا بیدریغ
لیا خواہشات نفسانی مین صرف کیا بہر حال لفظ ولی اور لفظ موالی خود شاہد ہین کہ وراثت مالی نہین وراثت
علمی اور وراثت ارشاد مراد ہی اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ بعد ذکر بشارت تولد یون فرمایا یا یحیی خذ الکتب
بقوۃ واتیناہ الحکم صبیا تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام اپنی قرب زمانہ وفات کی
طرف وعا رب انی وہن العظم منی واشتعل الراس شیبا مین اشارہ کرچکے تھے اور غرض یہہ تہی کہ ولیعہد مذکور
کی جلدی ہی ضرورت ہی تاکہ اس منصب کو سنبہالی سو خداوند کریم نے اُنکی خاطر لڑکپن ہی مین حضرت یحیی کو کمال
علمی اور عملی عنایت فرماکر انقیاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس کی خبر دی تاکہ معلوم ہوجاے کہ
حضرت زکریا علیہ السلام کی مراد یہی تہی کیونکہ تہی الغرض خداوند کریم تو حضرت زکریا علیہ السلام کا یہ مطلب سمجہی
جو اس خاکسار نے عرض کیا حضرات شیعہ اگر کچھہ اور سمجہین تو سمجہا کرین مگر ان حضرات شیعہ کا ہی قصور نہین خدا
کو جب بدا واقع ہو تو اگر کسی بندہ کی مراد اور سمجہا تو کیا تعجب ہے علاوہ برین وراثت ایک معنی اضافی ہی جسکے لئے
دو حاشیون یعنی مضاف اور مضاف الیہ کی ضرورت ہی سو ایک طرف تو یہی وارث ہی دوسری طرف کبہی مورث
کو رکھتے ہین اور یون کہتے ہین کہ فلان شخص فلان شخص کا وارث ہوا اور کبہی مال مورث کو مثلاً کہتے ہین اور یہ
مطلب ہوتا ہے کہ یہ مال مثلاً اُسکو اُس سے میراث مین ملا بہر حال معنے میراث اس صورتین یہ ہوتا ہی کہ فلان
شخص فلان مال مین فلان شخص کا قایم مقام ہوا اور اسپر متسلط ہوا چنانچہ خداوند کریم جابجا مادہ میراث
کو اپنی کلام پاک مین انہین معنون مین استعمال کرتا ہی نحن نرث الارض ومن علیہا ونحن خیر الوارثین
ثم اورثنا الکتب فخلف من بعدہم خلف ورثوا الکتب تلک الجنۃ التی اورثتموہا وغیرہ آیات کو دیکھہ لیجئے حسب مراد
شیعہ میراث مالی بطور معلوم تو ہو ہی نہین سکتی چنانچہ ظاہر ہے خاصکر دو اول کے جملون مین خداوند پاک
کو نہ کسی سے قرابت نسبتی حاصل ہی نہ میراث مالی بطور معلوم بن پڑی ہان معنی قایم مقام اور متسلط ہونے کی
لیجئے تو البتہ تمام آیات مین برابر چل جاے بلکہ شیعونکو یاد نہین انکی احادیث مین ہی مادہ وراثت میراث
علمی مین مستعمل ہی کلینی کی ایک حدیث مین جسکو پورا پورا انشاء اللہ آگے نقل کرونگا یہہ لفظ ہی ان الانبیاء
لم یورثوا درہما ولا دینارا انما اورثوا احادیث من احادیثہم جملہ انما اورثوا احادیث الخ کو دیکھئی میراث
مالی پر دلالت کرتا ہے یا میراث علمی پر پہر میراث علمی پر ہی اس لطف سے دلالت کرتا ہے کہ انبیاء کی

بستہ میراث مالی کی سراسر نفی کردی جبکے بعد انصاف سے دیکھئی تو شیعونکو مجال دم زدن باقی ہی
اور نہ سنیونکو اور کسی جواب کی ضرورت مگر اسپر بہی شیعہ نمانین تو پہر انکو موافق مثل مشہور گوہ کی مار
موت خوارج ہی کی حوالہ بالجملہ میراث ایک معنی اضافی ہی اور حاصل اُسکا قایم مقام اور متسلط ہوجانا
سو اول تو قایم مقام ہونا الخ ایسا مضمون ہے کہ اموال ہی کی ساتہہ مخصوص نہین جو لفظ ورث اور
یرث کو دیکہکر دہوکا کہا ہئی دوسرے اضافت اور نسبت اور یہی اور اطراف اضافت و نسبت اور جو
ایک کی لئی لفظ موضوع ہو وہ دوسرے پر دلالت نکریگا اور بطور التزام اگر دلالت کریگا بقدر لزوم
والتزام دلالت کریگا جیسا مضمون غسل مفہوم آب پر بالالتزام دلالت کرتا ہی مگر ظاہر ہے کہ دلالت التزام
وہین متصور ہے جہان لزوم ہو جیسی غسل کی لئی آب لازم ہے اور جہان نہو جیسی قایم مقام ہونیکی لئی مال
لازم نہین وہان دلالت مطابقی تو کیا دلالت التزامی بہی متصور نہین بالجملہ اضافہ مطلقہ مطلق مضاف
یا مضاف الیہ قابل انتساب و اضافت خواستگار ہی خصوصیت مال کہا نسی نکال لی ہان یون کہیہ کہ بوجہ کثرت
وقوع میراث مالی لفظ میراث کا استعمال میراث مالی ہین بکثرت ہوتا ہے اسلئی عوام اسیکو میراث سمجہنی
لگی مگر علماء شیعہ کو دیکہئی کہ یہہ بہی عوام ہی کی مقلد ہو گئی اس تقریر کو سنکر اہل فہم کو یہہ یقین ہو گیا ہوگا
کہ میراث وراثت مالی اور وراثت علمی وغیرہ سے عام ہے اسلئی مدعیان میراث مالی کا کام نہین چل سکتا نہ آیۃ
ورثہ سلیمان انکو مفید ہے نہ آیۃ ہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوبؑ اونکی موید اور نہ
حدیث بخاری جس مین حضرت علیؓ کا خلافت ثانیہ مین طالب میراث ہونا موجود ہے اونکی کار آمد
اسلئی کہ اُسوقت اگرچہ حدیث لانورث کے بہول جانیکا احتمال بہت مستبعد ہی حضرت فاطمہؓ اور خلیفہ
اول کا جہگڑا طشت از بام ہو چکا تہا مگر بقرینہ سیاق و سباق بعد ثبوت عموم مذکور میراث تولیت
تہی جسکا ثبوت بہ نسبت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگی انشاء اللہ معلوم ہو جائے گا جب اس بحث
سی بحمد اللہ فراغت پائی تو خلاصہ تقریر گذشتہ کی طرف اشارہ کرکے آگی چلتا ہون مخدوم من یہ بات تو روشن
ہو گئی کہ حدیث لانورث نہ آیۃ یوصیکم اللہ کے ناسخ نہ آیۃ ورث سلیمان اور آیۃ یرثنی کی معارض ناسخ
نہو نیکی تو وجہ یہ ہے کہ آیۃ یوصیکم اللہ فی اولادکم بقرینہ آیۃ سابقہ ان الذین یاکلون اموال
الیتامی ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا وسیصلون سعیرا اور نیز باجماع جملہ فقہا اہل اسلام اُس
تقسیم پر دلالت کرتی ہے جو بعد انقطاع علاقہ حیات فیما بین روح و جسم ہونی چاہئی اور حدیث لانورث

نورث عدم انقطاع علاقہ پر دلالت کرتی ہو اس صورت مین یہہ قصہ ایسا ہوگیا جیسا کوئی طبیب حاذق کسی مریض سکتہ کو یون کہے کہ یہہ شخص مرا نہین اُسکو مردہ سمجھکر اُسکے مال کو بھراثہ مین تقسیم مت کرو سو جیسا قول طبیب مذکور ناسخ آیتہ یوصیکم اللہ اور رافع حکم مذکور نہین ایسی ہی قول نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ناسخ حکم مذکور نہین بلکہ مثل قول طبیب مذکور عدم تحقق شرط میراث مالی یعنی عدم انقطاع علاقہ حیات کی خبر دیتا ہے اور آیتہ ورث سلیمان داود اور آیت یرثنی ویرث من آل یعقوب سے معارض نہوئنگی یہ وجہ ہی کہ ان دونون آیتون مین تو بوجوہ مذکورہ میراث علم وارشاد وخلافت مراد ہی اور حدیث لا نورث مین بقرینہ جملہ ماترکنا صدقۃ میراث مالی مراد ہے اگر دونون جا ایک ہی قسم کی میراث مراد ہوتی تو بیشک تعارض ہوتا جب خلاصہ تقریر جواب معلوم ہوگیا تو آگی سُنیئے اہل سُنت وجماعت کو بمقابلہ طعن فدک جو حضرات شیعہ کرتے ہین تصحیح حدیث لا نورث کی لئی ایک احتمال ممکن بہ نسبت بقاء حیات کافی ہے بلکہ حدیث لا نورث ہوتی یا نہوتی حضرت ابوبکر صدیق کی طرف سے فدک ندینی کے لئے احتمال بقاء حیات بطور معروض دفعت طعن شیعہ کے لئے بہت تہا اثبات حیات کی ضرورت نتہی کیونکہ وجہ ثبوت مدعی کی ذمہ ہوتی ہے مدعا علیہ کو بعد امکان احتمال مخالف دعواء مدعی فقط لا نسلم کافی ہوتا ہے سو دعوی میراث مین شیعہ مدعی ہین اور سُنی مدعا علیہ دلیل لائین تو شیعہ لائین سُنیون سے ثبوت بقاء حیات کی دلیل طلب نفرمائین مگر بایہمہ خاطر حضرات شیعہ عزیز ہی انکی تسکین کرئے کسیقدر اثبات حیات سرور کائنات علیہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ افضل الصلوات والتسلیمات ہی سہی اسلئی معروض ہے کہ صورت اجتماع موت وحیات کی سمجھاد کے بعد ہم اسبات کی بہی مدعی ہین کہ علاقہ فیمابین روح نبوی صلے اللہ علیہ وسلم وجسم مبارک عروض مو منقطع نہین ہوا دلیل بکار ہی تو ایک انی لیجئی دوسری لی اول کی تقریر تو یہہ ہے کہ سورہ نسا مین لا تنکحوا ما نکح اباء کم فرماکر حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم الخ فرمایا اور تمام محرمات کو بیان فرماکر ارشاد واحل لکم ما ورا ذالکم سے گرفتاران ہوا وہوس کی تسکین فرمائی حاصل کلام یہ ہے کہ سواء محرمات مندرجہ آیات سابقہ اور سب تمہاری لئی حلال ہین اسکے بعد سورہ احزاب مین یہہ ارشاد ہوا ماکان لکم ان تؤذوا رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا اور ظاہر ہے کہ یہ حکم حرمتہ ہی مثل حکم حرمت مشار الیہ تمام امت کی نسبت ہے کسی ایک دو کی تخصیص نہین اور ظاہر ہے اور فریقین کے نزدیک مسلم کہ نسخ وتخصیص کا اُسیوقت قایل ہونا چاہئی کہ تطبیق کی کوئی صورت نہو یہان اگر یون کہا جاسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات

حیات جسمانی اور علاقہ مذکور عروض موت سی زایل نہین ہوا اور اسوجہ سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن
کا نکاح منقطع نہین ہوا تو ہرگز کوئی صورت تعارض کی نرہیگی جو نسخ یا تخصیص کے قایل ہونیکی ضرورت پڑی
بلکہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اس صورتمین منجملہ والمحصنات من النساء ہوجائینگی ہان اگر کوئی وجہ تعمیم
موجبات تحریم مین سی ایسی عام ہوسکتی کہ تمام امت کی حق مین موجب حرمت ہوجاتی تو البتہ ممکن تہا کہ باوجود
انقطاع علاقہ فیمابین روح پرفتوح وجسم منور حضرت ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم اور باوجود زوال
حیات جسمانی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تمام امت کی حق مین حرام ہوجاتین
مگر موجبات حرمت مندرجہ آیات مشار الیہ مین کوئی ایسی وجہ نہین جو اسکی بہروسہ کسی عورت کو تمام جہان
کے حق مین حرام کہہ سکین کیونکہ نہ کوئی عورت ساری جہان کے باپونکی منکوحہ ہوسکی نہ ساری جہان کی
والدہ نہ ساری جہان کی دختر علیٰ ہذا القیاس البتہ کسیکی منکوحہ تابقاء نکاح ساری جہان کی حق مین حرام
ہوتی ہے یا متوفی عنہا زوجہا تا بقاء عدت اور ظاہر ہے کہ محصنات کی یہی دو قسمین ہین مگر بحکم والذین یتوفون
منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسہن اربعۃ اشہر وعشرا ساری جہان کی اموات کی ازواج کی عدت
کل دس دن چار مہینے ہین اور حاملہ ہو تو بحکم واولات الاحمال اجلہن ان یضعن حملہن عدت مذکورۃ تا وضع
حمل اور ظاہر ہے کہ حمل کی مدت نو مہینے مین زیادہ ہو تو دو برس اور اس سے زیادہ ہوسکی تو چار پانچ
برس کہلو قیامت کا حساب کتاب تو ہوتا ہی نہین باانیہمہ ازواج مطہرات مین سے دم وفات نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم باتفاق مورخین فریقین کوئی ام المومنین حاملہ تہی ہی نہین اسصورت مین پہر
وہی گذارش ہے کہ نسخ وتخصیص توجہی جایز ہے کہ تطبیق ممکن نہو اور یہان بوجہ امکان اجتماع موت
وحیات انطباق ممکن یعنی جب یون کہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب بہی بدستور عالم دنیا
مین زندہ ہین آپ کا علاقہ حیات روحانی جو جسم اطہر سی تہا منقطع ہوا ہی نہین جو عدہ مذکورہ کی
نوبت آئی اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ والذین یتوفون کی بعد منکم ہی بڑہایا علی ہذا القیاس ایک میت
جدا فرمایا اور انہم میتون جدا فرمایا اور دونو نکو مثل جملہ لاحقہ ثم انکم یوم القیمۃ عند ربکم تختصمون ایک خطاب مین
اکہٹا کردیا تاکہ قابل شناسان معانی سخن کو اسجانب تنبیہ رہی کہ موت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور قسم
کی ہے اور موت امت اور قسم کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت مین استتار حیات زیر پردہ
موت یا زیر پردہ موجب موت ہوتا ہے اور امت کی موت کیوقت زوال حیات کل یا بعض ہوجاتا ہے مثال

درکار ہی تو وہی کسوف خسوف ہی یا چراغ کا کسی ہنڈیا مین یو سبلہ سرپوش بند ہوکر مکان مین اندہیرا ہوجانا
یا گل ہوکر چاندنی کا زایل ہوجانا سو جیسے کسوف مین استتار نور اور خسوف مین زوال نور ہوتا ہی اور نور
چراغ پہلی صورت مین مستور ہوجاتا ہے اور دوسری صورت مین زایل ہوجاتا ہی اور اندہیری ہوجانی کی لئی
خسوف و کسوف اور چراغ کا بند ہونا اور گل ہونا دونون برابر ہین ایسی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
جانب استتار حیات ہو اور امتہ کی جانب زوال حیات اسلئی اخبار وقوع موت کیونت انکی میت جدا
کہا اور انہم میتون جدا کہا اور بیان احکام متفرعہ علی المیت کی ہر ایک وقت کا حکم جدا بتلا دیا یعنی نکاح متوفی عنہا یا
زوجہا مین تو یون تفریق فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سی کوئی نکاح نکرنے
پائے چنانچہ ارشاد ان لا تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا سے ظاہر ہے اور ازواج امتہ کی حق مین یہ ارشاد
کردیا والذین یتوفون منکم الخ چونکہ ان لا تنکحوا کی مخاطب امت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نہین یہان بہی منکم کے مخاطب وہی ہونگی رسول اللہ علیہ السلام خارج ہونگی ورنہ اضافۂ منکم لغو و
بیکار تہا اتنا کام تو فقط والذین یتوفون سے ہی چل سکتا تہا اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہی کہ آیۃ واولات
الاحمال اجلہن مین من ازواجکن نہ بڑہایا کیونکہ اس حکم مین مطلقات اور متوفی عنہن ازواجہن دونون
داخل ہین اور ظاہر ہی کہ طلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی ہی متصور ہے با اینہمہ مطلقات
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مدخولہ یہا جو امت پر حرام رہین تو بوجہ بقاء عدت حرام نہین بلکہ وجہ
اُسکی جملہ وازواجہ امہاتہم سی ماخوذ ہی یعنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا ام المومنین
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابو المومنین ہونیکو مقتضی ہی اور اسوجہ سی منجملہ ما نکح اباءکم مین
اور بحکم لا تنکحوا ما نکح اباءکم سب پر حرام ہین مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہہ ابوت بنسبت مومنین
خود اسباتکو مستلزم ہی کہ آپ بدستور زندہ ہین چنانچہ انشاء اللہ یہ بات عنقریب روشن ہونیوالی ہی مگر
اس صورت مین یہہ قصہ ایسا ہوگا کہ کوئی متوفی عنہا زوجہا بعد انقضاء عدت بوجہ نسبت یا رضاع
وغیرہ اسباب کے کسی پر حرام رہی سو جیسی وہ حرمت بوجہ عدت نہین اور اسوجہ سی منجملہ محصنات
نہین کہہ سکتی ایسی ہی یہان بہی سمجہئی غرض عدت مطلقہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اگر حاملہ ہوتی
وہی وضع حمل تہی آپ کی ازواج کی کوئی جدی مدت نتہی اسلئے واولات الاحمال کے بعد من ازواجکن
نہ بڑہایا اور عدت وفات چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حق مین متصور ہی نتہی تو والذین

بتوفون کے بعد منکم ہی بڑہایا - رہی متصور نہونی کی وجہ یہہ ہی کہ وفات وموت اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
اور امت دونون کو عارض ہوتی ہی مگر عدت کی علت فقط موت اور وفات ہی نہین بلکہ علت عدت وہ آیے
جو نساءکم حرث لکم سی ماخوذ ہی جسکو باعث منکوحات غیر کا نکاح ناجایز رہا مردونکی طرح عورتون کو ایک وقت
مین متعدد نکاحون کی اجازت نملی تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ بارشاد نساءکم حرث لکم اسیجانب اشارہ
فرمایا کہ نکاح سے مقصود اولاد ہی فقط شہوت رانی اور لذت جماع مقصود نہین بلکہ شہوت اس پیداوار
کی حق مین ایسی جیسی کہیتی کا سامان غلہ کی لئی یا کہانیکی خواہش بدل ماتحلل کیلئے موافق شعر مشہور *
خوردن برای زیستن وذکر کردن ست * تو معتقد کہ زیستن از بہرہ خوردن ست * جیسے اصل بدل
ماتحلل ہے اور بہوک اور کہانی کا مزہ اسکی حصول کا سامان یا کہیتی مین اصل مقصود پیداوار ہوتی ہی اور
کہیتی کا سامان اُسکی حصول کی تدبیر ایسی ہی اصل مقصود عورتون سی اولاد ہی اور شہوت اور لذت جماع
اُسکی حصول کی تدبیر اور اگر لذت جماع اور شہوت رانی ہی مقصود ہوتی تو زنا بہی بہ تراضی طرفین ہرگز
ممنوع نہوتا بالجملہ نکاح سی مقصود اصلی اولاد ہی کیونکہ عورتین اگر کہیت ہین تو اسی پیداوار کی کہیت ہین
اس صورتین اگر عورتونکو زمانہ واحد مین متعدد نکاحونکی اجازت ہو تو اُسکی ساری خاوند اولاد مین ایسی
طرح شریک ہونگی جیسی ایک زمین کی پیداوار مین تمام زراعت کی تمام شریک مگر غلہ کی تقسیم مین تو کچہہ دقت
نتہی اُسکی اجازت رہی اولاد کی تقسیم کی کوئی صورت نہین اگر ایک ہی بچہ ہوا نب تو ظاہر ہی کہ کاٹ سکین
نہ پہانٹ سکین نہ وقت واحد مین ایک بچہ دونون کی پاس رہ سکی اور اگر نوبت بنوبت ہر ایک پاس رہا کری
تو یہہ ہی بن نہین پڑتا اسلئی کہ غلام و زوج وغیرہ اشیاء جنمین نوبت جاری ہوتی ہی بذات خود مقصود
نہین ہوتی غلام سی خدمت اور خاوند سی قضاء حاجت یا اولاد مقصود ہوتی ہی اسلئی اونسی دلی محبت
نہین ہوتی یہی وجہ ہی کہ غلام کی بیع و شراء اور خاوند سی خلع جایز رہا اگر بذات خود مقصود ہوتی تو
جدائی کسیکو گوارا ہوتی اور خدا کی طرف سی اجازت نملتی اور اولاد خود بذات خود مقصود ہوتی ہین
اُنکی محبت بیواسطہ ہی اسلئی عقوق والدین اور اپنی نسب کا انکار ممنوع بلکہ کبیرہ ٹہرا اور بر والدین
منجملہ حسنات اور باقیات صالحات اور حب اولاد مقصود بالذات ٹہرا ہی چنانچہ جملہ نساءکم حرث لکم
ہے خود اسی جانب مشیر ہی تو اب تقسیم بطور نوبت مین حصول مقصود بوجہ اتم معلوم ایک اگر کامیاب
ہوگا تو دوسرا مبتلاء درد فراق رہیگا اور اگر اولاد کثیر ہوئی اور ازدواج پر صحیح تقسیم بہی ہو سکی

تب ہی یہہ نہین کہ مثل غلہ آدہا مثلا یہہ لیجا ہی آدہا دوسرا کیونکہ غلہ سے قضاء حاجت مقصود ہی بذات خود مقصود نہین اور اس امر مین یہہ ٹہیر ہوا و دوسرے برابر پائینگے اولاد جسکی سبب فرقت تو مقصود سب سے برابر محبت در صورت تقسیم اگر ایک کی ہو سکے ایک سے مسرور ہو گا تو دوسرا ناراض رہیگا اسلئے در صورت جواز تعدد نکاح تقسیم اولاد کی کوئی صورت نہی اور یہہ بات کہ جب تک حمل رہکر بچہ پیدا ہو ایک ہی شخص منصرف رہے دو وجہ سے ممکن نہ تہا ایک تو یہہ استحقاق دونون کا برابر ہو تو استحقاق مین ایک کو اجازت ہو دوسرے کو نہو خلاف انصاف دوسرے انتفاع بقدر معتد بہ یعنی جماع وقت واحد مین دونون سے متصور نہین سو اگر تہائی اور نوبت ہو یعنی نوبت بنوبت منتفع ہونیکی اجازت ہوتی تو بضرورت عدم امکان اجتماع فی الجماع مثل نوبت زنان شب دو شب کی نوبت مقرر ہوتی اتنا زمانہ طویل جو ایک کے حق مین عیش طویل دوسرے کے حق مین حسرت دراز ہو ہرگز قابل تقرر نوبت نہا دوسرے حمل کے رہنے کے لئے کوئی زمانہ ایسا مقرر نہین کہ خواہی نخواہی اُس موسم مین یا اسقدر مدت مین علوق نطفہ ہو ہی جایا کرے تو پہر وضع حمل کے لئے کوئی مدت ایسی معین نہین جو اُس سے کم و بیشی متصور نہو اسلئے نوبت کی تساوی اور عدل کی نوبت کی کوئی صورت نہ نکلی جو مثل غلام و زوجہ کہ نوبت بنوبت سب آقاؤن اور تمام بی بیون کے پاس رہ سکتا ہو ایک عورت سب خاوندونکے پاس برابر رہ سکتی اور کوئی فساد اسوجہ سے پیش نہ آتا اگر یہی تو دو ایک صورت تہی کہ نوبت بنوبت طہر واحد مین متعدد خاوندون واحد سے منتفع ہوا کرتی مگر ظاہر ہے کہ اس صورت مین در صورت تولد اولاد یہہ معلوم نہین ہو سکتا کہ یہہ کسکے نطفہ سے پیدا ہوا اور اگر کسی قرینہ سے معلوم ہو جائے تو اتنی بات معلوم ہو گی کہ اول کسکا نطفہ رحم زن مین ٹہرا یہہ بات کیونکر معلوم ہو کہ دوسرے کا نطفہ بعد مین ہی شامل نہین ہوا یا یہہ دونون کا ہو یہہ اتنی بات سے بند نہین کر سکتی ہر خاوند کو اسوقت مین دعوی کی گنجایش ہو گی اور ایک نزاع عظیم برپا ہو گا بالجملہ وجہ عدم جواز تعدد نکاح عورت کیوقت واحد مین یہہ ہے مگر یہہ بات بعد وفات زوج جبتک باقی ہے کہ بالیقین حاملہ ہو تو وضع حمل ہو جاوی اور شبہ حمل ہو تو وہ شبہ مٹ جائے مگر شبہ حمل کے مٹ جانے کی عمدہ صورت اگر ہے تو یہہ ہے کہ کچہہ اوپر تین چلون تک انتظار کیا جاوے وجہ اسکی یہہ ہے کہ بشہادت احادیث صحیحہ ایک چلہ تک نطفہ اپنی ہیئت اصلی پر رہتا ہے یعنی نطفہ رہتا ہے گو کسیقدر کیفیت اصلی بدل جاتی ہو اور ایک چلہ تک علقہ رہتا ہے اور ایک چلہ تک مضغہ رہتا ہے بعد تینون چلے پورے ہو جانے کی نفخ روح کی نوبت آتی ہے سو بہ مجرد نفخ تو اتنی طاقت کہان کہ حرکات ظاہر ہون البتہ دس روز مین

اتنی طاقت متصور ہی اور پہر جون جون دن زیادہ ہوتے جائینگی طاقت بڑہتی جائیگی چنانچہ نفخ روح سے
جوانی تک روز بروز زور روز افزون رہتاہے بجملہ شروع حرکات بعد نفخ روح کسیقدر دیر کی بعد متصور ہی
سو خداوند علیم کو معلوم ہوگا کہ دس دن مین یہہ بات ہوتی ہی اب دیکہی کہ چار مہینونکی تو وہی تین چلی
ہوے دس دن اور اوپر بڑہا کر عدت مقرر کی تاکہ بوسیلہ مشاہدہ حرکات جو رحم مین بچہ کرتاہے کسیکو یہہ احتمال
باقی نرہی کہ حمل نہین مرض رہا ہوا ور ظاہر ہی کہ سوا اسکی اور کسیطرح یہہ یقین نہین ہوسکتا کہ حمل نہین خون
کے آنیکی علامت عدم حمل رہتی تو خون تو ایام حمل مین بہی آجاتا ہی حیض کہو یا استحاضہ یا نفاس سو بعد مرور
ایام عدت یعنی چار ماہ دس دن کی بعد اگر حمل نہ نکلا تو اختیار ہی ورنہ موافق اشارہ واولات الاحمال
اجلہن ان یضعن حملہن درباره نکاح وضع حمل کا انتظار کرنا پڑیگا اس صورت مین آیہ والذین یتوفون
اور آیہ واولات الاحمال مین کچہہ تعارض نرہیگا کیونکہ یتربصن کا مفعول اس صورت مین ظہور الحمل
مثلا ہوگا اور ادہر کوئی ایسا مضمون نہین جس سے اجازت نکاح بمجرد مرور ایام عدت معلوم ہو باقی
جملہ لاحقہ فاذا بلغن اجلہن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن بالمعروف اُس سے کوئی دہوکا نکہائی اسلیے
کہ لفظ بالمعروف مین معروف موجود ہی پہر باوجود آیہ واولات الاحمال اجلہن ان یضعن حملہن حاملہ متوفی
عنہا زوجہا کے حق مین بمجرد مرور دس دن چار ماہ کی نکاح کو کون معروف کہیگا علاوہ برین مطلقات
کی عدت مین اول تو یہہ ارشاد فرمایا والمطلقات یتربصن بانفسہن ثلثة قروء بعد ازان ارشاد کیا ولا یحل
لہن ان یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامہن ان کن یؤمن باللہ والیوم الآخر جب یہان یہہ ارشاد ہے حالانکہ
وجہ انتظار تا ثلثة قروء یہان اُمید رجعت [illegible] اندیشہ اختلاط نطفہ نہین تو جہان وجہ انتظار عدت خود
اندیشہ اختلاط نطفہ ہو وہان حاملہ سے کیا نسبت کیونکر منجملہ معروفات ہو سکتی ہے تفصیل اس اجمال کی سنی ہو
تو سنئے ارباب [illegible] اور اصحاب طبائع سلیمہ کو معلوم ہوگا کہ اصل نکاح تراضی طرفین اور اصل طلاق
تخالف طرفین ہوتا ہی مگر تراضی تو مقتضیات طبعی مین سی ہی کیونکہ زن و مرد علاوہ اتحاد نوعی کی ایک دوسرے
کے محتاج ہین احتیاج مباشرت و جماع تو ظاہر ہی باطہر ہی اسکی سوا عورت نان و نفقہ مین مرد کی محتاج
کمانا اصل مین مردون ہی کا کام ہی اور مرد کہانے پکانے انتظام امور خانہ داری وغیرہ مین عورت کا محتاج
اس صورت مین شکر رنجی باہمی التزام عاقبی ہوا کرتی ہی جسکی زوال کی توقع اور اُمید بیجا نہین بجا ہی اور
ظاہر ہے کہ اسوقت اُس تراضی کو جو اصل موجب نکاح تہی زایل نہین کہہ سکتی بلکہ اگر ہوتا ہے تو گمان

غالب اسکی استتار کا ہوتا ہی ہان یہہ ہی ایک احتمال ہوتا ہے کہ تنفر کی کوئی ایسی وجہ قوی ہو جسکی زوال کی
کوئی صورت نہو اسلئی کسیقدر انتظار ضرور ہوا سو انتظار کی لئی عُمدہ زمانہ وہی جس مین مکرر موجبات رغبت
کا ظہور ہو یعنی تین حیض یا تین طہر مقرر ہوئی تا کہ تین طہر کی نوبت آئی اور عورت پاک صاف ہو کر نہا دہو کر پوشاک
زیور سی آراستہ ہو کر مکرر سکرر خاوند کو لبہائی اس حال مین اگر اُسکی ناخوشی اوپر اوپر کی تہی تب تو ظاہر
ہی کہ خاوند اس دلربائی پر پہر دل دی بیٹہگا اور اگر اب ہی وہی کشیدگی رہی تو معلوم ہوا کہ نکاح ٹوٹ گیا
یہی وجہ ہی کہ بعد مرور عدت رجعت کا اختیار نہین اگر ہو تو نکاح جدید ہوا اور طلاق مغلظہ مین باوجود
قطع اُمید رجعت جو عدت وہی تین قرأ ورہی تو اُسکی وجہ یہہ ہی کہ احکام اصلیہ موانع خارجیہ سے زایل نہین
ہو جاتی اگر یہہ نہوتا تو دایم الحبس ہی مثل مردہ سمجہا جاتا اُس کا نکاح ٹوٹ جاتا اُسکا مال میراث مین بٹجاتا
اور جب احکام اصلیہ عوارض خارجیہ سی زایل نہین ہوتے تو یہان ہی کسی طلاق کا مرتبہ اولی یا ثانیہ ثالثہ مین
واقع ہو جانا ایک حالت عرضی ہی تیسرا ہونا طلاق کی ذاتیات یا اوصاف ذاتیہ مین سی نہین بہرحال
مطلقات مین علت تقرر عدت انتظار رضا زوج ہے جب وہان یہ حکم ہے کہ ولا یحل لہن ان یکتمن ما خلق اللہ
فی ارحامہن تو متوفی عنہا زوجہا کی لئی تو وجہ تقرر عدت معلومہ خود یہی اندیشہ اختلاط نطفہ غیر ہے یہان کیونکر
وہ حکم نہوگا مگر طلاق مین چونکہ وجہ عدت کچہہ اور ہی تو وہان لا یحل لہن کے تصریح ضرور تہی اور یہان علت
تقرر عدت خود وہی اندیشہ تہا جسکے مدافعت کی لئے لا یحل لہن فرمایا اسلئی مصرح کہنی کی حاجت نہوئی
الحاصل آیۃ ما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ و لا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا اور آیۃ واحل لکم
ما وراء ذلکم کو ملائیی تو بعد لحاظ کرنی اس امر کی کہ سواء محصنات وہ منکوحات ہون یا متوفی عنہا زوجہا
اور عورتین ساری جہان پر حرام نہین ہو سکتین اہل علم کو اس مین شبہ نہین رہ سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بدستور اول زندہ ہین اور آپکا علاقہ حیات جو فیما بین روح پر فتوح اور جسم اطہر تہا ہنوز اُسیطرح
قایم ہے جسطرح تہا اور اگر کسی نے بوجہ ام المومنین ہونے کی بلحاظ آیت و لا تنکحوا ما نکح اباءکم انکو حرام کہا ہی
تو انکا ام المومنین ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابو المومنین ہونیکو مستلزم اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا ابو المومنین ہونا انکی زندہ ہونیکو مقتضی چنانچہ دلیل لمی سے جو ثبوت حیات
نبوی صلعم موعود ہے یہہ امر آشکارا ہو جائیگا انشاء اللہ تعالے وہ دلیل یہ ہی خداوند کریم نے سورہ احزاب
مین فرمایا ہی النبی اولی بالمومنین من انفسہم و ازواجہ امہاتہم - اولے کی تفسیر اقرب ہو اور حاصل مطلب

یہہ ہے کہ نبی مومنونکی جانونسی بہی زیادہ مومنونسے نزدیک ہو مگر سب جانتے ہین کہ نبوت و ولایت
و اولویت بمعنی اقربیہ ہو یا بمعنی اجنبیہ و اولویۃ بالتصرف اصل مین اوصاف روحانی ہین اوصاف
جسمانی نہین نبوۃ و ولایۃ و اولویۃ بالتصرف اور اولویۃ بمعنی اقربیۃ کا حال تو خود ہی ظاہر ہے ہان اجنبیۃ مین
شاید کسیکو شبہ ہو سو اُسکی مٹانی کی یہ تدبیر ہو کہ محبوبیۃ جمالی تو البتہ احوال و اوصاف جسمانی مین سے ہے
مگر محبوبیۃ فی اللہ بالیقین ہر عام خاص کی نزدیک اوصاف و احوال روحانی مین سے ہی اور ظاہر ہو کہ محبوبیۃ
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حب فی اللہ کی سبب ہو کسی جمال و کمال جسمانی کی باعث نہین ہان بات باقی رہی
کہ یہان اولویۃ کی کیا معنی ہین سو ہمارے نزدیک اولی بمعنی اقرب ہو اور یہ اقربیت اسبات کو مقتضی ہے کہ روح
فتوح صلی اللہ علیہ وسلم منشا انتزاع ہو اور ارواح مومنین انتزاعیات روح نبوی صلی اللہ علیہ
وسلم علۃ بمعنی مصدر وجود اور ارواح مومنین معلول یعنی صادر بہر حال علت کہو یا منشا انتزاع
معلول کہو یا امر انتزاعی مطلب ایک ہی وجہ اسکی یہہ ہو کہ اقربیۃ اور العدیۃ کی یہ معنی ہین کہ اگر اوسط
طرف کہ حرکت کیجائی تو جو اقرب ہو وہ پہلی آئی جو ابعد ہو وہ بعد مین آئی سو ایسی اقربیۃ کہ اپنی سی بہی
زیادہ قریب ہو وہین متصور ہی جہان اقرب بہ نسبت اقرب منہ کی علت اور منشا انتزاع ہو کیونکہ امور
متباینہ مین تو یہہ قرب متصور ہے نہین ہو اوصاف عرضیہ یعنی بالعرض مقابل بالذات وہ بہی فی الحقیقۃ
موصوف سے یہہ قرب نہین رکھتی در نہ اس قرب پر جدائی دشوار تہی حالانکہ اوصاف مذکورہ کا منفک
ہو سکنا خود انکے بالعرض ہونیسے ظاہر ہے ہان اوصاف ذاتیہ یعنی مقتضای ذات معلول ذات ہوتی ہین
اور ذات اُنکی نسبت علت اور منشا انتزاع اور لوازم ذات مذکورہ انتزاعیات خبر اُنکی انتزاعیات
اور ذات کی منشا انتزاع ہونیکو تو کوئی مانی یا نمانی پر اوصاف ذاتیہ کا معلول اور ذات کا علت یعنی مصدر
وجود ہونا ایسا نہین جو کوئی عاقل اُس کا انکار کری سو ہمین اتنی بات کافی ہو اسلئی کہ معلول کا وجود
ایسی علت کی وجود پر خارج مین تو سبکے نزدیک موقوف ہوتا ہے پر وجود ذہنی کا حال بہی یہی ہو اسلئے
کہ عقل مخبر ہی منشی نہین موجودات خارجیہ کی خبر دینی کو ئی عقل کو بنایا ہے نئی باتون کا ایجاد اُس کا کام نہین
سو جاننی والی جانتی ہین کہ اسی مرتبہ حاصل اخبار کا نام وجود ذہنی ہو اور کیفیت اخبار حصول اشیاء بالفسہا
یا باشباحہا پر موقوف ہی سو اگر تنہا معلول یا اُسکی شبح ذہن مین اسکے تو یہہ معنی ہوی کہ معلول اپنی وجود خارجی
مین علت کا محتاج نہین ورصورتیکہ وقت علم سے بذات خود ذہن مین آئی وجب تو یہہ بات ظاہر کیا اظہر

اگرچہ کم فہمون اور اُن لوگونکو جنہون نے مثل تشابہات دینی مسئلہ حصول الاشیاء بانفسہا کو تسلیم کر
رکہا ہی اسبات مین تین پانچ کرنیکی گنجایش ہو مگر اہل اذہان صافیہ پر یہ بات روشن ہو کہ جیسے اشیاء منورہ
بنور شمس بذات خود نور مین حاصل ہوتی ہین ایسی ہی اشیاء معلومہ بذات خود نور علم مین آجاتی ہین اور وہ
نور علم ذوات علماء کی ساتہہ ایسی ہی طرح قایم ہی جیسے نور شمس خود شمس کے ساتہہ اور جیسے مبداء تنویر اشیاء
منورہ بالنور وہ نور شمس ہو ایسی ہی مبداء علم یعنی مبداء انکشاف وہ نور علم قایم بالعالم ہی اگرچہ بحکم الاشتراک
فی الاصطلاح صور حاصلہ یا کیفیت انکشافیہ یا اضافت فیما بین کو مبداء انکشاف کہنی کی گنجایش ہو الغرض در صورت
حصول اشیاء بالذات تو تنہا معلول کا ذہن مین آنا محال اگر آئیگا تو علت کی ساتہہ آئیگا اور در صورت
حصول اشیاء باشباحہا کی یہہ معنی ہونگی کہ وقت حصول اشیاء بانفسہا مطابق ظاہر اشیاء باطن مبداء انکشاف
مین ایک صورت کا پیدا ہونا ایسی طرح ضرورت جیسی وقت حصول اشیاء منورہ فی النور باطن نور مطابق
ظاہر صورت اشیاء ایک صورت کا حاصل ہونا بامطابق صورت اشیاء حاصلہ فی الماء یعنی آب باطن آب مین
اس صورت کا پیدا ہوجانا بالجملہ صورت اصلیہ اور صورت شبح مین وہ نسبت ہو جو قالب اور مقلوب کی صورت
باطنہ اور ظاہرہ مین نسبت ہوتی ہے الحاصل ذہن مین بالذات اور بالشبح دونون طرح صورت ہی ہوتی
ہے ذی صورت نہین ہوتا علم بالکنہ اگر ہوتا ہے تو صورت ہی کا ہوتا ہے ذی صورت کا علم بالوجہ ہوتا ہی سو یہہ
وجہ کون ہی صورت ہو مگر سوا اس طریق کی حصول شبح کی اور کوئی صورت نہین معنی انعکاس بہی حقیقت
مین یہی ہین یعنی شبح عکس حاصل ہوتا ہی چنانچہ ملاحظہ مثال قالب و مقلوب سے ظاہر ہے اور اگر بالفرض انعکاس
صورت اور حصول شبح کے لئی تقابل صورت اور محاذات ذی شبح کافی ہو تب بہی ہمارا مطلب کہین نہین
گیا وقت تقابل معلول علت سی جدا نہوگا سو اُن مین اگر یہہ قرب ہوگا کہ معلول کی نسبت علت خود معلول
سی بہی زیادہ قریب ہے تو یہہ ممکن نہین کہ شبح معلول اور عکس معلول تو ذہن مین حاصل ہوا اور شبح علت
اور عکس علت ذہن مین حاصل نہو ورنہ یہ قرب مبدل بہ بعد ہوجائیگا کیونکہ ایک کے شبح کا ذہن مین
آنا اور دوسرے کی شبح کا ذہن مین نہ آنا سوا اسکے متصور نہین کہ ایک کو تقابل میسر آئے دوسرے کو
میسر نہ آئے اور یہ بات اس قسم کی اقربیت مین ممکن نہین چنانچہ ظاہر ہے بالجملہ اوصاف ذاتیہ اپنی
موصوف سے اور انکی شبح اور انکا عکس موصوف کی عکس اور شبح سے جدی نہین ہوسکتی جب یہ بات مقرر
ہوچکی تو اسبات کا تسلیم کرنا آپ سے پڑا کہ حصول معلول فی الذہن حصول علت پر موقوف ہے حصول اشیاء

بانفسہامین تو اسبات کے کہنے کی حاجت ہی نہین اور باشباجہاکی صورت مین اسلئی کہ شیٔ ذی شیٔ کی تابع ہی اگر وہان تقدم یا توقف ہی تو یہان ہی اُس کا ہونا ضرور ہے اور نہ تقدم اور توقف اصل غلط ہوجائیگا چنانچہ واضح ہوچکا اس صورت مین اس کا اقرار ضروری ٹہرا کہ تعقل معلول تعقل علت پر موقوف ہی اس سے اضافی اور انتزاعی ہونا معلول اور لازم ذات کا ہی واضح ہوگیا اس صورت مین اگر خود معلول اور لازم ذات ہے اپنی ادراک کی طرف متوجہ ہو تو قبل تصور علت و ملزوم اپنا تصور ممکن نہین سو اس حرکت علمی مین معلول کو اول علت پیش آئیگی اُسکی بعد اپنی ذات اور ظاہر ہے کہ سوای حرکت علمی اور کسی حرکت کی فیمابین معلول و علتہ گنجایش نہین اگر ممکن ہو تو یہی حرکت علمی اور انتقال فکری ممکن ہی اور اس صورت مین وہ اقربیت مذکورہ مشار الیہا موجود ہی اس لئی خواہ مخواہ اس صورت مین اسبات کا اقرار لازم ہوگا کہ روح پرفتوح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم علت ہو اور ارواح امت محمدیہ مثلا معلول بمعنی مذکور اور ظاہر ہی کہ جو بات معلول مین بحیثیت معلولیت ہوتی ہی وہ علت ہی سے مستعار ہوتی ہی چنانچہ معلول ہونا اور توقف وجود خود اسپر شاہد ہے کیونکہ توقف وجود تمام اوصاف وجودیہ کی توقف کا خواستگار ہی اس صورت مین حیوۃ اور روحانیت ارواح امت عرضی اور مستعار ہوگی مگر جیسے کمالات معلول مستعار اور عرضی ہوتی ہین کمالات علت اصلی اور خانہ زاد ہوتی اور اگر یہہ نہین تو وہ علت ہی نہین جہان یہ اوصاف مشترکہ بین العلتہ و المعلول وجودی ہون یا غیر وجودی ذاتی اور خانہ زاد ہونگی وہی علت ہوگی اور اقربیت مذکورہ ایسی ہی علت کو ٹی ہو سکتی ہی چنانچہ ظاہر ہے مگر کسی وصف کی ذاتی ہونی کی یہہ معنی ہین کہ وہ وصف بالعرض نہو چنانچہ سیاق سے ظاہر ہی یہہ نہین کہ مخلوق ہی نہو مگر جب اقربیت بمعنی مذکور سابق و علیتہ نکلی تو اور سنئی ملاحظہ جملہ معروضہ قرآنی۔ النبی اولی بالمومنین من انفسہم اقربیت مذکورہ آپکو حاصل تہی اسلئی علیتہ ہی ہونی چاہئی مگر یہہ ہی تو وصف حیوۃ کا آپ مین ذاتی ہونا ہی ضروری لیکن اوصاف ذاتیہ کا انفکاک خود ظاہر ہے کہ محال ہی ورنہ اوصاف ذاتیہ اور اوصاف عرضیہ مین کیا فرق رہ جای اس صورت مین حیوت روحانی حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جاودانی ہوگی جب یہ بات مقرر ہوچکی تو اور سنئی کہ بصورتیکہ ارواح امت روح پرفتوح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ٹہرین اور اُس سی پیدا ہوئین چنانچہ علیتہ و معلولیت سے ظاہر ہی تو ابوت روحانی اور بنوت روحانی کا تسلیم کرنا ضرور ٹہرا یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ بعد اُس جملہ کے وازواجہ امہاتہم فرمایا کیونکہ آپ کی ابوت کو

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا امہات المومنین ہونا لازم ہے بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی قراءة مین
جو فیمابین جملتین جملہ وہو اب لہم اور زائد ہے اور بہی اسبات کا موید ہے کہ اولویت مذکورہ کا مقتضی ابوة
روحانی اور ابوة روحانی مذکورہ ازواج مطہرات کی ام المومنین ہونیکی خواستگار ہے مگر ہان شاید کسی کو
یہ شبہ دامنگیر ہو کہ بعض مفسرون نے اولی کو اس آیة مین بمعنی اقرب لیا ہے تو بعض نے بمعنی احب لیا ہے
علی ہذا القیاس بعض نے بمعنے اولی بالتصرف قرار دیا ہے اس صورت مین آپکی علیة اور امت کی معلولیت یقینی
نہین مگر اول تو انضاق سیاق وسباق چنانچہ معروض ہو چکا معنی معروض کا موید ہے ادہر اس امت کا
خیر امت ہونا چنانچہ کلام اللہ مین فرمایا ہے کنتم خیر امتہ الخ اسپر شاہد اسلئے کہ جب علت مصدر معلول ٹہری
تو اگر ایک علت دوسری علت سے افضل ہوگی تو اُسکا معلول بہی اُسکے معلوم سے افضل ہوگا چنانچہ تفاوت
دہوپ وچاندنے جو تفاوت فیمابین الشمس والقمر پر متفرع ہے اسکی نظیر ہو سکتا ہے باینہمہ معنین آخرین کا رجوع
تو معنے معروض کی طرف ضرور ہے ادہر انکا توقف معنی اول پر لازم اور اُلٹا کیجئے تو بن نہین پڑتا وجہ اسکی یہ ہے
کہ کسیکی احب اور اولی بالتصرف ہونیکی لئے کوئی علت ضرور چاہئے نہ محبت بی موجبات محبت اور محبوبیت
بے موجبات محبوبیت ہو سکے نہ اولویت بالتصرف بی موجبات اولویت بالتصرف اور ظاہر ہے کہ اسقدر احبیة
اعنی محبوبیت کہ اپنی جان سے بہی زیادہ محبوب ہو قرابت بقدر اقربیت مذکورہ مین موجود اور قرابت کا
موجبات محبت مین سے ہونا بدیہی ہی قابل انکار نہین علی ہذا القیاس معیر کا مستعیر سے مستحار
مین اولی بالتصرف ہونا ضروری اور علت کا معیر اور معلول کا مستعیر ہونا خود اسمضمون سے آشکارا
ہو چکا جس مین وجود اور کمالات وجود معلول کا مستعار ہونا ذکر کیا گیا اور یہہ بہی ظاہر ہے کہ قرب مذکور
کی لئی احبیة اور اولویت بالتصرف علت نہین ہو سکتی البتہ معاملہ بالعکس ہے چنانچہ مثل آفتاب نیمروز
روز روشن ہو گیا بلکہ اقربیت مذکورہ کی لئی برای نام علیت کو علت کہلو ورنہ اسکی کوئی علت ہے
نہین کیونکہ علیة اور اقربیت مین اگر فرق ہے تو اعتباری فرق ہے اور علیة کی لئی کوئی علة ہو ہی نہین
سکتی ورنہ علت اولی کی جانب احتیاج نکلیگی جب یہ مضامین ہی ذہن نشین ہوگئی تو اور سنئی کہ حیات
روحانی نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا دایم قایم بلکہ لازم ذات روح نبوی صلعم ہونا تو اس تقریر سے
معلوم ہو گیا پر دربارہ نفی میراث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم حیات روحانیسی کام نہین چلتا یہان
تو حیات جسمانی کی ضرورت ہے اسلئے کہ اموال وازواج لواحق وتوابع اور متعلقات بدن مین سے ہین

ان چیزونکی اگر ضرورت ہی تو جسم ہی کو ضرورت ہی روح کو بالذات کچھہ حاجت نہین چنانچہ اوپر مذکور ہوچکا
اسلئی اثبات دوام حیات جسمانی کی ضرورت ہی مگر چونکہ یہہ بات ایک تمہید پر موقوف ہی اسلئی معروض ہی کہ
اوصاف کو اپنی موصوفات سی کبہی تو علاقہ صدور ہوتا ہے جیسے تعلق حرارت باتش و تعلق نور با فتاب ظاہر
ہے کہ یہان وصف حرارت و نور خارج سے آکر اتش و آفتاب پر واقع نہین ہوا بلکہ انہین مین سی یہہ اوصاف
صادر ہوئے ہین اس قسم کی تعلق کو تو ہم تعلق فعلی و فاعلی کہتے ہین اور کبہی اوصاف کو اپنی موصوفات سی علاقہ
وقوع ہوتا ہی جیسی تعلق حرارت باب گرم اور تعلق نور بزمین مثلاً ظاہر ہے کہ یہان اوصاف مذکورہ آب و زمین
سے صادر نہین ہوے بلکہ آتش و آفتاب سے صادر ہو کر آب و زمین پر واقع ہوئی ہین اس قسم کے تعلق کو ہم
تعلق انفعالی اور تعلق مفعولی کہتی ہین اور پہر یہہ کہتی ہین کہ تعلق روح و جسم کی حقیقت کو دیکھا تو جسم کو مظہر افعال
روح پایا یعنی غرض اصلی اس علاقہ بندی سی یہہ ہی کہ روح سے افعال جوارح صادر ہون جیسی نور اجسم آفتاب
مین باہم تلازم رکہنی سی غرض یہہ ہی کہ اُس سی اور دنکی طرف نور صادر ہو اسکی یہ غرض جیسی نور لوازم ذات آفتاب
مین سی نہین اگر ہی تو لوازم وجود مین سی ہی اور غرض اس تلازم سی صدور نور ہی ایسی ہی جسمانی لوازم
ذات جسم اطہر حضرت ساقی کوثر صلے اللہ علیہ وسلم مین سی نہین لوازم وجود جسم مبارک مین سی ہی اور غرض اس
تلازم سی صدور آثار روحانیت ہی اور وہ ظاہر ہی کہ بجز ایصال علم و عمل اور کچھہ نہین مگر چونکہ بی اعانت مظہر
یعنی جسم یہہ افعال نہو سکتی تہی تو اس تکمیل کی ضرورت پڑی الحاصل اس صورت مین جسم انسانی بمنزلہ جسم آفتاب
و کواکب و آئینہ مقابل آفتاب ہوگا یعنی جیسے وہان ایصال و افاضہ و اصدار نور الی الغیر مد نظر ہوتا ہی ایسی ہی
یہان بہی ایصال منافع علمی و عملی مطلوب اور اگر بوسیلہ جسم کوئی انفعال بہی پیش آجائی تو وہ ایسا ہی جیسے
بوسیلہ مرایا و مناظر متلونہ الوان مختلفہ نور پر عارض ہون اور وہ انسے منفعل ہو سو جیسے یہہ انفعال اتفاقی
ہے یہان بہی اتفاقی سمجہئے اغراض اصلیہ مین سی نہین کہہ سکتی چنانچہ اعمال کا دار دُنیا مین مطلوب ہونا اسپر خود
شاہد ہی اور بعد خروج از دار مذکور تکلیف شارع کا ساقط ہو جانا اسکی لئی عمدہ دلیل اور ہر حاصل جسم و تعلق
مذکور سوا اسکے اور کچھہ نظر ہی نہین آتا جو اعضا ظاہرہ قوة عملیہ ہین مثل دست و پا انکا نتیجہ تو بجز عمل اور
کچھہ ہی ہے نہین اور جن اعضاء کو مظہر قوت علمیہ بنایا مثل چشم و گوش وغیرہ حواس خمسہ اونکا قصہ سنئی کہ اول
علم کا فعل متعدی ہونا اسکی فعل ہونی پر دال وقوع علمی بغیر فعل ہی کی شان ہی انفعال مین یہ بات
کہان اور اگر یہہ ہو تو یون کہو کہ مفعول اور منفعل فاعل ہین مفعول و منفعل نہین دوسری علم بغرض

بغرض عمل مقصود ہے بذات خود مقصود نہین اگر علم منافع ہے تو فعل طلب صادر ہونا چاہئے اور علم مضرت ہے تو فعل ہرب صادر ہونا چاہئے بہرحال علم سے مقصود اصلی اعمال ہین اسلئے علاقہ فیمابین روح وجسم علاقہ فعلی ہے علاقہ انفعالی نہین اسصورت مین اگر کوئی چیز مانع وصول فعل فاعل در مفعول مین حائل ہو تو فعل بمعنی مبدا فعل مثل نور آفتاب مثلاً فاعل کیطرف سمٹ جائیگا اور اگر سمٹنے کا نہین تو زائل ہی ہوگا ہان مفعول سے زائل اور منفک ہوجائیگا مثلاً آفتاب اور زمین یا آفتاب اور آئینہ مین اگر کوئی جسم کثیف حائل ہوجاوے تو وہ نور جو آفتاب سے لیکر زمین اور آئینہ تک متصل تہا سمٹ کر زمین اور آئینہ سے جدا ہوجائیگا اور آفتاب کی طرف چلدیگا نہ دونون مین آدہون آدہ منقسم ہوگا نہ تہا زمین اور آئینہ کیطرف ہیگا اور اگر فرض کرو نور آفتاب بوسیلہ آئینہ یا کسی کوکب واسطے سے پہونچا ہو تو درصورت حیلولت جسم کثیف وہ نور جو آئینہ یا کوکب اوسچیز کیطرف آتا تہا اوسچیز سے جدا ہوکر آئینہ اور کوکب کیطرف چلدیگا القصہ جسطرف علاقہ فاعلیت اور فعلیت ہوگا وہ علاقہ بوجہ حیلولت ضد وموجبات تضاد منفک نہوگا البتہ جس جانب علاقہ انفعال اور مفعولیت ہوگا وہ علاقہ بوجہ حیلولت مشارالیہ زائل اور منفک ہوجائیگا اسصورت مین علاقہ فیمابین روح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وجسم اطہر بوجہ حیلولت موت یا موجبات موت قابل انفکاک نہین بلکہ موجب استتار ہی چنانچہ اول اوسکی طرف اشارہ کرچکا ہون اور حیلولت ابر وغبار کی مثال کے ملاحظہ سے واضح ہے اور اگر بالفرض والتقدیر انفعال کو بہی اغراض اصلیہ تعلق روح وبدن مین سے کہئے تو جسم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین تو اسبات کی کہنے کی گنجایش ہی نہین کیونکہ تکمیل روح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بوسیلہ جسم کسی درکامل سے تو ہو ہی نہین سکتی بلکہ اور ونکی ارواح کی تکمیل بوسیلہ اجسام روح باکمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے کی گئی ہے اور سوا اوسکی اور انفعالات جو مثلاً وقت خور ونوش ومشاہدہ مرغوب غیر مرغوب استماع اخبار مختلفہ وغیرہ اسباب پیش آتی ہین اغراض اصلیہ ولیہ مین سے نہین اتفاقیات ولوازم وآثار اوقات مین سے ہوتی ہین اسلئے ان امور میں تمام بنی آدم تک یکسان نہین اور یہ بہی نہی ہم کہتے ہین کہ انفعال منجملہ مقاصد اصلیہ اور اغراض ولیہ ہی مگر انفعال کے لئے ایک فاعل کی ضرورت ہے جسکی طرف سے فعل صادر ہو اور منفعل پر واقع ہو سو وہ فاعل اسصورتمین کوئی غیر ہی ہوگا جیسی زید کے لئے عمر مثلاً تو اسصورتمین اوس فاعل اور اس منفعل مین کوئی چیز حائل ہوئی تو فاعل کو منفعل تک نہ آنے دیگی پر کوئی صاحب فرمائین اس سے علاقہ فیمابین روح وجسم کو کیا نقصان تہا یہ صحیح ۔

یہ ہی منشا موت یعنی مابہ الموت جو اصل موت ہے حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اوپر سے دبا سکتی ہے سو اسیکو استتار کہتے ہین اور وجہ اسکی وہی ہے

کہ لازم وجود کا ملزوم اصل مین منفعل ہی ہوتا ہی ورنہ منفعل نہ کہئی اور بجمیع الوجوہ اور من جمیع الحیثیات
مصدر ہی کہئی تو پہر لزوم فیمابین لزوم ذات ہوگا اور لازم مذکور لازم ذات مگر یہہ تو ظاہر ہی کہ ہر انفعال
کی لئی ایک فعل اور ایک فاعل کی ضرورت ہی سو وہ فاعل اگر سواء خالق کائنات کوئی اور ہی جیسی قمر
وکواکب وآئینہ وزمین وغیرہ کی لئی آفتاب تو اگر کوئی اور ہمجنس قمر وکواکب وآئینہ وزمین بیچ مین حائل ہو جائیگا
تو وہ نور قمر وکواکب وآئینہ وزمین وغیرہ سی زائل ہو کر اُس ہمجنس مین آجائیگا الغرض منفعل کیجانب تبدل
متصور ہی اور یہہ جو دربیون وغیرہ مین کئی کئی آئینے آگی پیچہی ہوتے ہین اور بشرط تقابل آفتاب نور آفتاب سب مین
سو نکلا چلا جاتا ہی اور ایک دوسرے کی حق مین حاجب نہین ہوتا تو وجہ اسکی یہہ ہی کہ جسقدر نور ادہر سے دوسری
نکلا چلا جاتا ہی اُس نور سی آئینہاء مذکورہ منفعل نہین ہوتی اگر انفعال ہوتا تو وہ نور یہین رُک جاتا آگے
نہ جانی پاتا اور جسقدر نور آئینہ کی ساتہہ لگا رہجاتا ہی وہ نور بشرط حیلولت ہمجنس دیگر ضرور زائل ہو کر اُسکی ساتہہ
لاحق ہو جاتا ہی اور اگر فاعل مذکور سواء خالق کائنات اور کوئی نہین بلکہ خود خداوند عالم ہی منشاء فیض ہی
تو وہان بجز تعلق ارادہ اور کسی سامان کی ضرورت نہین چنانچہ یفعل اللہ ما یرید اور انما قولنا لشئی اذا اردناہ
ان نقول لہ کن فیکون وغیرہ آیات اور لامانع لما اعطیت وغیرہ احادیث اسپر شاہد ہین اور ظاہر ہی کہ ارادہ
خداوندی کا روکنی والا سواء ارادہ خداوندی اور کوئی چیز نہین جو یہہ احتمال ہو کہ کوئی چیز کائنات اور
عالم اسباب مین ہوگی چنانچہ آیات مشار الیہا اور حدیث مذکور اسپر شاہد ہین اور یہی وجہ ہی کہ نور آفتاب بجز
سلب خداوندی اور کسی چیز سے زائل نہین ہو سکتا کیونکہ نور آفتاب سواء خزانہ خداوندی عالم اسباب کی
خزائن سے مستعار نہین یعنی مثل نور قمر وکواکب وآئینہ قلعی دار وزمین وغیرہ فیض آفتاب سی نور آفتاب
اسیطرح کسی اور جسم سی مستعار نہین مگر جب یہ بات ٹہری تو پہر دوام حیات جسمانی نبوی صلی اللہ علیہ
وسلم پہ ایمان لانا ضرور پڑا اسلئے کہ جیسی نور آئینہ آفتاب کے یہہ صورت ہوئی کہ مابہ النور آئینہ اعنی نور
اور آفتاب مین خداوند کریم نے علاقہ رکہا ایسی ہی مابہ الحیات والروحانیت اعنی روح نبوی صلی اللہ
علیہ وسلم اور جسم اطہر مین خود خداوند کریم نے علاقہ بندی کی ہی یہہ نہین کہہ سکتے کہ جیسی منشاء ومنبع نور
آئینہ قمر وکواکب نور آفتاب ہی ایسی ہی منشاء ومنبع روحانیت یعنی حیات جسم اطہر کسی اور کی روح ہی چنانچہ
اول تو اس مضمون کی اثبات کی لئے کسی امتی کو سنی ہو یا شیعہ یا کوئی اور استدلال اور دلیل کی ضرورت
نہین دوسرے ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین سے بشرط فہم وانصاف وترک تقلید زید وعمر یہہ بات ظاہر ہی کہ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے وقت ارسال جو فی ہی وقت حیات جسمانی تہا اور آنکی طرف افاضہ اور
فیض ہی اور اُنکی طرف سے اس طرفکو افاضہ اور فیض نہین چنانچہ مقتضاء حصر الاہر کیسکی نزدیک ہی ہر با اہمیہ
ارواح امت کی روحانیت کا مستعار ہونا آیۃ۔ النبی اولی بالمومنین من انفسہم کے وسیلہ سی ثابت ہوچکا
اور ارواح انبیا علیہم السلام مین فیض نبوی محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونا جملہ خاتم النبیین سے بشرط فہم
و انصاف ظاہر و باہر ہان کوئی حجتی لا امتی نئی بات سُنکر بیوجہ گردن ہلای تو ہلای مگر اوسی کیا کام اہل
انصاف و فہم سی سروکار ہی سو اونکی خدمتمین یہہ عرض ہی کہ موافق حدیث لکل آیۃ ظہرا و بطنا خاتمیت زمانہ
کی لئی جو از قسم ظہر ہی یعنی معنی ظاہری ہی کوئی بطن یعنی معنی باطنی بہی چاہئی سو باعتبار باطن خاتمیۃ نبوۃ
یہہ ہی کہ آپ پر سلسلہ فیض نبوۃ ختم ہو جاتا ہی یعنی جیسی مثلاً نور قمر و کواکب فیض آفتاب ہی اور نور آفتاب عالم اسباب
مین کسی اور کا فیض نہین ایسی ہی نبوۃ انبیاء سابق علیہم السلام تو فیض محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر نبوۃ
محمدی صلی اللہ علیہ وسلم عالم اسباب مین کسی اور کا فیض نہین جیسی آفتاب پر سلسلہ نور ختم ہو جاتا ہی اور
اسوجہ سے خاتم النیرات کہئی تو بجا ہی ایسی ہی روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلہ نبوۃ اختتام پاتا ہی
اور اسوجہ سے آپکو خاتم النبیین کہنا زیبا ہی یہہ تقریر خاتم بکسر التاء کی صورتمین تو جو قراءۃ ابو بکر ہی محتاج
تفصیل نہین پر خاتم بفتح التاء کی صورت مین جیسی قراۃ حفص ہی البتہ بظاہر کم فہمونکو جیسا ن معلوم ہوتی
ہوگی اسلئی اتنا اور معروض ہی کہ جیسے خاتم بفتح التاء معنی مہر کا اثر مختوم علیہ مین ہوتا ہی اور حروف مہر
مختوم علیہ مین منتقش اور منعکس ہو جاتی ہین ایسی ہی منبع فیض کا اثر مستفیض مین منتقش اور منعکس ہوتا ہے
اب اہل فہم کی خدمت مین یہہ گذارش ہی کہ جب خاتم النبیین کی یہہ معنی ہوئی تو آپکی فضلیت اور سیادت
اور تاخر زمانی سب بجای خود ہوئی افضلیت اور سیادت کا حال تو بے کہے ظاہر ہی رہی خاتمیت زمانی سے
اُسکی یہہ وجہ ہی کہ مہمانکو اگر متعدد کہانی کہلاتی ہین اور مختلف قسم کی نعمتین اُسکی سامنی لیجاتی ہین تو
عمدہ اور افضل سبکی بعد مین دیتی دلاتی ہین سو ایسی ہی مہمانان دار دنیا کی لئی دین اور کتب دین اور
مردمان پرور نعمت خدا داد ہین جن مین سے سب مین افضل اور عمدہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور یہہ قرآن اور یہہ دین حق ایمان تہا اسلئی سبکو بعد آپکا ظہور مناسب ہوا اور ظاہر ہے کہ یہی مفاد خاتمیت
زمانی ہے مگر جیسے اس تقریر سے آپکی افضلیت اور سیادت اور خاتمیت زمانی ثابت ہوئی ایسی ہی یہ
بہی ثابت ہوا کہ آپکی روح پر فتوح اور آپ کی حیات فیض انبیاء سابقین علیہم السلام نہین کیونکہ

یہ نہین ہوسکتا کہ جسم تو آب سی پیدا ہوا اور حرارت آتش سے حاصل ہو بلکہ اگر جسمانیت آتش فیض آب ہو تو حرارت
بھی آپ ہی کا فیض ہوگا یہ برعکس کہ حرارت فیض آتش ہو ممکن نہین ایسی ہی یہ کیونکر ہو کہ روح محمدی تو ارواح
انبیاء سابقین علیہم السلام سے پیدا ہوئی ہو اور نبوۃ انبیاء سابقین علیہم السلام فیض محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہو
بالجملہ ارواح انبیاء سابقین علیہم السلام روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفید ہین پر روح محمدی صلی اللہ
علیہ وسلم کسیکی روح سے مستفید نہین آپکی ساری کمالات بالقوۃ منجملہ لوازم ذات اور طبائع ذاتیہ ہین ہان مرتبہ
بالفعل البتہ شرائط فعلیہ پر موقوف ہے اسمین قوۃ و فعلیہ نبوۃ و ولایت ہو یا کسی اور کمال کی قوۃ اور فعلیہ ہو ہان
یہ ہوسکتا ہے کہ نفس روحانیت انبیاء سابقین علیہم السلام آپکی روح پر فتوح صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض نہو بلکہ
علاقہ بندی ارواح و اجساد انبیاء سابقین علیہم السلام خاص خداوند خلاق کیطرف منسوب ہو یعنی ارواح انبیاء
سابق بواسطہ فیض خداوندی ہون اور ارواح امتیان بواسطہ ارواح انبیاء کرام علیہم السلام پیدا ہوئی ہون
اسمین یہ امت اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہون یا کوئی اور امت اور اوسکی نبی ہون بلکہ جب
اسبات کا لحاظ کیا جائے کہ ہر افاضہ اور فیض یعنی عروض مین وصف عارض کے سوا مفیض اور مستفیض پہلی سی
ہونے چاہیین تو یہ بات بروے عقل واجب التسلیم ہوگی کہ قبل افاضہ نبوت انبیاء سابقین علیہم السلام
مین مادہ روحانیت چاہئیے کیونکہ مستفیض کا قابل فیض ہونا ضرور ہے اور ظاہر ہی کہ وصف نبوت کے لئے سوا ارواح
و نفوس کوئی قابل نہین ہی نفس روحانیت اور حیات سو اوسکی قبول کے لئے پہلی سے روحانیت اور حیات کی
ضرورت نہین اجسام نامیہ اور جامدہ بہی اوسکے لئے قابل ہوسکتی ہین چنانچہ حیات جسمانی بنی آدم وغیر بنی آدم
و حنین جذع وغیرہ معجزات و کرامات اور آیۃ وان من شئی الا یسبح بحمدہ اس باب مین تسکین کے لئے کافی ہے غرض
فیض روحانیت امت کے لئے کچھہ ضرورت نہین کہ پہلی سی حیات حاصل ہو جو یہ شبہ پیش آئی کہ اسیطرح
امت کے لئے روحانیت سابقہ چاہئیے اور چونکہ وحیات اور روحانیت بلا واسطہ فیض خداوند عالم ہے تو اوسکی
اور جسم کے بیچ کا علاقہ قابل انفکاک و انقطاع نہین الغرض حیات جسمانی انبیاء کرام علیہم السلام کو دوام لازم
ہوا اور منجملہ لوازم وجود کہنا پڑا اسصورت مین متعلقات جسم یعنی ازواج و اموال سے علاقہ منقطع نہوگا
مال مملوک اور ازواج منکوحات سمجھی جائینگے اور یہ عدم قدرت تصرف مثل عدم قدرت تصرف محبوس و مکرہ و مجبور ملک اور
نکاح مین رخنہ انداز نہوگی غرض ہماری ازواج و اموال کیطرح بوجہ عروض موت ملک و نکاح سے خارج نسمجھی جائینگی

اور شہدا اگرچہ موافق ارشاد خداوندی ہمارے نزدیک منجملہ احیا ہین پر اونکی حیات جسمانی بوجہ تعلق جسم دنیا
نہین بلکہ اجسام جنت سے اونکی ارواح کو تعلق پیدا ہوجاتا ہے چنانچہ احادیث مین مصرح ہے او لفظ قرآنی لغی
عند ربہم اوسکی طرف مشیر اسلئے متعلقات جسم دنیا سے اونکو کیا سروکار جو مانع میراث اموال و نکاح ازواج
ہو اور اگر حیات شہدا سے مراد حیات روحانی ہی اور اونکی موت فقط یہی ہے کہ روح کو جو علاقہ جسم سے تہا اوسکو
توڑ دالا پر وہ کیفیت امساک جو بشہادت آیۃ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا فیمسک
التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی حقیقت موت ہی اونکی ارواح پر طاری نہین ہوتی تو اسصورت
مین اعتراض ہی وارد نہین ہوتا جو حاجت جواب ہو مگر تقریر اول تحقیقی بات ہے اور اجسام انبیاء علیہم السلام
کا زمین پر حرام ہونا اوسپر شاہد اور شہداء سے بقاء اجسام کا وعدہ نہونا یعنی زمین پر اونکی اجسام کا حرام نہونا
اور اسکی موید باقی بعض شہداء اور صلحا کے اجسام کا بعد قرون دراز سالم نکل آنا اسکی مخالف نہین اول تو کیا
معلوم کہ بعد مین اونکی اجسام سالم رہی یا نرہی دوسرے نگہبانی کے لئے اسباب کثیر ہین فقط حرمت ہی نہین حرم کی
جانور اصل مین حلال حرم کے سبب حرام ہین شہد کے لئے مکہیان محافظ ہین بوڑہو لنسے چنے کے دانے نہین جلتے
غرض نگہبانی کی بیس صورتین ہین پر جو بات مستلزم حیات ہو یہان بجز حرمت اجساد اور کچہہ نہین اسلئے کہ
مادرا جن و انس زمین و آسمان وغیرہ کا محکوم و مخاطب و مامور خداوندی ہونا مثل آیۃ وقیل یا ارض ابلعی ماءک
ویا سماء اقلعی سے معلوم ہوتا ہے اور چونکہ محکوم و مخاطب ہونے کے لئے ادراک و شعور کی ضرورت ہے تو اسباب
مین تشکیک کے لئے آیۃ وان من شئ الا یسبح بحمدہ وغیرہ آیات و احادیث و معجزات و کرامات و حکایات کافی ہین اور جب
زمین و آسمان بہی مامور و مخاطب ہوے تو پہر حرمت و حلت سے معانی حقیقیہ ہے مراد لینی چاہیین مجاز کی
کیا ضرورت مگر حرمت حقیقی کی دو صورتین ہین ایک تو یہ کہ احترام حرام مد نظر ہو جیسی حرمت تخم بنی آدم
مین احترام بنی آدم ملحوظ ہی دوسرے یہ کہ احترام محرم علیہم مقصود ہو جیسے حرمت خنزیر و کلب و نجاسات مین
ہوتا ہے یعنی غرض اصلی یہ ہے کہ بنی آدم جیسے عالی مراتب کو ان اشیاء کا کہانا مناسب نہین سو حرمت
اجساد انبیاء علیہم السلام مین احترام زمین تو مقصود ہو ہی نہین سکتا ورنہ اجساد انبیاء کو ہمارے اجساد
سے زیادہ ناپاک اور ناقص کہنا پڑیگا الغرض ہمارے اجساد کا زمین پر حرام نہونا اور اجسام انبیاء
کرام علیہم السلام کا زمین پر حرام ہونا اسصورت مین +

خواہ مخواہ اس بات کو مقتضی ہی کہ عوام الناس کی اجسام پاک وطیب ہون اور انبیاء کرام علیہم السلام کی
اجسام ناپاک اورخبیث سوایسی بات بجز کفار اورکیسکی مونہہ سی صادر نہین ہوسکتی اسلئی اسکا قائل ہو تو
ضرور پڑا کہ احترام اجسام انبیاعلیہم السلام ملحوظ ہی مگر ظاہر ہی کہ احترام اجسام زمین کی نسبت جیسی متصور
ہی کہ وہ زندہ ہون ورنہ اجسام حیوانات بین درصورت موت نمو ہی متصور نہین جو یون کہا جاے
کہ زندہ نہین تو کیا ہوا نامی تو ہین زمین سی پہر ہی افضل ہین اسلئی کہ وہ منجملہ جمادات ہی غرض اجسام
حیوانات بین نما اور حیات دونون متلازم ہین ہون جب دونون ساتہہ ہون نہون جب دونون
ساتہہ نہون سو اگر نسبت اجسام انبیاءعلیہم السلام موت کا قائل ہوجئی اعنی حیات جسمانی کی نفی کیجئی تو
پہر احترام اجساد ہی متصور نہین ورنہ حالت جمادیت کی روسے تو ہماری انکی اجسام سب برابر ہین اور تعلق
سابق کا لحاظ کیجئی تو پہر ایسا قصہ ہو کہ بول و براز مین حالت سابقہ یعنی حال وقت مطعومیت کا لحاظ
کیا جاوی اور اگر فرض کیجئی حرمت سی حدیث مشار الیہ مین حرمت حقیقی مراد نہین بلکہ اجسام کی بالطبع
محفوظ رہنی یا زمین کی بالطبع نگہبانی کی طرف مجازاً اشارہ ہی تب محفوظیت بالطبع یا زمین کا انکو طبعاً نگہبا
ہی حیات جسمانی ہی پر دلالت کریگا اسلئی کہ سواء اجسام احیاء سب حیوانات کی اجسام بعد موت بالطبع
محل فساد اور قابل انقلاب ہیئت ارضی ہوتی ہین بعد موت اگر محفوظ رہتی ہین تو کسی اور دواء و حافظ
قوی مثل روغن وشہد وسرکہ وغیرہ کی سبب محفوظ رہتی ہین بالطبع محفوظ نہین رہتی اور کسی دوا حافظ
قوی کی طرف سلامت جسام انبیاء کرام علیہم السلام کو منسوب کرنا قبل اقامت دلیل اول تو مدعیان منکر
کو مفید نہین دوسری تجویز حرمت اس صورت مین زیبا نہین کیونکہ اس صورت مین روغن وغیرہ کا حافظ
رہنا ایسا ہوگا جیسی کوئی جابر کسی علال چیز کو کسیکو نکہسانی دی بااینہمہ احتمال ناشی عن غیر دلیل ہی
مناظرہ مین مفید ہوا کری تو اعجاز اور دعوی نبوت اور کتب آسمانی مین ہی ایسی احتمال تو موجود ہین
کیونکہ یہہ سب امور بدلائل اینہ ثابت ہوتی ہین اور دلیل انی مین ظاہر ہی کہ احتمال عموم لازم نہیت
ملزوم ہوتا ہی بااینہمہ شواہد کا منقوض ہوسکنا استدلال مین مضر نہین بلکہ نفس شاہد اگرچہ منقوض
ہوسکی مفید ہوتا ہی القصہ حیات جسمانی انبیاء علیہم السلام کا بعد موت ہی اقرار ضرور ہی اور غرض حیات
جسمانی بہی یہی ہی کہ بوجہ تعلق روح جسم پر روحانیت اور حیات ایسی طرح عارض ہوجای جیسی تعلق نور
ــــ مین پر نورانیت عارض ہوجاتی ہی یا تعلق آتش سی آب وغیرہ پر حرارت عارض ہوجاتی ہی سواسا

اس صورت مین جیسی زمین کو منور اور آب وغیرہ کو حار کہتی ہین ایسی ہی وقت تعلق معلوم جسم کو حی اور زندہ کہین گے اور چونکہ اموال وازواج ضروریات اجسام احیاء یعنی ان اجسام کی ضروریات مین سے ہین جن پر بوجہ تعلق روح روحانیت عارض ہو جاتی ہے تو اگر وہ تعلق ٹوٹ جای اور اسوجہ سی حیات عارضہ ایسی طرح زایل ہو جای جیسے بعد زوال تعلق نور زمین سی نورانیت زایل ہو جاتی ہے تو روح کو ازواج و اموال بلکہ خود اُن اجسام کو ازواج و اموال کی کچھ ضرورت نرہیگی اور اگر وہ تعلق نہ ٹوٹی تو پھر حیات جسمانی جوئی تو ن رہیگی اور ازواج بدستور سابق نکاح مین اور اموال بدستور سابق ملک مین رہینگی اور اس سبب سے نہ اموال مین میراث جاری ہو سکی گی نہ ازواج سے کوئی نکاح کا مجاز ہوگا ہان جیسی کوئی صاحب مال اگر سفر کو جاتا ہی یا چلہ مین بیٹھ جاتا ہو تو اپنی محصلون اور معتمد علیہم کو جمع خرچ کا وکیل کر جاتا ہی ایسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی خلیفہ اول کو بایں وجہ کہ خلیفہ اموال وازواج مسلمین کا محافظ اور محل ہوتا ہی بوقت ارادہ چلہ نشینی روضہ مبارک یہہ ارشاد فرمایا نحن معاشر الانبیاء لا نورث ماترکناہ صدقۃ اس تقریر سے یہہ شبہ بہی مرتفع ہو گیا ہو گا کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت اہل بیت کو کیون نہ بتایا غرض ہم لوگ بہی اپنی اراضی کا جمع خرچ اپنی محصلون اور وکیلون ہیکو بتلایا کرتی زنان پردہ نشین عفت گزین کو یہہ تکلیف نہین دیتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کو ایسی تکلیف بیہودہ کاہیکو دیتی باایں ہمہ کتب فریقین سے اس مضمون پر اہل بیت کا شاہد ہونا ثابت اہل سنت کی کتابون کو پوچہی تو حضرت امیر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کا حضرت عمر کی سامنے ہل تعلمان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ماترکنا صدقۃ کی جواب مین یہ کہنا کہ اللہم نعم بخاری مین موجود ہی اور شیعونکی کتابونکو پوچھئے تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہہ ارشاد ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذلک ان الانبیاء لم یورثوا وفی نسخۃ لم یرثوا درہما ولا دینارا وانما اورثوا احادیث من احادیثہم فمن اخذ بشئی منہا فقد اخذ بحظ وافر بروایۃ ابی البختری کافی مین موجود سو حصر انما سی دیکہئی کیا نکلتا ہی انصاف ہو تو حدیث کافی حدیث بخاری یعنی لا نورث سی زیادہ ہی کم تو کیا ہو گی اب شیعہ ہی فرمائیں کہ امام جعفر صادق کون ہین اور کیسی ہین اگر انکی بات بہی قابل تسلیم ہو تو پھر تحریر تزید واتباع تزید اور کسپر نظر ہو گی اب اور گذارش سنئی کہ ایمہ سابق خاصکر حضرت امیر علیہم السلام اور حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ تعالی عنہا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

سے زیادہ تھے کم نتھے اگر حدیث مسطور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ائمہ سابق کی روایت سے پہونچی تھی تو
اونکی شہادت مضمون مذکور پر ظاہر ہے ورنہ بطریق وحی یا بذریعہ الہام اگر حدیث مذکور کا مضمون اونکو معلوم
ہوا تھا تو ائمہ سابق کو بطور مذکور اوسکی اطلاع پہلے ہونی چاہیئے اور یہی نسخہ ناظران وصیت نامہ
خداوندی کے جو مختوم بخواتیم الذہب حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی پاس لائی تھی اور
کلینی مین مفصل مرقوم ہے شیعونکو یاد ہی ہوگا کچھ کلام اللہ تو نہین جو یاد ہی نہو اوسمین حضرت امام جعفر
صادق علیہ السلام کی نسبت ارشاد ہے وانشر علوم اہل بیتک اس سے متبادر یہی ہی کہ علوم جعفری علوم جدیدہ
نہین علوم سابقہ ہین خاصکر وہ علوم جو متعلق بوقائع سابقہ ہون جیسے یہی حدیث ہے اسلئے کہ لفظ انما حصر پر
دلالت کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ تصحیح حصر مشار الیہ بعد لحاظ اس امر کے کہ اور انبیاء علیہم السلام تو کیا خود سرور انبیاء
بہت کچھ چھوڑ کر اس عالم سے تشریف لیگئے ہین جبہی متصور ہے کہ انبیاء علیہم السلام کیطرف سے موجبات ارث مین سے
ہرگز کوئی امر ظاہر نہوا ہو جو اونکی طرف فاعلیت ایراث منسوب ہوسکی اور یون کہہ سکین اورثوا درہما یا اورثوا مالا
مگر موجب ارث مورث کیجانب اگر ہے تو وہی انفکاک علاقہ روح وجسم ہے اسلئے مقتضاء انما اورثوا الاحادیث مین
احادیثہم یہی ہوگا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح طیبہ کو اجسام مطہرہ سے علاقہ معلوم بدستور حاصل ہے بہرحال
کتب فریقین حیوۃ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر شاہد ہین اور حدیث لانورث کا مضمون کتب معتبرہ شیعہ مین
موجود ہان اسصورت مین یہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر علاقہ مذکور منقطع نہین ہوا اور اسوجہ سے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی ترکہ مین میراث جاری نہین ہوسکتی تو اسی وجہ سے لازم یون تہا کہ آپ کے اعزہ
کی ترکہ مین سے آپ کا حصہ نکالا جاتا کیونکہ آپ زندہ ہین اور زندہ اموات کا وارث ہوا کرتا ہے
مگر جب اسبات کا لحاظ کیا جای کہ جیسے مورث کے لئے انقطاع علاقہ معلوم کافی ہے اسطرح وارث ہونے کی
لئے وجود علاقہ معلوم کافی نہین ورنہ جو بچہ بعد مورث قبل وضع حمل مرجای وارث قرار دیا جایا کرے بشہادت احادیث صحیحہ تین
چلونکے بعد روح ڈالی جاتی ہے اور بالیقین یہ بات معلوم ہے کہ اگر بچہ پیٹ مین مرجاے تو ساعت دو ساعت تک تو خیر پر اس سے
زیادہ اگر بچہ شکم مادر مین ہے تو پہر اوسکی زندگی معلوم چہ جائیکہ کئی مہینے بعد مرگ بچہ شکم مین رہے اور والدہ بحال خود
باقی ہی غرض یہ احتمال نہین ہوسکتا جو ایام قرب وضع حمل مین یہ خیال کیا جاتا ہے کہ شاید بچہ کئی مہینے سے
مردہ شکم مین موجود ہو پہر کیونکر اوسکے لئے ترکہ والدین سے۔

مثلاً حصہ تجویز کرین غیرونکی حق تلفی کا اندیشہ ہی زندگانی محتمل پر میراث جو ایک امر یقینی ہی متفرع نہین ہو سکتی
بالجملہ اگر بعد تین چلون کے کسی عورت کا خاوند مرجاے اور بعد نو ماہ بچہ مرا ہوا اُس عورت کی پیدا ہو تو بالیقین
یون کہہ سکتی ہین کہ یہہ بچہ اپنی والد کی بعد مرا ہی اگر وارث ہونیکی لئی فقط علاقہ مذکور کافی ہو سکتا تو لاریب
ایسی اطفال اپنی والد وغیرہ کی وارث ہوا کرتے یعنی اُنکی لئی موافق استحقاق حصہ نکالا جایا کرتا اور پہر موافق قواعد
میراث جس کسیکو پہونچتا اُسکو حوالہ کیا جایا کرتا لیکن جب علاقہ مذکور کافی نہین تو پہر بجز اسکی اور احتمال
نہین کہ وقت تعلق میراث مال میراث پر وارث کا قبض و تصرف ممکن ہو اگرچہ بوجہ نقصان طاقت یا کمی عقل
وغیرہ اسباب قبض و تصرف مال میراث پر قبض و تصرف نکر سکی بالجملہ مال میراث بنسبت وارث محل قبض و
موقع تصرف مین ہو مگر یہہ بات جیسی بچہ شکم مین مفقود ہی ایسی ہی مدفون بلکہ معروض موت مین یہ بات مفقود
ہی بلکہ غور سی دیکہئی تو اُس شخص مین جسکی حیوت زیر پردہ موت مستور ہو اور پہر اُسپر مدفون ہی ہو چکا
ہو بدرجہ زیادہ قبض و تصرف ممتنع ہے کیونکہ بچہ شکم کی باہر آنے کی اُمید ہی اور مدفون مین اس امید
کی گنجایش نہین بچہ شکم اگرچہ ضعیف و ناتوان ہی اور بےعقل و نادان ہی پر اسباب قبض یعنی یہی عقل و طاقت
جسقدر رہی بطور خود ہی کسی عارض کی تلی دبی ہوی نہین کسی پردہ کی پیچہے مستور نہین اور مدفون دمیت
مین اگر حیوت ہی ہی تو موت کی تلی دبی ہوئی ہی بہرحال علت ملک قبض و تصرف ہی اپنا ہو یا کسی اپنی
ولی یا وکیل کا ہو جہان دو نو ہو سکین وہان تصور حدوث ملک ایک خیال خام ہی اپنا قبضہ تو
ظاہر ہی ان دونون صورتون مین یعنی بچہ شکم ہو یا میت و مدفون ممکن ہی نہین رہا وکیل کا قبضہ یا
ولی کا قبضہ وہ قبضہ اصلی کا ظل و فرع ہوتا ہی وہ نہین تو یہہ بہی نہین رہی یہ بات کہ اگر حدوث ملک
بے حصول قبض ممکن نہین تو بقاء ملک ہی بعد زوال قبض ممکن نہین پہر کیا وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی ملک ہنوز باقی ہی اسکا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہہ ارشاد لانورث فقط بغرض توکیل
تہا اور ظاہر ہی کہ اسوقت توکیل صحیح ہی اور بقاء توکیل و وکالت کی لئی فقط بقاء شعور و قواء قابضہ کافی ہ
ہان حدوث توکیل کی لئی بالبداہت موکل کا مقام توکیل مین ہونا ضرور ہی اور ولی کا مقام تولیت مین
ہونا لازم سو ضروریات حصہ توکیل و تولیت و وکالت و ولایت قبل وضع حمل بچہ مین مفقود ہین اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین قبل وفات سب موجود ہان بعد وفات یہان ہی وہ سب امور
مفقود ہو گئی اصلی وصیت و توکیل لانورث تو صحیح رہی اور وراثت مابعد کی لئی [illegible] کی صورت نہ نکلی

علاوہ برین یہ گذارش ہی کہ مالک اصلی تو جناب خداوند کریم وحدہ لاشریک ہی اور ملک مخلوقات فقط اُسکی ملک کا
پرتوہ ہی بلحاظ حاجت بنی آدم اُنکو اپنا خلیفہ بنایا یعنی اُنکو حاجتمند دیکھکر اجازت تصرف عنایت فرمائی
اور بقدر قبضہ جسکا ملک کی لئی علت ہونا اوراق مین سی ہی واضح ہو جائیگا ملک عرضی عنایتہ فرمائی لیکن
جب حاجت کا لحاظ کیا جای تو پہر وہی اشیا رقابل سمجہی جائینگی جنمین منافع ہی ہون اور جو اشیاء خالی از
منفعت ہون یا اولٹی اُن مین مضرتین ہون جیسی میتہ اور دم اور خنزیر انمین قابل حدوث ملک وغیرہ تو وہ ملک
نہو نگی لیکن جیسی درصورت حاجت بوجہ عدم منافع محتاج ایہا ملک حادث نہین ہو سکتی ایسی ہی بوجہ
عدم احتیاج یا زوال حاجت تعلق ملک قابل تسلیم نہوگا کیونکہ وہان اگر شرط قابلیت نہین تو یہان وجہ
فاعلیت کچہہ نہین ہان یہہ مسلم کہ علت ملک فقط وہ قبض تام ہی جسکی طرف ان اوراق مین اشارہ ملیگا
اور احتیاج موجب تحرک و تعلق قبض مذکور ہی اسلئی یہہ ہو سکتا ہی کہ ملک باقی ہو اور احتیاج باقی نہو کیونکہ
اسباب تعلق قوا و فاعلیت مثل نور چراغ وغیرہ کا ہونا حدوث تعلق کی لئی ضرور ہی بقاء تعلق کو ئی ضرور نہین اگر کسی
مکان مین چراغ ہو تو اُسکی در و دیوار کو ساتہہ تعلق نور کی لئی چراغ کا لانا مثلاً ضرور ہی اور ظاہر ہی کہ بقاء نو
کی لئی حرکت مذکورہ ضرور نہین بلکہ اولٹی وہ حرکت اسوقت سبب زوال تعلق ہی چنانچہ ظاہر ہو بالجملہ احتیاج
موجب حدوث ملک یعنی سبب تعلق جدید ملک مالک ہی خود سبب ملک نہین ورنہ خداوند کریم مالک نہوتا اس
صورتمین ملک سابق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم زایل نہوگی اور ملک جدید پیدا نہوگی اب ناظران اوراق کی
خدمتمین یہہ گذارش ہی کہ وہ مقدمات ثلثہ جن پر دعوی میراث راست ہو سکتا ہی انمین سی ایک تو انقطاع
علاقہ فیما بین روح و جسم مورث تہا اُس کا حال تو معلوم ہو گیا غرض اُسکا اثبات تو شیعہ کیا کرینگی جواب لائق
ابقاء علاقہ مذکور کا فکر فرماوین رہی دو مقدمہ باقیہ ایک تو وہین عموم خطاب یوصیکم اللہ ہے جسکا اثبات
شیعون کی ذمہ ضرور ہے مگر شیعہ تو اُسکو کیا ثابت کرینگی ہان ہمسی دلائل و شواہد خصوص سنئی ہم کلا پکاری
کہتی ہین کہ یہ خطاب فقط امتیون ہی کی لئی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہین اگر مجتہدان شیعہ کو
غیرت مذہب ہو تو ہماری گذارش کا جواب معقول سوچ کر لائین ورنہ فکر عاقبت فرمائین اور سُنی نبجائین
وجہ خصوص کا شاید کبہکو انتظار ہو اسلئی معروض ہی شروع سورہ نساء مین اول یہ ندا ہی یا ایہا الناس
اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ الخ اُسکی بعد اس ندا کی ذیل مین بہت سی خطاب ہین اُنمین سے
ایک تو یہی خطاب یوصیکم اللہ ہے اور اُس سے پہلے خطاب فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربٰع

موجود ہے سو اگر خطاب یوصیکم اللہ عام ہوگا تو خطاب فانکحوا بہلی عام ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی لئی بہی وہی چار ازواج کی تحدید ہوگی اس صورت مین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت
سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کو فدک کا نہ دینا اتنا محل اعتراض نہوگا جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
چار سے زیادہ کا جمع مورد اعتراض ہوسکتا ہی کیونکہ اول معتقدان خلیفہ اول انکی معصومیت کے قایل
نہین اگر معتقد ہین تو انکی ولایت کی معتقد ہین اور ولایت کی لئی اونکی نزدیک معصوم ہونا ضرور نہین
اگر ضرور ہی تو نبوت رسالت کی تو ضرور ہی باینہمہ نہو تو کلام اللہ اسپر شاہد ہی اولیا کی تعریف مین
تو یہ ارشاد ہی ان اولیاء الا المتقون اور رسل کی تعریف مین یون فرماتی ہین فلا یظہر علی غیبہ
احدا الا من ارتضی من رسول غرض حاصل ولایت اتقا ہی اور حاصل رسالت ارتضاء کیونکہ من
رسول بیان و تفسیر من ارتضی ہی اور ظاہر ہے کہ اتقاء مذکور فعل اولیاء ہی کیونکہ متقون صیغہ فاعل
ہے اور اولیا پر محمول اور ارتضاء مشار الیہ فعل خداوندی ہی چنانچہ رجوع ضمیر فاعل ارتضی الی اللہ اسپر
گواہ عادل ہی اور سب جانتے ہین کہ خدا تیعالی طاعت سے راضی ہوتا ہی اور معصیت سے ناخوش فان
اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین کلام اللہ مین موجود ہی سو اطلاق من ارتضی سی یہ بات نمایان ہی
کہ رسول بجمیع الوجوہ مرتضی ہوتی ہین اور جب مرتضی کا رسول ہونا لازم ہوا چنانچہ من رسول کا بیان
من ارتضی ہونا اسکی دلیل ہی نہین پڑتا تو یہہ بات آپ لازم آگئی کہ اولیاء بجمیع الوجوہ مرتضی نہین
اور ظاہر ہی کہ اطلاق ارتضاء وہی حاصل معصومیت ہی باینہمہ اتقاء مبنی للفاعل اتقاء مبنی للمفعول
کو مستلزم نہین آگ سی کہانی کتنی ہی ہر کوئی بچتا پہرتا ہی اور پہر کبہی بغیر مِثل قدمی یا کسیکا جبر موجب وقوع
ہوجاتا ہی کوئی کسیکی تلوار یا تیر یا نیزہ مارتا ہے تو بچنی کی لئی اپنی سی سبہی تدبیرین کرتا ہی مگر کبہی اس پر
بہی زخمی ہو ہی جاتا ہی غرض اولیاء مین اتقاء مبنی للفاعل کا ہونا چاہئی چنانچہ متقون کا صیغہ فاعل
اسکی لئی دلیل کافی ہی اور اتقاء مبنی للفاعل کو اتقاء مبنی للمفعول لازم نہین چنانچہ ایک شاعر اردو ہی
اس مضمون کی طرف اشارہ کرتا ہے ؎ زہد و تقوی دہرا رہا ساہا تہہ اسکی سی می پی ہی نہ بد القصہ
ابوبکر صدیق ولی تہی نبی نتہی اور ولایت کو اتقاء مبنی للفاعل کافی ہو اتقاء مبنی للمفعول ضرور نہین
اور جب مرتبہ مبنی للمفعول تک نوبت نہ پہونچی تو پہر معصومیت کہان علاوہ برین حساب دوستان
در دل عجب نہین کسی حق کی عوض مین خلیفہ اول نے فدک کو مجرا کر لیا ہو اور یہ بہی نہ سہی ادہر تی

اگر تعدی ہوئی تھی تو او دیر عفو کر دیا تھا حسب روایت علامہ حلی خلیفہ اول نے اگرچہ فدک کی دینے مین تامل کیا تہا مگر انجام کار حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیا ہو چنانچہ کتاب منہج الکرامت مصنف شیخ ابن مطہر حلی مین وہ روایت بایں الفاظ موجود ہے لما وعظت فاطمۃ ابا بکر فی فدک کتب بہا کتابا ورد ہا علیہا اور اگر فرض کیجیے حضرت فاطمہ کو خلیفہ اول نے فدک پر قبضہ نہین دیا تو اُسکی آمدنی تو بالضرور حسب دستور زمانہ نبوت حضرت زہرا اور اہل بیت ہی کی تصرف مین آتی رہی چنانچہ فریقین اسبات پر متفق ہین کہ ابو بکر نے آمدنی فدک کو اپنی آپ خورد برد نہین کیا اور کتب فریقین اُسپر شاہد ہین ایک روایت محاج السالکین جس سے دعوی مذکور اور نیز قصہ نزاع کی طرفین معلوم ہو جائے نقل کرتا ہون وہ یہہ ہے ان ابا بکر لما رای ان فاطمہ انقبضت عنہ وہجرتہ ولم تتکلم بعد ذلک فی امر فدک کبر ذلک عندہ فاراد استرضاءہا فاتاہا وقال لہا صدقت یا ابنۃ رسول اللہ فیما ادعیت ولکنی رایت رسول اللہ یقسمہا فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یوتی منہا قوتکم والصانعین بہا فقالت افعل فیہا کما کان ابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل فیہا فقال ذالک الیہ علی افعل فیہا ما کان یفعل ابوک فقالت واللہ لتفعلن فقال واللہ لافعلن ذلک فقالت اللہم اشہد فرضیت بذلک واخذت العہد علیہ وکان ابو بکر یعطیہم منہا قوتہم ویقسم الباقی فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل انتہی مگر اس قسم کے عذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سی متصور نہین مگر ہان شاید کسی محقق کو یہہ سوجھی کہ ازواج مطہرات مین سی چار منکوحہ ہون باقی متعی ہون یا چار حرہ ہون باقی منجملہ ما ملکت ایمانہم یا زمان واحد مین چار سی زیادہ نکاح نکئی ہون علی سبیل التعاقب زیادہ کی نوبت آئی ہو مگر ایسا کون ہوگا کہ اس دام فریب مین آجائی کون نہین جانتا کہ نہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی متعہ کیا نہ ائمہ اطہار مین سی کسی نی یہہ کام کیا با اینہمہ چار سے زیادہ مین گنائی دیتا ہون جو باتفاق فریقین حرہ منکوحہ تہین متعی نتہین اور پہر زمان واحد مین مجتمع تہیں حضرت عائشہ حضرت حفصہ حضرت ام سلمہ حضرت میمونہ حضرت زینب حضرت ام حبیبہ یہ سبکی سب نکحہ ہی تہین اور سبکی سب حرہ ہی تہین اور پہر سبکی سب ایک ہی زمانہ مین مجتمع ہی تہین اسلئے احتمالات ثلثہ مین سی ایک ہی نہین چل سکتا اسکی بعد شاید کوئی مجتہد العصر آیۃ یا ایہا النبی انا احللنا لک ازواجک اللاتی آتیت اجورہن کے بہروسے تخصیص عموم خطاب فانکحوا یا نسخ کا خیال پکائی مگر وہ آیۃ تو دوسرے چوتھی سیپارہ اور اکیسوین پارہ مین بہت فاصلہ ہی آیۃ واحل لکم ما وراء ذلکم پاس لگی ہوئی ہے

آیۃ فانکحوا ماطاب لکم اگر ربع آخیر پارہ چہارم مین ہی تو واحل لکم ما وراء ذلکم آیۃ اول پارہ پنجم مین موجود
ہے اور ظاہر ہی کہ عموم کلمہ ما بہرحال عموم کلمہ ازواج وغیرہ کلمات مندرجہ ذیل خطاب یا ایہا النبی سی
کہین زیادہ ہی سو اگر آیۃ یا ایہا النبی مخصص یا ناسخ حکم فانکحوا ماطاب ہی تو آیۃ واحل لکم ما وراء ذلکم
بدرجہ اولی مخصص یا ناسخ حکم فانکحوا ماطاب ہوگی ہان ایک صورت نجات ہی وہ یہہ ہی کہ جیسی سورہ فاتحہ
خدا نے بندونکی طرف سی تصنیف کرکے انکے حوالہ کردی ہی تاکہ وقت حضور دربار یعنی وقت اداء نماز
اسطرحسے اداب مجرا بجالایا کرین ایسی ہی سورہ نساء کو یون سمجھو کہ خداوند کریم نی رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی طرف سی ایک وعظ پند تصنیف کرکے آپکے حوالہ کردیا تاکہ وقت خطاب امت اسطرح کی
انکو سمجھائین غرض باعتبار تصنیف الحمد سی لیکر سورہ والناس تک سارے کا سارا قرآن کلام خداوند
جہان ہی مگر باعتبار تکلم مقابل خطاب وغیبت سب خدا ہی کی کلام نہین بندونکی بھی کلام ہی سو جیسے
کسی وکیل کا مسودہ عرضی جو اپنی کسی موکل کی طرف سی لکہی یا کسی منشی کا مسودہ جو کسی کی طرف
سے مثلاً تحریر کری یا کسی شاعر کا کسی عاشق و معشوق کی مثنوی مین انکی گفتگو کو نظم کرنا اُس وکیل
اور اُس منشی اور اُس شاعر کی طرف منسوب ہوتا ہی اور انکی کلام کہلاتا ہی چنانچہ وقت مذاکرہ اکثر
کہتے ہین کہ یہہ فلانی وکیل کی تقریر ہی اور فلانی منشی کی تحریر اور فلانی شاعر کی کلام ہی باینہمہ متکلم
مقابل مخاطب وہ موکل اور وہ جاہل اور وہ عاشق و معشوق ہوتی ہین ایسی ہی باعتبار انشاء
و تصنیف تو قرآن سارا کا سارا خدا کی کلام ہی مگر باعتبار تخاطب کہین اپنی ہی کلام ہی کہین کسی
اور کی سو سورہ الحمد تو باعتبار تخاطب تمام جہان کی کلام سمجھئے چنانچہ جملہ ایاک نعبد وایاک
تا آخر اسپر شاہد ہی اگر باعتبار تخاطب نعوذ باللہ اس سورۃ کو کلام خداوندی سمجھئے تو یہہ معنی ہون
کہ خدا ہی کسیکا بندہ ہی نعوذ باللہ منہا خدا ہی نعوذ باللہ کسیکی عبادت کرتا ہے خدا ہی کسیسی مدد
مانگتا ہے خدا تعالی ہی کسی سی طالب ہدایت ہی علی ہذا القیاس آیۃ وما نتنزل الا بامر ربک لہ ما بین ایدینا
وما خلفنا وما بین ذلک باعتبار تخاطب فرشتون کی کلام ہی چنانچہ قرینہ بامر ربک اور قصہ شان نزول
اسپر دلیل کامل ہی علی ہذا القیاس سورہ نساء اول تو تمام و کمال ورنہ یوصیکم اللہ تک تو بالضرور باعتبار
تخاطب کلام حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہی اول تو وہی قرینہ فانکحوا اسپر شاہد ہی
اگر باعتبار تخاطب کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہہی کلام خدا کہئی تو پہرا اول درجہ کے معصوم کی

نسبت یہہ اعتقاد رکہنا ضرور ہو کہ وہ سب سے بڑہکر نعوذ باللہ منہا فاسق و فاجر و عیاش تہی دوسری
نداء یا ایہا الناس اتقوا ربکم مین ربکم کو غائب رکہا ہی اور ظاہر ہی کہ ہر کلام کی لئی ایک متکلم اور ایک مخاطب
مغایر یکدیگر ہوتا ہی اور اگر غائب ہی ہوتا ہی تو وہ ہی مغائر حقیقی ہوتا ہی غرض یہ تینون مفہوم ایک
مصداق مین مجتمع نہین ہو سکتی اور ان تینون مین اتحاد متصور نہین سو قرینہ غیبوبتہ ربکم خود اسپر شاہد ہی
کہ خداوند کریم باعتبار تخاطب متکلم نہین اس صورت مین ظاہر ہی کہ سواء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور کیسکا احتمال نہین کیونکہ ادہر تعیین غیر پر نہ کوئی دلیل ہی نکوئی قرینہ اور ادہر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا پیغامبر ہونا اسبات کی لئی خواستگار کہ بعد خداوند کریم باعتبار تخاطب اس کلام کی متکلم در
حالت عدم قرینہ اگر ہو سکتی ہین تو حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہو سکتی مین مگر یہی بات
بعینہ جملہ یوصیکم اللہ مین سمجہیہ یعنی اُس جملہ مین ہی یوصی صیغہ غائب اللہ کی لئی ہی اور پہر قرینہ دوام
حیات اور عدم زوال علاقہ فیما بین روح وجسم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی لئی عمدہ دلیل کہ
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس خطاب مین داخل نہین اور جب آپ مخاطب نہین ادہر خدا تعا
بمعنی مقابل متکلم و مخاطب تو متکلم سواء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کون ہوگا غرض وجوہ ظاہر
اس بات پر گواہ ہین کہ باعتبار تخاطب یہ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہی خدا تعالی کی کلا
نہین اور باعتبار اصل کنہ کی دیکہی تو حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ان احکام کی مخاطب
ہو ہی نہین سکتی میراث کا حال تو معلوم ہی ہو گیا نکاح کی بات سنئی وہان ہی وہی دوام حیات
مانع ورود خطاب ہے یعنے جب آپ منبع فیض روحانیت وحیات ہوی اور امتہ کی ارواح کی لئی آپ
کی روح پر فتوح صلی اللہ علیہ وسلم منشا انتزاع اور علت اور موثر ہوی اور ارواح اُمتہ فیض
اور انتزاعیات اور معلول اور اثر ٹہری تو پہر آپکی روح امتہ کی ارواح مین وہ نسبتہ تجانس نہ
جو فیما بین ارواح اُمتہ ہی اور ظاہر ہے کہ افراد جنس واحد اگر باہم مساوی نہون تو بعد کمی و بیشی
یا اوزان یا مساحت جو کچہہ وہان بن پڑی تساوی حاصل کر سکتی ہین پر فیوض و انتزاعیات و آثار
معلولات کو منبع فیض اور منشا انتزاع اور موثر اور علت کی برابر کسیطرح نہین کر سکتی مثلاً ایک دہوپ دو
دہوپ کی اگر برابر نہو تو بعد تسویہ ہر دو میدان اور رفع موانع آمد نور وغیرہ کی دونو نکو برابر کر سک
ہین علی ہذا القیاس بڑی سطح مین سے چہوٹی سطح کی برابر قطع کر سکتے ہین اور چہوٹی سطح کو بعد اضافہ جس

جسم ٹری سطح کی برابر بنا سکتی ہین مگر سب جانتے ہین کہ ساری جہان کی دہوپین ایک نور آفتاب کی برابر
نہین ہو سکتی علی ہذا القیاس وجود تمام کائنات ایک وجود خالق عالم کی برابر نہین ہو سکتا جب تساوی
کا حال معلوم ہو گیا کہ کہان ہو سکتی ہی کہان نہین ہو سکتی تو آگی سنیی مفہوم زوجیۃ وازدواج باعتبار
لغتہ ہی انقسام متساویین کو مقتضی ہی اور باعتبار شرع بھی تساوی طرفین کا خواستگار چنانچہ آیۃ
ولہن مثل الذی علیہن بالمعروف اسپر شاہد ہی اور ادہر دیکھا تو نکاح وازدواج سے حسن معاشرت
مطلوب چنانچہ آیۃ ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ سی ظاہر ہی
تو یہ بات عیان ہی آخر حسن معاشرۃ بین بجز انس باہمی جو حاصل سکون مشار الیہ اور مودۃ مذکورہ ہے
اور کیا ہوتا ہی مگر مرجع کار حسن معاشرۃ دیکھا تو اخلاق کی طرف ہی اور اخلاق مثل آثر قوۃ علمیہ و قوۃ عملیہ کا
نام ہی اسلئی کہ اخلاق کی تحلیل کرنے سی سوا اسکے اور کیا نکلتا ہی رحمت وغضب کو دیکھیی تو بجز اسکے
کیا ہی کہ کسیکی شکستہ حالی یا مخالفۃ کی علم کی باعث ادہر سے عمل داد ودہش یا ضرب وسرزنش ہوتا ہے
اسلئی مساوات مشار الیہ جو مقتضاء زوجیۃ وازدواج تہا باعتبار حاصل ضرب قوۃ علمیہ وقوۃ عملیہ ہو گا
یا اس مضمون کو یون تعبیر کیجئے کہ مساوات جسمانی تو مراد ہی نہین باعتبار وزن ہو یا باعتبار پیمائش
اگر مراد ہے تو باعتبار روحانیت مراد ہے اور ظاہر ہی کہ کمالات روحانی یا علمی ہین یا عملی یا ان دونون سے
مرکب اور یہہ بہی ظاہر ہی کہ مقصود وہ حاصل ترکیب ہر دو کمال ہی نہ علم خالی از عمل مطلوب ہی ورنہ
حسن معاشرت اور اعمال عبادات وغیرہ کی کیا معنی تھی اور نہ فقط عمل خالی از علم جیسی افعال لایعنی
اور حرکات بیمعنی یا اعمال منافقین واہل تسخر ہوتی ہین کیونکہ علم عظمتہ خدا وندی وغیرہ ان اعمال کا
ساتہہ مضموم نہین ہوتا ورنہ اس قسم کی اعمال مکروہ یا مردود نہوا کرتی لیکن حاصل کمالات علمی و کمالات عملی جو
اخلاق ہون یا ارادہ وبیتہ ہو یا اعمال ظاہرہ جو بشرط اخلاص صادر ہوی ہون سبکی سب حاصل
جمع کمالات مذکورہ تو نہین ہو سکتی اسلئی کہ حاصل جمع عین مجموعہ اجزاء ہوا کرتا ہے اور یہان ظاہر
ہے کہ یہہ سب امور مذکورہ غیر ہین نہ عین اسصورت مین بجز اسکی کہ حاصل ضرب کہئی اور کیا کہئی
کیونکہ دو زیادہ سی ملا کر اگر کچھہ حاصل کرتے ہین تو اسکی یہی دو صورتین ہین جب یہ بات ذہن نشین
ہو چکی تو آگی چلیی مخدوم من کمالات علمی ہون یا عملی بہر حال مردون کا حصہ دونا ہے اور عورتون کا
آدہا ہی دلیل اس دعوی کی اول تو یہی آیۃ ہی للذکر مثل حظ الانثیین کیونکہ اس آیۃ مین اگرچہ بیان

میراث مین نازل ہوئی مگر کچھہ میراث کی تخصیص نہین فرمائی عموماً الفاظ پر نظر چاہئی خصوص شان نزول
پر خیال نچاہئی چنانچہ اہل علم خوب جانتی ہین اور عوام اگر نہین جانتی تو اُنکی لئی اتنا اشارہ کافی ہی کہ اگر
دو آدمیون مین دس بیس گانو مشترک ہون اور سب مین ایک ہی سا ہر ایک کا حصّہ ہو تو اس صورت مین
اگر ایک گانو مین سی کچھہ غلہ آئی تو کارکن بوجہ ناواقفیت مقدار حصص اگر کسی واقف سی ہر ایک کی حصّہ
کی مقدار پوچھہی تاکہ اُسکی موافق تقسیم غلہ مین کار بند رہی تو اس صورت مین اگر وہ شخص ہر ایک کا
حصّہ بتلائیگا تو اُس کا یہ بتلانا ہر دفعہ کے لئے اور ہر ایک گانو کی آمدنی کیلئے کافی ہوگا اور فقط اسی دفعہ کی لئی
نسمجھا جائیگا باقی کوئی صاحب اگر مقدار جسم زن و مرد مین اس حساب کو درست بنائین تو اُسکی وجہ یہ
ہی کہ یہ گفتگو درباره حظ ذکر و حظ اُنثی ہی خود ذکر و انثی مین یہہ حساب نہین اور ظاہر ہی کہ اطلاق ذکر و انثی جیسا
روح پر کیا جاتا ہی ایسا ہی جسم پر ہی یہ اطلاق کیا جاتا ہی چنانچہ احکام روحانی و جسمانی اور
افعال و احوال روحانی و جسمانی مین یکسان فرق صیغہ مذکر و مونث ملحوظ رہتا ہی قامت اور قعدت
اور فرحت اور حزنت یا علمت اور ارادت اگر عورت کی لئی بولتی ہین تو قام اور قعد اور فرح اور حزن
یا علم اور ارادہ مرد کے لئے استعمال کرتے ہین مگر کون نہین جانتا کہ قیام و قعود احکام و افعال و احوال
جسمانی مین سی ہین اور فرح اور حزن اور علم و ارادہ احکام و احوال و افعال روحانی مین سی ہین اس سے
صاف ظاہر ہی کہ اطلاق ذکر و انثی روح و جسم دونون پر برابر شایع ہی اسلئی ان دونون کو اس
حساب سے علاحدہ رکھکر ان کی حقوق مین گفتگو کرنی چاہئی اور اسی ہی جانے دیجئے خاص علم و عمل
مین عورتون کا مردون سی کم ہونا عقل و نقل دونون سی سبکی نزدیک مسلم یہانتک کہ عورتون کا ناقص
العقل اور ناقص الدین ہونا حدیثون مین مصرح اور زبانون پر جاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتی ہین ما رایت من ناقصات عقل و لا دین اذہب اللب الرجل الحازم من احداکن اور دربارۂ
شہادت کلام اللہ مین یہہ ارشاد ہی واستشہدوا شہیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل
وامرتان ممن ترضون من الشہداء ان تضل احدہما فتذکر احدہما الاخری سو اس سی بہی نقصان
عقل بقدر نصف ثابت ہوتا ہی کیونکہ ضلالت اصل مین صفت عقلی ہی علی ہذا القیاس تذکر ہی صفات
علمیہ اور عقلیہ مین سی ہی اس صورت مین حاصل یہہ ہوا کہ نقصان عقل کی باعث عورت کی گواہی
مرد کی گواہی سی آدہی رکہی گئی چنانچہ اسی بناء پر یہ صورت پیش آئی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی ارشاد مسطور بالا یعنی ما رایت من ناقصات عقل و الدین الخ کو سنکر عورتون نے یہ عرض کیا کہ ما نقصان عقلنا و دیننا یا رسول اللہ
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ الیس شہادۃ المرأۃ نصف شہادۃ الرجل یعنی کیا تمہین معلوم نہین
کہ عورتونکی گواہی مرد کی گواہی سے آدہی ہے اوسپر عورتون نے اقرار کیا تو پہر یہ فرمایا فذلک من نقصان عقلہا۔
یعنی یہ گواہی کا آدہا ہونا نقصان عقل ہی کے سبب ہے الغرض آیۃ مذکورہ اور حدیث مسطور کو ملائیے تو یہ بات
بوسیلہ حدیث اسی آیت سے نکل آتی ہے کہ عورتونکی عقل مردونکی عقل سے آدہی ہے اور جب عقل یعنی کمالات
علمی مین تناصف ہے تو کمالات عملی مین آپ تناصف ہوگا وجہ اسکی یہ ہے کہ اعمال اختیاریہ کا رصدور یا بوجہ محبت
و شوق ہوتا ہے یا بباعث نفرت و خوف یعنی عاقل جب کوئی حرکت باختیار خود کرتا ہے تو اوسمین یا کوئی نفع
سوچ لیتا ہے یا کوئی اندیشہ اوسکے پیش نظر ہوتا ہے سو اسکا حاصل وہی شوق اور محبت و نفرت ہے سو ان
دو صورتونکے عاقل کے افعال کے لئے اور کوئی صورت نہین مگر شوق و خوف اور محبت و نفرت بقدر علم منافع
و مضار ہوتا ہے ظاہر ہے کہ مرد دانا شیر اور سانپ سے ڈرتے ہین اطفال شیرخوار نہین ڈرتے وجہ اسکی بجز اسکے اور
کیا ہے کہ وہان علم و عقل ہے یہان نہین چنانچہ آیۃ قرآنی انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء سے بہی اسکا پتا لگتا ہے کہ
خوف بقدر علم ہوتا ہے الغرض بعد تسلیم تناصف فی العقل اقرار تناصف فی العمل آپ لازم ہے اوہر کلام اللہ
مین یہ ارشاد ہے وتلک الجنۃ التی اورثتموہا بما کنتم تعملون اس آیۃ سے ظاہر ہے کہ مدار کار حصول جنۃ عمل پر ہے اور
حدیثون سے یون معلوم ہوتا ہے کہ ہر مرد جنتی کی پاس دنیا کی دو عورتین بطور ازدواج و نکاح ہونگی غرض
جہان ایک مرد ہوگا وہان دو عورتین ہونگی اس سے بہی وہی بات نکلتی ہے کہ دو عورتین ملکر عمل
مین ایک مرد کی برابر ہونگی بہرحال تناصف فی العقل اور تناصف فی کمال العمل واجب التسلیم ہی رہے
یہ بات کہ بعض مرد کم عقل ہوتی ہین اور بعض عورتین عاقلہ ہوتی ہین علی ہذا القیاس بعض مرد فاسق اور
بعض عورتین دیندار ہوتی ہین اس قاعدہ مین رخنہ گر نہین ہوسکتی کیونکہ اسباب و موانع خارجیہ سے
اگر ظہور آثار ماہیت مین کمی بیشی آئی تو مراتب ماہیت اور قدر و قیمت ماہیت مین تبدل نہین آسکتا۔
مثلاً اگر کسی آئینہ مین گرد و غبار واقع ہو اور کوئی چینی کی رکابی تشتری صاف مصفے ہو اور اسوجہ
سے ظہور نور آفتاب بنسبت آئینہ مشار الیہ رکابی مذکور مین زیادہ ہو تو صفائی مین رکابی آئینہ سے زیادہ نسمجہی جائیگی
بالجملہ نقصان عقل زنان مقتضاء مادہ انوثت ہے +

اور زیادتی عقل مردان اقتضا ماده مذکوره ہے چنانچہ الف لام کالذکر مثل حظ الانثیین مین لام جنس ہونا ہی
اسپر شاہد ہے علی ہذا القیاس دین کا قصہ سمجھئے سو اگر بالفرض والتقدیر کسی فرد ذکر مین کمی اور کسی فرد انثی مین
زیادتی نظر آئی تو قاعدہ مذکور کی کلیہ ہونے مین اس سے کچھہ رخنہ نہین پڑتا ان سب مراتب کے طے ہوجانے کے
بعد یہ گذارش ہے کہ جب عقل و عمل مین عورتین مردونسے آدہی بین ہین اور پہر مرد عورت مین ان دونون کمالون
کا حاصل ضرب مطلوب ہے خود یہ دونون کمال بذات خود مطلوب نہین تو یہ بات ہر کس و ناکس پر روشن ہوگئی کہ
حاصل ضرب کمالات مذکورہ زنان نسبت حاصل ضرب کمالات مذکورہ مردان بقدر ربع ہے کیونکہ نصف کو نصف
مین ضرب دیجیے تو یہی ربع حاصل ہوتا ہے اسلئے ایک عورت ایک مرد سے بقدر ربع سمجھی گئی اور چار عورتین ملکر اوسکے
حق مین زوج کامل قرار پائین مگر چونکہ ہر کسیکو اپنے حق کے نلینے یا اپنی حق کی چھوڑ دینے کا اختیار رہتا ہے اور اپنے
حق سے زیادہ لینے کا اختیار نہین ہوتا اسلئے مرد نکاح نکرنے اور چار سے کم نکاح کرنےمین مجاز اور مختار رہا
پر چار سے زیادہ کا اختیار اوسکو نملا لیکن یہ بات بہی یاد ہوگی کہ امۃ کی چار عورتین ملکر اگر امت کے ایک مرد کی
مساوی ہوجاتی ہین تو وجہ اسکی یہ ہے کہ باہم اصل مرد و زن امت مین تجانس تہا اگر فرق تہا تو فرق
مقدار تہا جسکے رفع کرنیکے لئے عورتونکی جانب عدد اربع کی ضرورت پڑی اور ذات پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ
وسلم اور زنان امت مین اوس قسم کا فرق تہا جسکو مقدار زنان کا کم و بیش کر دینا رفع کرسکے بلکہ وہ فرق تہا
جو مصدر او صادر اور علت اور معلول او منشا انتزاع اور وصف انتزاعی مین ہوا کرتا ہے اور تجانس بہی تہا
جو حقائق مذکورہ مین باہم ہوا کرتا ہے یعنی وہ تجانس جو ازدواج و زوجیت کے لئے ضرور ہے چنانچہ مفہوم زوجیت
ہی اوسپر شاہد ہے از قسم تجانس مردان و زنان امت نتہا بلکہ از قسم تجانس علت و معلول وغیرہ تہا غرض وجہ
فرق فیمابین حضرت شہ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم اور مردان امت مرحومہ دربارہ تعداد ازدواج یہ ہے کہ وہان
اور طرح کا تجانس ہے یہان اور طرح کا تجانس یہان تعداد زنان کی کمی و بیشی موجب تساوی یک مرد چار زن ہو
سکتی ہے اور وہان اس سے کام نہین چل سکتا کیونکہ ایک علت او منشاء انتزاع کے مقابلہ مین سارے معلول اور تمام
انتزاعیات بہی درجہ تساوی نہین رکہتے ایک آفتاب کے آگے ساری جہان کی دہوپین گرد ہین ہان یون کہئے کہ آفتاب
یا کرۂ شعاعی کا جوڑا اگر مل سکے ہے تو دہوپون ہی گی مل سکے ہے چاندنی چاندنیون اور آگ کی گرمیون سے نہین
مل سکتا غرض اگر علت اور منشاء انتزاع کا نکاح اور ازدواج ہوسکتا ہے تو بشرط قابلیت اپنی معلولات اور

انتزاعیات ہی سے ہوسکتا ہے اور کسی علت یا اوسکی معلولات یا اور کسی منشأ انتزاع یا اوسکی انتزاعیات یا اور کسی مصدر یا اوسکی صادرات سے نہیں ہوسکتا مگر جبکہ اسصورت مین یہ فرق فیمابین حضرت سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور مردان امت مرحومہ معلوم ہوا ایسی ہی فرق دوام حیات حضرت سید کائنات علیہ وعلی الہ افضل الصلوات والتسلیمات وعدم دوام حیات مردان وزنان امت بہی معلوم ہوگیا یعنی جو وجہ موجب فرق تعداد ازواج تہی وہی وجہ موجب فرق دوام حیات وعدم دوام حیات ہے کیونکہ دربارہ کمالات روحانی آپ علت او منشاء انتزاع اور مصدر ہونا جیسا اسبات کو مقتضی ہے کہ آپکو دربارہ نکاح عدد اربع مین محدود ومقید نکہین ایسی ہی آپکا علت او منشأ انتزاع اور مصدر ہونا اسبات کو مقتضی ہے آپکی حیات روحانی اور حیات جسمانی دونون قائم دائم رہین کبھی انفکاک وزوال کی نوبت نآئی اسصورتمین خطاب فانکحوا اور خطاب یوصیکم اللہ سے آپکو بطور مسطور سابق خارج رکہنا اوران احکام مین تفاوت معلوم کا ہونا ایک ہی وجہ پر مبنی اور متفرع ہین مگر چونکہ نکاح حاجات حیات اور میراث القا ممات مین سے ہے اسلئے اول کو اول رکہا اور دوم کو دوم ذکر کیا اس تقریر سے بطلان مقدمہ ثانی منجملہ مقدمات ثلثہ بہی بعد تنقیح میراث کے لئے اول اونکا ثابت ہونا ضروری تہا روشن ہوگیا یعنی یہ بات بخوبی معلوم ہوگئی کہ خطاب یوصیکم اللہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہین اور جب آپ اس خطاب مین داخل ہی نہین تو پہر شیعونکو طعن میراث کی کیا گنجایش ہے جو اہل سنت کو فکر جواب ہو مگر ہان مقدمہ ثالثہ ہنوز قابل تحقیق ہے اسلئے اسیقدر اور تکلیف تحریر کی حاجت ہے یعنی اب بات کی تنقیح ضرور ہے کہ مطلب متنازع فیہ یعنی فدک مملوک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تہا یا نتہا سو سنیے پوچہئے مگر گوش ہوش سے سنیئے اور پنبہ غفلت سے اور چرک تعصب سے گوش عقل کو اول پاک کرلیجئے بشہادت کتب فریقین قریہ فدک منجملہ فئی تہا منجملہ غنیمت نتہا اور بشہادت قرآنی زمین فئی منجملہ اموال غیر مملوکہ ہوتی ہے کسیکی ملک اوسکے ساتہہ متعلق نہین ہوسکتی سنیون کے لئے نووی شرح مسلم کی عبارت اور شیعونکے لئے کلینی کی روایت اوسکی ہونیکے لئے کافی ہی اول اہل سنت وجماعت کو شادکام کرتا ہون پہر شیعونکی آنکہین کہولی جائینگی علامہ نووی جلد ثانی شرح مسلم کی باب حکم الفئی مین یون ارشاد فرماتے ہین قال القاضی عیاض فی تفسیر صدقات النبی صلی اللہ علیہ وسلم المذکورۃ فی ہذہ الاحادیث قال صارت الیہ بثلثۃ حقوق احدہا ما وہب لہ صلی اللہ علیہ وسلم وذلک وصیت مخیریق الیہودی لہ عند اسلامہ یوم احد وکانت سبع

حوائطٌ فی بنی النضیر وما اعطاہ الانصار من ارضہم وہو مالا یبلغ الماء وکان ہذا ملکا لہ صلی اللہ علیہ وسلم الثانی

حقہ من الفیٔ من ارض بنی النضیر حین اجلاہم کانت لہ خاصۃ لانہا لم یوجف علیہا المسلمون بخیل ولا رکاب و

اما منقولات اموال بنی النضیر فحملوا منہا حملۃ الابل غیر السلاح کما صالحہم ثم قسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم الباقی

بین المسلمین وکانت الارض بنفسہ یخرجہا فی نوائب المسلمین وکذلک نصف ارض فدک صالح اہلہا بعد فتح

خیبر علی نصف ارضہا وکان خالصا لہ صلی اللہ علیہ وسلم وکذلک ثلث ارض وادی القری اخذہ فی الصلح حین

صالح اہلہا الیہود وکذلک حصنان من حصون خیبر الوطیح والسلالم اخذہما صلحا الثالث سہمہ من خمس خیبر وما

افتتح فیہا عنوۃ انتہی مقام الحاجۃ۔ اس عبارت سے صاف روشن ہے کہ مال متنازع فیہ یعنی زمین فدک منجملہ

اموال واراضی فیٔ تہی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خریدی ہوئی یا کسیکی ہبہ کی ہوئی نہ تہی اور

ہماری غرض اسوقت اتنی ہے کہ زمین فدک منجملہ اراضی فیٔ ہی مگر چونکہ اسبات کا ثابت کرنا کہ فدک منجملہ فیٔ

تہی اس غرض سے تہا کہ فدک کو مملوک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہین کہہ سکتے جو میراث کا احتمال ہو یا ہبہ

کا کسیکو خیال ہو چنانچہ انشاء اللہ عنقریب ہی یہ عقدہ حل ہوا جاہتا ہے تو نسبۃ حقوق خمس بہی اب کسیکو

خیال ملک کی گنجایش نہ ہوگی کیونکہ مصارف خمس فیٔ ایک ہی ہین ادہر انداز بیان ایک ہی فیٔ مین اگر تین لام تہے

تو یہان بہی وہی تین لام ہین آیۃ موجود ہے دیکہہ لیجئے واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی

القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل غرض وہ دلائل جن سے فیٔ کا غیر مملوک ہونا ثابت ہوگا وہین دلائل

سے خمس کا غیر مملوک ہونا نکلتا ہے ہان نسبۃ اموال موہوبہ البتہ یہ خیال بجا ہے لیکن اول تو بعد ثبوت حیات

جسمانی حضرت رسول الثقلین وظہور خصوص خطاب یوصیکم اللہ نسبۃ امۃ مرحومہ مملوکیۃ اموال موہوبہ وغیرہ

شیعونکو کچہہ مفید نہین بایں ہمہ ہم سے ظاہر ہین اگر ایسی ہی ملک محل میراث سمجہین تو سمجہین پر حضرات انبیا

علیہم السلام خصوصا سردار انبیا صلی اللہ علیہ وسلم ایسی ملک کو اولاد یا بالذات اپنی ملک نہین سمجہہ سکتے ورنہ

انکی وہ حقیقت شناسی بیکار کسدن کے لئے ہوگی اول تو یہ بات کہ ملک خداوندی اور ملک عباد مین وہ

نسبت ہے جو ملک مالک اصل اور قبضہ مستعیر مین ہوتی ہے دیکہنے والونکو ان اوراق سے عیان

ہوجائیگی اور ظاہر ہے کہ یہ بات انبیا بالخصوص سردار انبیا صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم

وعلی آلہ اجمعین ایسی طرح واضح تہی جیسے آفتاب نیمروز پہر وہ کسطرح اموال

مقبوضہ کو اپنا مال سمجھیں جمع حقوق ورثہ کے اوسمین گنجایش نظر آئی یہ بات اپنے مال مین ہوتی ہے مال مستعار مین نہیں ہوتی ہان امتیو نکی نظر ایسی تیز نہین ہوتی جو ایسے حقایق دقیقہ کو سمجھین وہ اسبات مین مثل اطفال خورد سال ہوتے ہین کہ کسی بڑی بیگانی کی چیز بھی ہاتھ آجاتی ہے تو آپ سے دینا کجا مالک چیز بھی اگر لینا چاہئے تو وہ گریہ زاری کرین جس سے مالک ہی کو چشم پوشی اور ترک طلب کرنی پڑے بالجملہ بوجہ کوتہ نظری امتہ خداوند کریم چشم پوشی فرماتے ہین اور میراث کے جاری ہونے سے منع نہین فرمائی ہان ابنیاء کو بوجہ کمال عقل ایسی ہٹون کی گنجایش نہین جو اونکے لواحق تک نوبت پہونچی علاوہ برین ہبہ فدک بھی یہودی بوجہ اعتقاد رسالت بنا اسکو تمیز یہ ہبہ حقیقۃ مین نذر خداوندی ہو اور وہی حاصل نکل آیا جو بنسبت اموال فے باشارہ کلمہ فللہ معروض ہو چکا ہے القصہ جیسے یہ اطفال خورد سال کو اونکی والدین کی وجہ سے اگر کچھ ہبہ کیا جاتا ہے تو اونکی والدین ہی کی ملک سمجھا جاتا ہے ایسے ہی ہبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ اعتقاد مذکور نذر خداوندی سمجھا جائیگا خیر یہ بات تو ہو چکی اب عبارۃ کلینی بھی دیکھئے جس سے فدک کا فی ہونا شیعونکو اپنی اعتقاد کی موافق بھی ظاہر ہو جائے تو دفع الزام شیعہ کے لئے اہل سنۃ کو اپنی ہی روایات کافی نہین اور قبل ثبوت غلطی روایات محدثان ومورخان اہل سنۃ پھر شیعونکو گنجایش دم زنی نہتی کلینی کی باب الفی والانفال وتفسیر الخمس وحدوده مین یہ روایت ہے علی بن عبد اللہ عن بعض اصحابنا اظنہ السیاری عن علی بن اسباط

قال لما ورد ابو الحسن موسی علی المہدی راہ یرد المظالم فقال یا امیر المومنین ما بال مظلمتنا لا ترد فقال

له وما ذاک یا ابا الحسن قال ان اللہ تبارک وتعالی لما فتح علی نبیہ فدک وما والا ہا لم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب فانزل اللہ علی نبیہ وآت ذا القربی حقہ فلم یدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ہم فراجع فی ذلک جبرئیل ربہ فاوحی اللہ الیہ ان ادفع فدک الی فاطمۃ فدعاہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہا فاطمۃ ان اللہ امرنی ان ادفع الیک فدک فقالت قد قبلت یا رسول اللہ من اللہ ومنک فلم یزل وکلاؤہا فیہا حیوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما ولی ابو بکر اخرج عنہا وکلاءہا فاتتہ فسالتہ ان یردہا علیہا فقال لہا ائتنی باسود او احمر یشہد لک بذلک فجاءت بامیر المومنین وام ایمن فشہدا لہا فکتب لہا بترک التعرض فخرجت والکتاب معہا فلقیہا عمر فقال لہا ما ہذا معک یا بنت محمد قالت کتاب کتبہ لی ابن ابی قحافۃ قال ارینیہ فابت فانتزعہ من یدہا ونظر فیہ ثم تفل

فیہ ومحاہ وخرقہ فقال لہا ہذا لم یوجف علیہ اہلہ بخیل ولا رکاب فقضی الجبال فی رقابنا فقال لہ المہدی یا ابا الحسن حدہا لی فقال
حد منہا جبل احد وحد منہا عریش مصر وحد منہا سیف البحر وحد منہا دومۃ الجندل فقال الکل ہذا قال نعم یا امیر المومنین ہذا کلہ مما لم یوجف علی اہلہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخیل ولا رکاب فقال کثیر وانظر فیہ انتہی من روایت لی سرویا اگرچہ بطور مشتی نمونہ خروارے حسن وخوبی دیگر
روایات شیعہ عیان ہے اہل بیت کا قدم وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک ایسا نہین جو کوئی نہ جانتا
ہو پہرا وسپر یہ دعوی بحدود مذکورہ کرنا عمدہ سلطنت کا اسوقت تک اقرار کرنا ہی مگر ہمکو شیعونکی تغلیط
سے اسوقت کچہہ ہاتہہ نہین آتا جو یون کہئے کہا فدک کہا کجا یہ حدود کجا اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
کجا یہ ثروۃ اسوقت انکی ہم تصدیق کرتے ہین اور کہتے ہین کہ لاریب فدک منجملہ فی اور از قسم مما لم یوجف
علیہ بخیل ہے لیکن جب قریہ فدک کا منجملہ اموال فے ہو الشہادہ کتب فریقین ثابت ہوگیا تو اب اثبات کا۔
اثبات باقی رہا کہ اراضی فی قابل تعلق ملک نہین البتہ مثل وقف اوسکی آمدنی قابل تعلق ملک ہے اسلئے
یہ گذارش ہے کہ خداوند کریم اپنی کلام صادق مین یہ ارشاد فرماتا ہے ما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما اوجفتم علیہ
من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء واللہ علی کل شیء قدیر وما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القری
فللہ وللرسول ولذی القربی والیتامے والمساکین وابن السبیل کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم وما اتاکم
الرسول فخذوہ وما نہکم عنہ فانتہوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب۔ للفقراء المہاجرین الذین اخرجوا من دیارہم
واموالہم یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ ورسولہ اولئک ہم الصادقون۔ والذین تبوؤا الدار
والایمان من قبلہم یحبون من ہاجر الیہم ولا یجدون فی صدورہم حاجۃ مما اوتوا ویوثرون علی انفسہم ولو کان بہم
خصاصۃ ومن یوق شح نفسہ فاولئک ہم المفلحون۔ والذین جاؤا من بعدہم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین
سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف الرحیم جو لوگ کہ سیاق وسباق آیات مسطورہ
سے واقف ہین وہ خوب جانتے ہین کہ ما افاء اللہ سے مراد اراضی ہین اموال منقولہ نہین کیونکہ ما ایک کلمہ مبہم
ہے غیر ذوی العقول ہین عام سے عام اور خاص سے خاص پر بول سکتی ہین اگرچہ باعتبار مفہوم کلمہ ما مع صلہ
اوس خاص کو کلی ہی کہین مگر جیسے انحصار فی فرد واحد کلیۃ مفہوم کے مخالف نہین ایسی ہی خصوص
مصداق کلمہ اسکے مفہوم کے عموم کے مخالف نہین بہرحال یہہ کلمہ بذات خود مبہم
ہے اسلئے صلہ کی ضرورت ہوتی ہے پہر اگر صلہ سے بہی بوجہ تام رفع ابہام ہو سکے

اور نہین ہوا کرتا تو تعین تام کے لئے اور قرائن کی ضرورت ہوگی اگر کوئی کسیکو روپیہ دیکر ما اعطیتک
فانفقہ علیٰ عیالک مثلاً کہی تو صلہ مذکور سے یہہ معلوم نہوگا کہ روپیہ دیا یا کچہ اور ہان قرائن خارجیہ سے البتہ
یہ بات معلوم ہوگی سو یہان بہی صلہ افاء سے تعیین حقیقۃ و ماہیۃ معلوم نہین ہوتی البتہ آیۃ ہو الذی اخرج

الذین کفروا من اہل الکتاب من دیارہم اور آیۃ یخربون بیوتہم اور آیۃ لولا ان کتب اللہ علیہم الجلاء
اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ اراضی مراد ہین اموال منقولہ مراد نہین اسکے بعد یہہ عرض ہے کہ آیۃ
اولی مین جو یہ ارشاد ہے ما اوجفتم علیہ من خیل الخ اہل فہم کو اس سے اتنا معلوم ہوگیا ہوگا کہ
مہاجرین و انصار وغیرہ کا اسمین کچہہ حق نہین یعنی جیسے لشکرکشی کی صورت مین بزور لشکر کچہہ
زمین مال وغیرہ ہاتہہ آتا ہے اور اسوجہ سے غانمین اور غازیون کا اوسمین استحقاق ثابت ہوجاتا ہے
ایسی طرح اموال فی کو نہ سمجھنا چاہئے القصہ علۃ ملک یعنی قبضہ اگر بزور بازوی لشکر حاصل ہو تو لشکر
مال مقبوض مین شریک ہوگا اور اگر لشکر کو نوبت جد و جہد نہین آئی بلکہ فقط فضل خداوند قدیر کفیل
قبض ہوگیا ہے تو پہر ملک خدا ہی رہیگا کسی اور کی ملک نہ سمجہا جائیگا اور اسوجہ سے اونہین لوگونکو اوسکی
آمدنی کا دینا ضرور ہوگا جو خدا کے نام پر بیٹہے ہین اور اوسکے نام لگی ہوئی ہین چنانچہ آیۃ ثانیہ مین
جو مصارف اموال فی کی تفصیل بیان فرمائی تو بعینہ یہ بات اوس سے نکلتی ہے فرماتے ہین ما

افاء اللہ علیٰ رسولہ من اہل القری فللہ وللرسول ولذی القربیٰ الخ چونکہ خداوند کریم کہانے پینے
کا محتاج نہین اور کوئی خاص مصرف مصارف خیر مین سے ایسا نہین کہ اوسیکو خدا کا مصرف کہہ
سکین اور سوا اوسکے اور مصارف خیر کو نہ کہہ سکین اسلئے کلمہ فللہ فقط اسی جانب مشیر ہوگا کہ اموال
فی ملک خاص خداوندی ہے یعنی باعتبار ظاہر جیسے اور اموال کو جو بیع شراء وغیرہ اسباب ملک سے حاصل
ہون باوجود مملوکیۃ خداوندی اورون کا مملوک بہی کہتے ہین اسطرح اموال فی مین سوا خداوند مالک الملک
اور کسیکی طرف انتساب درست نہین ہان اگر خداوند پاک نعوذ باللہ منہ خورد و نوش کا محتاج ہوتا یا مصارف خیر مین
یہ تفریق ہوتی کہ یہ خدا کا مصرف ہے اور یہ نہین تو البتہ بہر مثل اصناف باقیہ خداوند کریم بہی حصہ ششم
کا شریک ہوتا مگر جیسے خدا ے پاک کا خورد و نوش سے پاک ہونا ظاہر و باہر ہے ایسی ہی عدم تخصیص
ہے کسی مصرف کے لئے سبکے نزدیک مسلم اگر نیۃ اچہی ہے تو جیسے مسجد کا بنانا مثلاً خدا کا کام ہے ایسی ہی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ اصناف باقیہ کو ہی بشرط نیتہ خیر کہلانا پلانا خدا ہی کا کام ہے اسصورت مین مفاد کلمہ فللہ بجز اسکے اور کچہہ نہین ہوسکتا کہ خانہ مالکیت مین باعتبار ظاہر ہی خدا ہی کا نام لکہا جائے اسکے بعد فرماتے ہین فللرسول ولذی القربی الخ غرض بعد لام فللہ دو لام اور موجود ہین جنسے اہل فہم کو بعد مرتبہ مالکیۃ دو اور مرتبونکی خبر ملی جسمین سے مرتبہ استحقاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرتبہ استحقاق خداوندی سے کم اور مرتبہ استحقاق۔ ذوی القربیٰ وغیرہم سے زیادہ ہونا چاہئے سوایسا مرتبہ جو متوسط بین المرتبتین اور بمقتضاء توسط ذوجہتین ہووہ تو مرتبہ تولیۃ مع مصرفیۃ ہے کیونکہ بلحاظ تولیۃ تو مرتبہ فوقانی یعنی مرتبہ مالکیۃ سے جو مشابہ ہے خداوند مالک الملک ہی کے ساتہہ مخصوص ہے اور بلحاظ مصرفیۃ مرتبہ استحقاق احتیاج کے ساتہہ مشابہ ہے۔ جو ذوی القربی وغیرہم کے ساتہہ مشابہ ہے اور یہہ مرتبہ متوسط شان رسالت کو مناسب ہی ہے اسلئے کہ کلمہ رسول ایک تو معنی خلافۃ و نیابۃ خداوندی پر دلالت کرتا ہے جسکے لئے تولیۃ کا ہونا بجاء خود ہے اسکے لئے شاہد کی ضرورت ہے تو سنئے کہ مسجد خدا کی لئے مخصوص ہے باایہنمہ بوجہ خلافۃ حضرت آدم علیہ السلام مسجود بنگئے اگرچہ اونکا مسجود ہونا ایسا تہا جیسا آپ خانہ کعبہ مسجود ہے یعنی جیسا کسی نے کہا ہے مصرع۔ قبلہ کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہین۔ حضرت آدم مثل دیوار کعبہ مکرمہ قبلہ وجہتہ توجہ الی اللہ ہین بالذات خود مسجود نہین غرض جیسے حضرت آدم علیہ السلام قائم مقام اور خلیفہ علیہم وعلام ہوے اور اسوجہ سے آداب عبودیتہ باعتبار ظاہر انکے لئے ایسی طرح تجویز کی گئی جیسے قایم مقام حاکم بالادست کے لئے آداب مسند بالادست تجویز کئے جاتے ہین اگرچہ قایم مقام حال کسی عہدہ ماتحت سے برای چندی اوس عہدی پر آیا ہو ایسی ہی قائم مقام خدائی مالک الملک کے لئے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مرتبہ تولیۃ اموال خاص مملوکہ خداوندی جو خلافۃ مالکیۃ ہے مقرر ہوا اور آداب مرتبہ مالکیۃ یعنی مضمون جملہ ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا جس سے آپ ہر طرح سے مختار ہونا اور باختیار خود تصرف کرنا اوراورون کا آپ کے سامنے دست +

دست نگر ہونا ثابت ہوتا ہی آپ کی ثنی تجویز کیا گیا اور ظاہر ہی کہ آداب مالکیۃ ہی دست نگری اور چون وچرا
کا اُسکی سامنی نکرنا ہی باقی یہہ فرق کہ یہان قایم مقامی بلحاظ مالکیۃ ہی اسکی لئی ہی قرینہ بہت ہی کہ
اموال کی نسبتہ فللہ فرمایا ہی اگرچہ آپکا قایم مقام ہونا بلحاظ دصفات ہی اور مواقع قرانی مین صریحے
چنانچہ جملہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اس نیابتہ وخلافتہ خاصکر خلافتہ حکومتہ اور خلافتہ علم پر
دلالتہ کرتا ہی حکومتہ کی خلافتہ کا ہونا تو خود ہی ظاہر ہی ہان خلافتہ علم اس آیتہ سی شاید سمجھہ مین نہ آئی ہو اسلئی
یہہ عرض ہی کہ منشا حکومتہ وامر ونہی خود ہی علم مصالح اور مضار ماموربہ ہوتا ہی چنانچہ طبیب کی اطاعت
اسیوجہ سی سر دہرتی ہین اسلئی جو حاکم کہ مصالح ومضار رعیتہ سی واقف نہو اور اگر واقف ہو تو
علم مصالح ومضار کی موافق امر ونہی نفرمائی ہر کس وناکس اُسکو قابل عزل سمجہتا ہی اور بوجہ ظلم اُسکی
حکومتہ سی کوئی راضی نہین ہوتا ہان جیسی بیمار کو بخیال ضعف وناتوانی بوجہ اندیشہ مضرۃ وازدیاد مرض
اسکی پیرو اُستاد اور مان باپ وغیرہ مخدومان ذوی الاحترام اپنی تعظیم وتوقیر سی منع کردیتی ہین حالانکہ
ایام صحتہ مین کبہی منع نکیا تہا ایسے ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے اپنا روزگار اور اُمتہ مرحومہ کو بوجہ ضعف عقول اپنی اُس تعظیم سی جس کو سجدہ کہئی اور بروی انصاف
بوجہ خلافتہ تامہ حضرت آدم علیہ السلام سی زیادہ آپ اُسکی مستحق تہی منع فرمایا تاکہ یہہ تعظیم انجام کار موجب
شرک نہو جای جو امراض روحانی اور قلبی مین سب سی بڑا مرض ہی بااینہمہ اداب عہدہ اگر کسی وجہ سی
کسی زمانہ مین وہ نرہین جو اول مقرر تہی تو کچہہ حرج نہین خود عہدہ اور اُسکی کارگذاری چاہئی خاصکر جبکہ
عہدہ دار خلافتہ ونیابتہ وولی عہدی خود اداب مسند کو باین لحاظ موقوف کردی کہ کوی مجکو بادشاہ
نہ سمجہہ لی تو اس صورتمین یہ بات تو نظر بادشاہ مین موجب مزید فرزندولی عہد وخلیفہ ونائب ہوگی گو
ظاہر بینان کم فہم کیفیت ظاہرہ کو دیکہکر کچہہ اور سمجہہ بیٹہین الغرض اگر بعض اداب مسند خلافتہ مفقود
ہین تو کچہہ حرج نہین کار عہدہ خلافتہ موجود ہی انا بجملہ تولیتہ ہی کیونکہ مالکیتہ قبض وتصرف واختیار داد ودہش
ہوتا ہی تو تولیتہ مین یہ سب موجود ہی اسلئی باقتضاء مفہوم رسالتہ جیسے اقرار خلافتہ ضروری ہی ایسی ہی
تسلیم کار عہدہ خلافتہ اعنی تولیتہ بہی لازم ہی علاوہ برین بیعتہ خلافتہ جیسے بیعتہ اور نذر تخت نشینی بر مسند بلا تردد
نہین لیجاتی بلکہ ارکین سلطنتہ اور رؤساء بادشاہت سی لیجاتی ہی ایسی ہی سجدہ خلافتہ ملائکہ سی
لیا گیا جو ملازمان درگاہ والا خداوندی تہی اور اونسی نہ لیا گیا اگرچونکہ تاکید سجدہ مذکور بانوجہ زیادہ

زیادہ ہوئی کہ بشہادت جملہ نحن نسبح بحمدک ونقدس لک خود ملائکہ منصب خلافۃ کی امیدوار تھی اور اسوجہ
سے انکا سجدہ اور ونکو رفع اشتباہ کی لئی کافی ہوگیا تو اب اسکی ہی حاجۃ نرہی کہ اولاد بنی آدم کو
ملائکہ سجدہ کرین کیونکہ وجہ تکرار خیال فضیلت نوع ملک اور مفضولیۃ نوع بشر تہا جب وہ خیال ہی نرہا
تو اب کیا حاجۃ ہی نوع وہی کی وہی ہی باپ ہو یا بیٹا ہو اس صورت مین یہ تکرر سجدہ ایسا ہو گا
جیسا فرض کرین اس شخص سی جسکی فضیلت اور لیاقۃ سلطنۃ مین کسیکو تامل ہو بعد تسلیم ہر روز وہ
شخص بیعۃ کیا کری بالجملہ رسالۃ ونیابۃ کی لئی بعد حضرت آدم سجدہ کی حاجۃ نہین مگر جیسے رسالۃ کو خلافۃ
لازم ہی اور کیون نہو اگر بادشاہ کسی شخصکو سفیر احکام مقرر کری تو اس سفیر کی اطاعۃ بادشاہی کی
اطاعۃ ہوتی ہی اور اسیکو خلافۃ کہتی ہین ایسی ہی مفہوم رسالۃ اسبات کو مقتضے ہی کہ رسول اپنا کام تا اشتغال
کار رسالۃ نہین کر سکتا اور ظاہر ہی کہ مفہوم رسول ہر دم وہر آن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بولا
جاتا تہا باقی رہا سونا کہانا بینا وغیرہ اگرچہ لبظاہر کار رسالۃ سی کچہہ علاقۃ نرکہتا ہو مگر باین لحاظ کہ یہ نہون
تو پہر کار رسالت کا ادا ہونا بہی معلوم ان سب باتونکو رسالۃ کا موقوف علیہ اور محتاج الیہ کہنا ضرور ہے
اور کسب معیشۃ چونکہ مثل خواب وخورش ونوش لوازم بشریۃ مین سی نہین چنانچہ ہزارون کو بی کمائی
ملتا ہی اور اگر کمائی سی ملتا بہی ہی تو ہر کسیکو نئی ڈہنگ کی کمائی سی ملتا ہی اسلئی اسکو منجملہ مبادی
و مقدمات کارگذاری رسالۃ نہین کہہ سکتی اسلئی اسکا ترک کرنا ضرور پڑا اور موافق وعدہ صادقہ من کان للہ
کان اللہ لہ جسکی طرف آیۃ کریمہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ما ارید منہم من رزق وما ارید ان
یطعمون ان اللہ ہو الرزاق ذو القوۃ المتین بابلغ وجوہ مشیر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نان
ونفقہ خدا تعالی کی ذمہ ٹہرا اور کیون نہو یہ قاعدہ مقررہ ہی کہ جو کسیکی کام مین محبوس رہتا ہی اسکا نان نفقہ
اسیکے ذمہ ہوتا ہے بی بی کا نان ونفقہ خاوند کی ذمہ اور غلام کا نان ونفقہ مولی کی ذمہ اسیوجہ سی ہی
سو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی کام مین مصروف اور محبوس ہوئی تو آپ کا نان ونفقہ خدا کی
ذمہ کیون نہو اس تقریر سی جملہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اور جملہ ان اللہ ہو الرزاق
ذو القوۃ المتین مین باہم ارتباط معلوم ہوگیا ہوگا اور نیز یہ بات ہی اہل فہم سمجہہ گئی ہونگی کہ جیسی تولیۃ
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم رسالۃ کی اس اضافۃ کا پرتو ہے جو مرسل بصیغہ اسم فاعل یعنی خدا تعالی کی طرف
ہوتی ہی جیسی تفصیل مدینۃ خلافۃ مشار الیہ حاصل ہوئی ایسی ہی احتیاج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جسکی

باعث نان و نفقہ کی ضرورت ہوئی اُس اضافتہ کا پر تو ہی جو مرسل الیہ یعنی امتہ کی طرف ہونی چاہئی جسکی باعث
اشتغال مسطور لازم آیا بالجملہ بحکم توسط مرتبہ رسالتہ اموال خاص خداوندی کی بنسبتہ آپ متولی ہی رہی
اور مصرف بہی مقرر ہوی اور اسلئی باعتبار تلفظ بہی آپ کو بیچ ہی مین رکہا تاکہ اشعار شریعتہ مطابق اقتضاء
حقیقتہ رہی اُسکی بعد ذوی القربی کو بیان کیا کیونکہ مصرفیتہ ذوی القربی یعنی اقرباء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
تابع مصرفیتہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے وجہ اسکی یہ ہی کہ ہر خاندان اور ہر خاندان مین کمانیوالا وہ ہوا کرتا ہی جو سب
مین لائق فائق ہو اور سوا اُس کے سب اس کو دست نگر ہوا کرتی ہین سو خاندان نبوۃ مین سب مین افضل حضرت
افضل المخلوقات ہی تہی جب اُنکو کار خداوندی مین فرصتہ کسب معیشتہ نملی تو یون کہو تمام خاندان والی
نان و نفقہ کی طرف سی سراسیمہ ہوئی اسلئی بعد آپکی اُنکا لحاظ کرنا پڑا اسکی بعد اصناف باقیہ مین مساکین اور
ابناء سبیل ایسی درماندہ نہین ہوا کرتی جیسی یتامی ہوا کرتی ہین کیونکہ مساکین کما تو سکتی ہین اور پہر
مساکین بہ نسبتہ ابناء سبیل زیادہ درماندہ ہوتی ہین آخر ابناء سبیل اپنی گہر سی تو خوش ہوتی ہین
ورنہ داخل زمرہ مساکین ہی سمجہی جاتی قسم علاحدہ نہ کیجاتی اسلئی بعد ذوی القربے بہ ترتیب معلوم اُنکو ذکر
فرمایا اور کیف ما اتفق بیان نکیا بالجملہ اقرباء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ساری ہی اُمتہ کی اقربا ہین چنانچہ
تحقیق مسطور بالا جو دربارہ ابوتہ یعنی اقربیتہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم گذر چکی جسمین حضرت سرور عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ نسبتہ امتہ مرحومہ اقرب ہونا اور والد روحانی ہونا ثابت ہو چکا ہی اس
مضمون کی موید ہے اور شاید اسلئی ذوی القربی النبی صلی اللہ علیہ وسلم باضافتہ نہ فرمایا بلکہ
ذوی القربی فرمایا تاکہ اطلاق لفظ عموم قرابتہ پر دلالتہ کری اور سنیتہ اصناف باقیہ وجہ ترجیح اور علتہ
تقدیم ہاتہہ آئی علاوہ برین کار رسالتہ ایسا آسان نہین کہ معین اور مددگار کی حاجتہ نہو ہزار و نسی
مخالفتہ اور ہزارون سی مقابلہ اور ایسی اڑہی وقتون مین اقربا ساتہہ دیا ہی کرتی ہین اور اسوجہ سے
انہین سی کسیکو اپنی کہانیکی کمانیکی فرصتہ میسر نہین آیا کرتی اسلئی اُسکی نان و نفقہ کو بہی ایسا ہی سمجہو
جیسا نان و نفقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شاید یہی وجہ ہوئی کہ اُنہین اقرباء کو آپ ذوی
اس قسم کی اموال مین سی دیا ہی جنسی معونتہ و مددگاری ظہور مین آئی چنانچہ ناظران احادیث پر
پوشیدہ نہوگا لیکن جیسی آیتہ اولی یعنی ما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب
ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء واللہ علی کل شی قدیر سے [illegible]

فی بعد احراز و قبض بہی خدا ہی کی ملک خاص مین ہین اور بوجہ عدم اسباب مالکیۃ بشری اورونکو اُس سے
کچہہ تعلق نہین آیۃ ثانیہ سے اول تو یہ بات روشن ہو گئی کہ وہ اموال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی شی ملک نہین ورنہ ذوی القربی اور یتامیٰ اور مساکین اور ابناء سبیل کو اُس سی کیا علاقہ تہا غرض
کلمہ لکن اللہ یسلط رسلہ سی کوئی یون نہ سمجہی کہ اگر اہل لشکر کو اُس سی کچہہ علاقہ نہین تو کیا ہوا تسلط
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تو موجود ہی اور تسلط و قبض ہی موجب و علۃ حقیقی ملک ہی چنانچہ حدوث ملک
اول نباتات خودرو اور حیوانات غیر پرورده ہین اگر ہوتا ہی تو اسی قبض سی ہوتا ہی اور بعد ازان
بیع و شرا و اجارہ ہبہ میراث وصیۃ سی اگر ملک حاصل ہوتی ہی تو بوجہ حصول قبض حاصل ہوتی ہی غرض
اگر قبض متبدل ہو جاتا ہی تو ملک بہی متبدل ہو جاتی ہے ان اسباب کو اسباب مستقلہ ملک نہین کہہ سکتی ہان یہ کہئی
کہ اپنا قبضہ ہو یا وکیل عام یعنی خلیفہ و بادشاہ عادل کا قبضہ ہو یہ کچہہ ضرور نہین کہ اپنا ہی قبضہ ہو تو
ملک ہو نہین تو نہین ہان اگر خلیفہ وقت کا بہی قبضہ اوٹہہ جائی اور کفار متسلط ہو جائین تو پہر ملک کی باقی
رہنی کی کوئی صورت نہین مگر تسلط نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اموال فی پر بشہادۃ آیۃ فی بہی ثابت ہی
اسلئی آپکی ملک کا اقرار بہی لازم ہی غرض اس تسلط سی یہ دہوکا نکہانا چاہئی کہ اموال مملوکہ نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم تہی کیونکہ بشہادۃ جملہ ولکن اللہ یسلط رسلہ یہہ تسلط اپنی طرف سی نتہا بلکہ تسلط
وکالۃ و رسالۃ تہا اور حاصل جواب اس صورت مین یہہ ہوا کہ تسلط کو یہ لازم نہین کہ تسلط ذاتی ہو اگر تسلط
من جانب الغیر ہوگا جب بہی اُسکا نام تسلط ہی ہوگا اس صورت مین مفہوم تسلط تسلط ذاتی اور تسلط
وکالۃ دونون سی عام ہوا با اینہمہ آیۃ ثانیہ بہی تسلط وکالۃ ہی پر دلالۃ کرتی ہی چنانچہ یہہ معروض مذکور
ہوا ہی لکہکر فارغ ہوا ہون اسپر شاہد اور نیز مضامین آیندہ اُسکی تائید کرتی ہین پہر اس تسلط کو موجب
ملک سمجہہ لینا کمال خوش فہمی پر دلالۃ کرتا ہی القصہ اول تو جملہ لکن اللہ یسلط رسلہ ہی اس وہم کا جواب
ہی دوسری آیۃ ثانیہ سی بہی معلوم ہوا کہ وہم مالکیۃ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جو جملہ لکن اللہ یسلط
رسلہ سے ہوتا تہا محض بیجا ہی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالک ہون تو پہر نہ فللہ کی کوئی
معنی ہین اور مصارف باقیہ کی ذکر کرنی کی کوئی وجہ بلکہ یہہ دونون کلمہ باعتبار معنی مفہوم غلط ہو جائینگی
معہذا آیۃ ثانیہ سی یہ بات بہی واضح ہو گئی کہ مصارف مذکورہ کو استحقاق دعوی ملکیۃ نہین ہو سکتا
وجہہ اسکی یہہ ہی کہ استحقاق کی دو قسمین ہین ایک استحقاق مالکیۃ دوسرا استحقاق مصرفیۃ

استحقاق مالکیتہ مین تو قبض یا مقتضیات قبض مثل بیع و شرا وغیرہ اسباب مذکورہ کا ہونا ضرور ہی اور اسیوجہ سی
جہان قبض یا مقتضیات قبض میسر آجاتی ہین وہان مستحق کو داد و فریاد کی گنجایش ہوتی ہی اور استحقاق مصرفیہ مین
ناداری اور افلاس کافی ہی خواہ وہ افلاس بوجہ عدم لیاقتہ ہو جیسی یتامی مین ہوتا ہی یا بوجہ عدم مساعدۃ اسباب
جیسی مساکین و ابناء سبیل مین ہی یا بوجہ اشتغال بکار دیگر جیسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت
عرض خدمت کر چکا ہون اور نیز آپ کی اقربا کی نسبت معلوم ہو چکا ہی بہرحال مصارف مندرجہ آیتہ ما افاء اللہ کا
استحقاق از قسم استحقاق مصرفیہ ہی از قسم استحقاق مالکیتہ نہین اور اس باب مین مصارف مندرجہ آیتہ فی اور
مصارف مندرجہ آیتہ صدقات اعنی انما الصدقات للفقراء اور مصارف مندرجہ آیتہ خمس یعنی واعلموا انما غنمتم
من شئی فان اللہ خمسہ الخ سب کے سب باہم ہمدوش یکدیگر ہین بالجملہ مصارف مندرجہ آیتہ صدقات کا استحقاق
بالاتفاق از قسم استحقاق مصرفیہ ہی از قسم استحقاق مالکیتہ نہین اور اسوجہ سی فقراء وغیرہ مصارف صدقات کو
تو اغنیاء کی نالش کا اختیار نہین اور اغنیاء کو کسی ایک فقیر کی دیدینی کا اختیار اسلئی ایک کا دیدینا ہی موجب
سقوط فرض ہو جاتا ہی ورنہ جہان کی تمام فقراء و مساکین کو ڈہونڈ ڈہونڈ کر دینا بایں وجہ کہ حد بشری سی خارج
ہی کسی سی ممکن نتہا اور اسقدر تکلیف دیجاتی تو پہر کسی صاحب زکوۃ کی نجات کی کوئی صورت نتہی مگر ایسی ہی
مصارف مندرجہ آیتہ فی کو بہی نالش و فریاد وغیرہ لوازم استحقاق و مالکیتہ کی گنجایش نہین اور متولی کو عطاء
مال فی مین صنف واحد کی تخصیص کا اختیار کیونکہ بدلالتہ مفہومات عنوانات مصارف مندرجہ آیتہ فی
انکا استحقاق اگر ہی تو از قسم استحقاق مصرفیہ ہی از قسم استحقاق مالکیتہ نہین ہو سکتا چنانچہ بوجہ احسن
معروض ہو چکا اور اسکی تشریح کی گئی یہہ اور معروض ہی کہ اگر بالفرض لام للرسول اختیار تولیتہ و مصرفیتہ پر
دلالتہ نکری بلکہ لام ملک ہو اور مالکیتہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کری تو اس صورت مین بالضرور
لام لذی القربی بہی لام ملک ہوگا اور مالکیتہ ذوی القربی اور نیز بحکم عطف مالکیتہ اصناف باقیہ پر دلالتہ کریگا
اس صورت مین اول تو جناب سید المعصومین خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض لازم آئیگا کہ ایک
جہان کا حق مدۃ العمر و بائی رکہا تقسیم کرنی کی اصل زمین کا دینا تو درکنار آمدنی مین بہی یا دنکیا آخر کون کہدیگا
کہ اموال فدک اور بنی النضیر کو ایسی طرح تقسیم کیا کہ کوئی مسکین اور یتیم اور ابن سبیل اور اقرباء نبوی صلی اللہ
علیہ وسلم مین سی کوئی باقی نرہا ہو دوسری اس صورت مین اموال و اراضی فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور اصناف باقیہ مین مشترک ہونگی اور مال مشترک مین ضرور ہی کہ سہام بقدر افراد اصناف شرکاء ہون

اگر فرض کرو کسی مورث کی مال مین موافق مذہب اہل سنت کچھہ ذوی الفروض اور کچھہ عصبات شریک ہون
یا موافق مذہب فریقین یون کہئی کہ اولاد پسری اور دختری شریک ہون مثلاً تو اس صورت مین سہام
بلحاظ حصص و افراد شرکاء مقرر ہونگی فقط لحاظ عدد اصناف نکیا جائیگا القصہ تعداد سہام مین افراد اصناف
مندرجہ آیتہ مذکورہ پر نظر ہونی چاہئی مگر ذوی القربی اور یتامی اور مساکین اور ابناء سبیل کی لئی کوئی عدد مقرر
نہین اسلئی سہام مشترکہ کا کچھہ تعین نہین ہوسکتا اور افراد ملک اصناف باقیہ کی کوئی صورت نہین جو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی مالکیتہ اور ملک اموال فی مین ثابت ہو اس سی بڑہکر اوپہی للفقراء والمہاجرین لذی
القربی سی بدل واقع ہوا ہی اور اسپر بطور عطف یہہ ارشاد ہی والذین تبوء والدار والایمان من قبلہم
اور نیز بطور عطف ہی پہر یہہ ارشاد ہی والذین جاؤا من بعدہم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین
سبقونا بالایمان الخ اسلئی تابعین سی لیکر قیام قیامتہ تک جسقدر مسلمان پیدا ہون اور صحابہ کے دعاگو ہون
اُن سبکو اموال فی مین شریک ملک کہنا پڑیگا مگر سب جانتی ہین کہ اموال مملوکہ کی لئی مالکون کا بالفعل موجود
ہونا ضرور ہی جو لوگ کہ ابہی ساحتہ وجود مین قدم رکہتی ہی نہین پائی وہ کیونکر مالک اموال مملوکہ بالفعل
ہوسکین ایسی بات کوئی نادان ہی نہین کہہ سکتا تسپر شیعہ بوجہ تکرار کرتی ہین اگر بالفرض اصناف مذکورہ
مالک اموال و اراضی فی ہوتی ہی تو شیعونکو کیا ملجاتا کلام اللہ مین تو پہلی ہی اُنکی محروم کرنیکو لئی یہ قید
لگا دی ہی یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا الخ سو اُنکی دعاگوئی نسبتہ صحابہ کرام
سبہی کو معلوم ہی مگر شاید اسی جلن مین طعن فدک مین یہ بیہودہ سرائی ہی علاوہ برین جملہ کی لایکون
دولتہ بین الاغنیاء منکم بہی اسی بات پر شاہد ہی کہ اموال فی اصناف مندرجہ آیتہ کی مملوک نہین بلکہ اگر یون
کہئی کہ یہ جملہ اس بات پر دلالتہ کرتا ہی کہ اراضی مذکورہ اصناف مسطورہ بالفعل تو کیا مملوک ہوتی
آیندہ بہی مملوک نہین ہوسکتی تو بجا ہی اسلئے کہ درصورت تملیک اغنیاء مین متداول ہوجانا قریب لوقوع
ہے اسلئی کہ فقیر دنکی اولاد کبہی غنی ہوجاتی ہے سو اگر فقراء کو مالک کہئی تو انکی اولاد کا انکی انتقال
کی بعد اُن اموال کا مالک ہوجانا بوجہ میراث لازم ہی اور تداول مذکور کا وقوع مین آنا ضرور
اور ظاہر ہی کہ یہہ بات عموم الفاظ کی مخالف ہی اگرچہ بظاہر غرض اس جملہ سی فقط اتنی معلوم ہوتی
ہے کہ خلیفہ وقت مثل سرداران زمانہ جاہلیت اس قسم کی اموال کو اپنا حق خاص نہ سمجہہ لین
[illegible] کا بالفعل غیر مملوک ہونا بلکہ بعض سی تو آیندہ کو بہی غیر مملوک

ہونا ظاہر ہو چکا اب لازم یون ہے کہ فرق اموال منقولہ و غیر منقولہ ظاہر کیا جاے تاکہ بعض شبہات محتملہ کسی کم فہم کو حیران نکرین اسلئے یہہ معروض ہے کہ لام لذی القربی اور نیز لام للرسول بلحاظ جہتہ ثانیہ یعنی جہتہ مصرفیہ لام انتفاع ہے لام ملک نہین چنانچہ خود مضمون مصرفیہ اسکے لئے شاہد ہے اور وجوہ مذکورہ بالا انکی مالک نہونی پر دلالت کرتے ہین مگر اموال منقولہ سے انتفاع اگر متصور ہے تو جبھی متصور ہے جبکہ اپنی ہاتہہ مین آجائین روٹی کا کہانا اور کپڑیکا پہننا اور ہتہیارون سے مدافعتہ دشمن قبل قبض ممکن نہین پہر جب اسبات کا لحاظ کیاجاے کہ اموال فی بشہادہ فللہ مملوک خداوند مالک الملک ہین اور اہل مصرف کے نفع کے لئے مقرر پہر با اینہمہ قبض اہل مصرف متحقق ہو گیا تو اسصورت مین اموال فی اور ما فی الارض مین کیا فرق رہگیا وہ بہی بشہادۃ للہ ما فی السموات والارض اور بشہادہ و للہ ملک السموات والارض خدا ہی کی ملک تہی اور پہر بشہادہ خلق لکم ما فی الارض جمیعاً بنی آدم کی نفع کی لئے مخلوق اسلئے کہ لام لکم لام نفع و انتفاع ہے لام ملک نہین چنانچہ پیدا ہے وہان جیسی علتہ تامہ ملک عباد قبض تام و مستحکم تہا یہان بہی قبض تام و مستحکم موجب ملک ہوگا مگر قبض تام یہی ہے کہ پہلی کسیکا قبضہ نہو چکا ہو اور ہو چکا ہو تو معاوضہ قبض ہو چکا ہو جیسی بیع و شرا وغیرہ مین ہوا کرتا ہے ورنہ پہر وہ قبضہ یا تو قبضہ امانتہ ہوگا یا قبضہ غصب سو قبضہ امانتہ تو قبضہ مالک ہی کا پرتو ہے قبضہ تام اگر کہئے تو اُسکی قبضہ کو کہئے کیونکہ مالک کو امین کی قبضہ کی اوٹہا دینے کا اختیار ہے امین کو قبضہ مالک کی اوٹہا دینے کا اختیار نہین اور قبضہ غاصب گو قبضہ مالک کا پرتو نہین پر قابض ولایتہ یعنی خلیفہ وقت کی قبضہ مین ہوتا ہے اور خلیفہ وقت حمایت مالک کی لئے مقرر ہوتا ہے حالی غاصب سے نہین ہوتا اسلئے قبضہ غصب بہی قبضہ تام اور قبضہ مستحکم نہین مگر قبضہ اہل مصرف اموال فی پر چونکہ ایسا ہی جیسا قبضہ بنی آدم ما فی الارض پر کیونکہ نہ قبضہ امانتہ ہے نہ قبضہ غصب تو بالضرور یہہ قبضہ موجب ملک ہوگا اور کیون نہو حیوانات صحرائی اور نباتات خودرو یدہ اگر ملک مین آتی ہین تو بوسیلہ قبض ملک مین آتی ہین اور ملک سے نکلتی ہین تو بذریعہ زوال قبض ملک سے نکلتی ہین ہان زمین سے انتفاع اہل مصرف قبل قبض اور بعد قبض دونون طرح متصور ہے اگر زمین فی قبضہ متولی مین رہی اور اسکی آمدنی کو متولی اہل مصرف مین تقسیم کرتا رہی تب بہی غرض اصلی حاصل ہے اور خود اہل مصرف کی تصرف مین رہے اور وہ بطور خود اُس کا انتظام کرکے اسکی آمدنی کو اپنی صرف مین لاوین تب بہی متصور ہے بہر حال قبضہ اہل مصرف ضروریات انتفاع مین سے نہین جو خواہ مخواہ اسکی ضرورت ہو اور جب قبضہ ضروریات انتفاع مین سے نہوا تو

باشارہ لام اور انتفاع اسکی خواستگاری نہین ہوسکتی بغرض تولیت یا تخفیف تصدیع متولی ہو تو ہو
اور ظاہر ہی کہ لام للرسول جو بوجہ توسط تولیت پر دلالت کرتا ہی تو بحیثیت تولیت نیابت و امانت مالک حقیقی
پر دلالت کرتا ہی ملک پر دلالت نہین کرتا مگر آپ جیسی متولی تہی ایسی ہی مصرف بہی تہی چنانچہ توسط ذوی
اسپر بہی شاہد ہی اصلی زمین فی اگر اہل مصرف کی قبضہ مین بہی آجائیگی تو قبضہ امانت یا تولیت ہوگا قبضہ انتفاع
و ملک نہوگا ہان یہ بات مسلم کہ زمین فی کی آمدنی یا غلہ کو متولی چاہئی جمیع اصناف مصارف بلکہ جملہ افراد
جملہ اصناف کو اگر بن پڑی تو بانٹ دیا کری چاہی ایک صنف کو یا ایک فرد کو دیدیا کری بشرطیکہ قدر عطا مقتضی
کی مایحتاج سی بادی النظر مین زاید نہ معلوم ہو کیونکہ استحقاق مصرفیت ہین اگر دو شخص برابر بہی ہون
تو یہہ ضرور نہین کہ عطا بہی متساوی رہا کرین ورنہ ایسی طرحکا انصاف اس قسم کی مستحقونمین حد بشری
سے خارج ہی آیۃ صدقات یعنی انما الصدقات للفقراء والمساکین الخ اور آیۃ خمس یعنی واعلموا انما غنمتم من
شئ فان للہ خمسہ وللرسول الخ اور آیۃ فی یعنی یہی ما افاء اللہ علی رسولہ اہل القریٰ فللہ وللرسول الخ
کی مصارف کو دیکہی تو شرق و غرب و جنوب و شمال مین پہیلی ہوئی ہین متولی کس کس کو ڈہونڈتا پہرا کری
خاصکر جبکہ مال مقسوم قدر قلیل ہو اسلئی اموال زکوٰۃ اور خمس اور فی کا ہر ہر فرد کو دینا کیسکے نزدیک ضرور
نہین اس صورت مین قبضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم قریہ فدک پر یا قبضہ مرتضوی رضی اللہ عنہ جو ایام خلافت
خلیفہ ثانی مین حاصل تہا موجب ملک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یا موجب ملک مرتضوی رضی اللہ عنہ نہین
ہوسکتا علی ہذا القیاس بعض قری فی کا خرچ خانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی لئی خاص ہونا عاقل کی نزدیک
دلیل ملک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہین ہوسکتا علی ہذا القیاس حضرت عمرؓ کا بعض قری فی کی نسبت یہہ کہنا
کہ کانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ او کما قال اختصاص ملک پر دلالت نہین کرتا بلکہ اُس اختصاص
مصرفیت پر دلالت کرتا ہی اور بعض مواقع مین یہہ غرض ہی کہ حصہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اموال خمس و فی
مین حق مسند و سجادہ نہین جو آپ کی جانشین اور پہر آپ کی جانشینونکی جانشین ہمیشہ کو اُسکی مستحق رہین
اور نہ حق مالکیت ہی جو بفرض محال اگر موت جسمانی رسول اللہ علیہ وسلم کی لئی اُس قسم کی فرض کیجئی جیسے
ہمارے تمہاری لئی مقرر ہی تو وارثونکو امید حصہ کتنی فرائض ہو بلکہ حق منصب رسالت ہی اسلئی آپکی
کی ذات بابرکات علیہ وعلی آلہ الصلوٰت والتسلیمات کے ساتہہ خاص رہا وارثونکو بطور ملک دیا گیا
نہ خلفا کو اُس مین کچہہ دعوی ہوا اور اگر بالفرض اس مال مین سی بوجہ تعلق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

کسیکو کچھ ملتا ہی تو خلفا کو ملتا اقربا کو نہ ملتا کیونکہ اول تو ذوی القربیٰ کے لئے خداوند عادل نے پہلے ہی ایک سہم مقرر کردیا ہے دوسرے سہم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حق منصب رسالۃ و نبوۃ ہوا تو خلفا کار نبوۃ ہوں اونہیں کو ملنا چاہئے اور ظاہر ہے کہ کسی خلیفہ کا کام کیا کرتا ہے اور وہی کام کیا کرتا ہے جسمین وہ خلیفہ ہوتا ہے اس صورت مین اگر مستحق ہوتے تو خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین ہوتے اقربا نہوتے مگر انصاف اسے کہتے ہین کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے استحقاق کے ایسے نفی کردی کہ پھر کسی خلیفہ کو ہوس سہم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم باقی نرہے ورنہ خودکردگان زمانہ جاہلیۃ اور افسانہ خوانان دورہ فترہ آگے پیچھے اس قسم کی تاویلات شرعیہ سے اس سہم کو دبا بیٹھتے لیکن قدرشناسی ہی اسے ہی کہتے ہین کہ حضرات شیعہ نے نہ عقل کے مانی نہ نقل کی سنی اس انصاف پر سننے کے بدلے خلفاء راشدین کے حق مین گستاخیاں کرکے اپنی عاقبت خراب کی سوا اسکے آیۃ اولی یعنی آیۃ فما اوجفتم کو پڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد کہ ہذہ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ اور آیۃ ثانیہ یعنی فللہ وللرسول ولذی القربیٰ کو پڑھ کر یہ کہنا ہذہ لہولاء اس جانب مشیر ہے کہ تولیۃ بالذات جسے ملک متوسط کہئے اور بنزرخ مین الملک الحقیقی والملک المستعار فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ہے یعنی مالک حقیقی خداوند مالک الملک کو اختیار ہے جسے چاہے عطا کرے جسکو چاہے کچھ ندے بوجہ خلافۃ خداوندی یہ منصب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے چنانچہ آخر آیۃ مین یہ ارشاد وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا اسی مضمون کی تصریح اور اسی اجمال کی تفصیل ہے اور سر اسکا یہ ہے کہ افاضہ وجود و کمالات وجود مخلوقات کی جانب اگرچہ خزانہ خداوندی ہی سے ہوتا ہے مگر بشہادۃ آیۃ النبی اولی بالمومنین اور آیۃ خاتم النبیین چنانچہ تقریرات مرقومہ بالا سے واضح ہوچکا اور نیز بشہادۃ دیگر آیات و تائید تحقیقات ارباب مکاشفات وہ سب افاضہ بواسطہ حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ایسی طرح ہوتا ہے جیسے شب کو بواسطہ قمر افاضہ نور آفتاب ہوا کرتا ہے اسلئے تولیۃ حقیقی جسکا ماحصل وہی خلافۃ تقسیم ہے آپ ہی کو عطا ہوئی ہان بطور کارگذاران پیش دست آپکی بعد خلفاء راشدین احکام کو کرتے رہے سو جیسے سلاطین زمان اگر کسیکو کچھ دیتی ہین تو بواسطہ خدام و ملازمان سلطنت دلادیتی ہین اور پھر خدام و ملازمونکا دینا سلاطین ہی کا دینا سمجھا جاتا ہے ایسے ہی خلفاء راشدین کی داد و دہش اموال فی مین سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی داد و دہش سمجھو انکا دینا کوئی امر جداگانہ نہین جو آپکی تولیۃ مستقل ثابت کیجلا

عمر رضی کا یہہ کہنا کہ نذرہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ غلط ہوجای الحاصل زمین فی مین تین استحقاق
ایک دوسرے سے کم وزیادہ ہوتے ہین اول درجہ کا استحقاق جسکو استحقاق ملک و مالکانہ کہئی وہ خداوند
مالک الملک کی لئی ہی اور دوسرے درجہ کا استحقاق جسکو تولیۃ اور استحقاق تصرف و اختیار تقسیم کہئی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لئی ہی اور تیسری درجہ کا استحقاق جسکو استحقاق مصرفیۃ کہئی وہ اصناف باقی کی
لئی ہی مگر چونکہ قوی ضعیف کو متضمن و مشتمل ہوا کرتا ہی اسلئی جیسی استحقاق اول استحقاق ثانی کو متضمن
اور مشتمل ہی ایسی ہی استحقاق ثانی بوجہ قابلیۃ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جسکو احتیاج کہئی استحقاق ثالث
کو متضمن اور مشتمل ہوگا اگرچہ بوجہ توسط آپکا ذوجہتین ہونا ہی دونون استحقاقون کا بقدر قابلیت خود ہوگا
تہا مگر استحقاق اول اعنی استحقاق خداوندی قابل نہین ایسی ہی استحقاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
یعنی استحقاق تولیۃ کسی وقت قابل زوال نہین چنانچہ ما افاء اللہ فللہ وللرسول کا جملہ اسمیۃ ہونا ہے
اسپر شاہد ہی ہان اسطرح دوام استحقاق مصرفیۃ بہی ثابت ہوگا لیکن دوام استحقاق مصرفیۃ نہ اسکا مقتضی
کہ مستحق کو حق ملنا ضرور ہی اور نہ نہ صورۃ اخذ غیر وہ استحقاق زائل موجب یہہ بات روشن ہوگئی تو اب
اتنا اور سن لیجئی کہ اگر مرتبہ متوسط یعنی مرتبہ تولیۃ اراضی فی مین نہوتا تو پہر مثل دیگر اراضی اُنکی مملوک
ہو جانے مین کہ وقت نہ تہی کیونکہ اس صورت مین دو مرتبہ ہوتی اور ظاہر ہی کہ مرتبہ اول یعنی خداوندی اور فرقی
ملک کی ساتہہ مجتمع ہو سکتا ہی اور کیون نہو اور نکی ملک خدا ہی کی ملک کا پرتو ہے وہ نہو تو یہہ کیونکر
ہوہان مرتبہ تولیۃ اہل مصرف کی ملک کی ساتہہ مجتمع نہین ہو سکتا کیونکہ ملک بشرطیکہ موانع تصرف
مرتفع ہوجائین تصرفات مالکانہ کی خواستگار اور تولیۃ کی ساتہہ سواء متولی اور ونکا اختیار منصوص
نہین بالجملہ مواقع مختلفہ مین حضرت عُمر رضی اللہ عنہ اور نیز بعض صحابہ سے اظہار اختصاص نبوی صلی اللہ
علیہ وسلم نبیستہ اموال فی اکثر ثابت ہوا ہی تو علی حسب الاختلاف یہ معانی ثلثۃ مرادہین مگر کم فہمی کو
کیا کیجئی جیسی بہوکی کو دوا اور دو سے چار روٹیان ہی سمجہہ مین آتی ہین حضرات شیعہ کو کسی قسم کا اختصاص
کیون نہو ملک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سمجہہ مین آتی ہی ان تمام مضامین کو دیکہنے والونکو نہ دربارہ
فدک و اراضی بنی نضیر انشاء اللہ شبہ مالکیۃ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم باقی رہیگا اور نہ دربارہ حصہ
خمس یہ وہم دلمین رہیگا کیونکہ مصارف خمس بہی وہی مصارف فی ہین اور انداز بیان بہی وہی
ہی جو انداز بیان مصارف فی ہی وہان اگر تین لام فللہ وللرسول ولذی القربی مفہومات

ثلثہ پر داخل ہوی ہین یہان بہی وہی تین لام اونہین مفہومات ثلثہ پر دار دہین ہان احتمال تردد ہی
تو بنسبت اموال موہوبہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی مگر یہہ تردد اہل سنت کو اسوقت مفر تہا کہ سواء انکار
مالکیتہ اور کوئی صورت جواب نہوتی درصورتیکہ دوام حیات جسمانی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہو چکا ہو
اور خصوص خطاب یوصیکم اللہ ظاہر ہو گیا ہو تو پہر ایک مملوکیتہ سی کیا ہوتا ہی باینہمہ اموال موہوبہ
کی ملک بہی اگر غور سی دیکہئی تو وہی ملک نیابتہ ہی ہیہ مخیریق یہودی بوجہ اعتقاد رسالتہ تہا اور ظاہر
ہے کہ منصب رسالتہ وہ منصب خلافتہ ونیابتہ خداوندی ہی اسلئی مقتضاء حقیقہ شناسی وحقیقتہ سنجی
یہہ ہو کہ ایسی ہدایا کو داخل خزانہ خداوندی سمجہئی اور سواء کار سرکاری اور کسی کام مین صرف نہ کیجئے
مگر کار سرکاری وہی تبلیغ احکام خداوندی یا اعلاء کلمتہ اللہ ہے جیسے لئے رسل بہیجی جاتی ہین غرض
کار رسالتہ وجہاد مین جو کچہہ صرف ہو فبہا ورنہ باقی کو بجنسہ محفوظ رکہنا چاہئے تاکہ آیندہ کو بہی اسکی م
مین صرف ہوتا رہی ہان صرف ذوی القربی اور یتامی اور مساکین اور ابناء سبیل بہی منجملہ اعلاء
کلمتہ اللہ سمجہنا چاہئی کیونکہ اگر یہہ نہو تو پہر تعمیل احکام ان اقسام سی معلوم اور ظاہر ہے کہ اعلاء
کلمتہ اللہ بے تعمیل احکام ملک علام متصور نہین اور اگر فرض کیجئے یہہ صرف منجملہ صرف اعلاء کلمتہ اللہ نہین
تو بیش برین نیست مصارف سرکاری ضرورت اداء رسالتہ اور ضرورت اعلاء کلمتہ اللہ مین منحصر نہو
یہہ چار قسمین اور سہی مگر اسمین کچہہ شک نہین کہ اصناف مذکورہ کی خبر گیری بہی منجملہ مصارف خداوند
ہی جیسے خرچ مہمات صرف سرکاری شمار کیا جاتا ہو ایسی ہی خرچ خیرات بہی جو سرکار کی طرف سی ہوا
کرتا ہی منجملہ مصارف سرکاری سمجہا جاتا ہی بہر حال یہہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حق سرکاری ہی چنانچہ
قواعد فقیہہ بہی اُسکی موید ہین اور دستور سلطنتہ بہی اسپر گواہ ہی اطفال خورد سال کو مثلاً اگر بلحاظ
والدین کوئی کچہہ دیتا ہی تو وہ حق والدین ہی فقہاء کی نزدیک سمجہا جاتا ہی ادہر دربار گورنری کا
نذرانہ خزانہ سرکاری مین جمع کیا جاتا ہے اور گورنر کو نہین دیا جاتا علاوہ برین مالک حقیقی
وہ خداوند مالک الملک ہی اور وںکی ملک اُسکی ملک کی سامنی حکم قبضہ عاریتہ رکہتی ہی ہان جیسے
اطفال خورد سال کو یہہ تمیز نہین ہوتی کہ مال مستعار اور مملوک مین کیا فرق ہی سو اور اگر انکو کوئی شخص
برای چندی کوئی کپڑا پہنا دی یا کوئی چیز برائے چندے لادی تو یہہ نہین سمجہتی کہ یہ کسنی دی ہی
اور وہ کون ہی ایسی ہی سواء انبیاء علیہم السلام اور کسیکو یہہ تمیز پوری پوری نہین ہوتی

اگر ہوتی ہی تو انبیاء علیہم السلام کے تبلانے ہی سے ہوتی ہے خود انکی عقل اسکی ادراک کے لئے کافی نہین ہوتی
ہان انبیاء کرام علیہم السلام کی واسطہ اوس قبضہ اقتدار خداوندی سے واقف ہوتی ہین جو علتہ ملک ہوتی
ہے اسلئے وہ اپنی اوس قبضہ کو جو قبضہ خداوندی کے سامنے کچھہ حقیقۃ نہین رکھتا کان لم یکن سمجھتے
ہین اور اسلئے قابل میراث نہین سمجھتے کیونکہ مال مستعار مین میراث جاری نہین ہوسکتے اور ظاہر ہے کہ
ملک عباد نسبتہ ملک خداوند مالک الملک بمنزلہ اختصاص استعارہ ہے ہان امتیونکو اپنا ہی قبضہ نظر آتا ہے
اسلئے بوجہ چشم پوشی اسباب مین واگذاشت مناسب سمجھے تاکہ مثل اطفال بے تمیز جو وقت استرداد
عاریۃ غل مچایا کرتے ہین شور برپا نکرین بالجملہ مال انبیاء کرام علیہم السلام کسیطرح قابل میراث
نہین ان اوراق کے دیکھنے والونکو بشرط فہم اسبات مین تو انشاء اللہ شبہ باقی نرہیگا کہ مقدمات ثلثہ
جن پر بناء دعوی میراث ہے تینونکی تینون غلط اور اونکے نقائض اور اضداد صحیح پر شاید خلجان باقی ہے
تو یہ رہے کہ اگر یہ ہی تہا تو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا خلیفہ اولی سے طالب میراث کیون ہوئین اور
ہونا ہی تہا تو اس تانہ صدمہ مین کہ عالم مین کوئی صدمہ کسی پر ایسا نہوا ہوگا ایسی متاع قلیل کا
سوال کیون کیا اور کیا ہی تہا تو بعد استماع ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث ما ترکناہ صدقۃ
سر تسلیم خم کرنا تہا نہ یہ کہ برسر پرخاش خلیفہ اول ہوکر اوٹہے ترک کلام وسلام کردیا الغرض رد روافض
کیطرح مدافعۃ خوارج ہی ضرور ہے تاکہ کوئی یون نکہو اسطرحسے مطالبہ بیجا اس ترک دینا پر حضرت زہرا رضی
اللہ عنہا سے نہایۃ ہی مستبعد ہے اسلئے کچہہ اور قلم گہسانے کی ضرورت ہے سنیئے اس شبہ کو تحلیل کیجئے تو تین
اعتراض نکلتے ہین ایک تو مطالبہ بیجا دوسرے ایسے وقت مین یہہ شور ناسزا تیسرے عدم تسلیم ارشاد
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سو بروے انصاف بعد استماع تقریرات گذشتہ دونکی جوابدہی اگر ہے تو فریقین
کے ذمہ ہے اور کسیکو بوجہ کم فہمی امید جواب سالۃ ہذا ہو تو شبہ ثانی بالیقین دونو طرف وارد ہے مگر ہماری
نیازمندی دیکھئے کہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہ پر کسیکی حرف گیری گوارا نہین ورنہ ہمارے طرفسے بطور الزام شیعہ
جواب مین ہے یہ بات بیجا نہتی درصورتیکہ خلیفہ اول رضی اللہ عنہ بحوالے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
ایک بات بیان کرتے ہون اور پہر بات ہی ایسی ہو جسسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیۃ یعنی علیحدہ اور
متشابہ انتزاع اور مصدریۃ ثابتہ ہوتی ہو اور پردہ اور حیات روحانی وجسمانی پردہ بات شاہد ہو اور حضرت

زہرا رضی اللہ عنہا کا مطالبہ میراث مستلزم عدم افضلیۃ اور عدم دوام حیات جسمانی ہو تو اسصورتمین اگر اعتراض ہے تو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا پر ہے حضرت خلیفہ اول پر کیا اعتراض بہر حال یہ غلام خاندان نبوۃ سگ کوچہ اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین بتقاضاء اعتقاد دروني دربارہ مدافعۃ اعتراض مشار الیہ یہ عرض پرداز ہے کہ دوام حیات جسمانی کا حاصل بجز طول حیات دنیا اور کیا ہے اور ظاہر ہے کہ اسمین کوئی فضیلت نہین ورنہ ایک جہان کا جہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہو جاتا مگر ہان شاید کسیکو یہ خیال ہو کہ طول حیات یا دوام حیات جسمانی لاریب موجب افضلیۃ ہے مگر کچھ ضرور نہین کہ وہ طول حیات یا دوام حیات بالائے روئے زمین ہو داخل قبر ہی اگر حیات جسمانی ہو تو اور دنکو بوجہ طول حیات آپ سے افضل نہین کہہ سکتے مگر اسمین کیا تاویل کرینگے کہ اولیا کے لئے حیات جسمانی اگر میسر ہے تو فقط عالم شہادت ہی مین میسر ہے قبر مین انکو حیات جسمانی میسر نہین اور شیطانکو بالیقین طول حیات جسمانی علی ہذا القیاس بہت سے کفار فجار کو انسے زیادہ عطا ہوا الغرض عقل ہو تو نقص حیات جسمانی یا طول حیات جسمانی فضائل وکمالات محمودہ مین سے نہین باانہمہ یہہ بات کچھ ایسی بدیہی نہین کہ کوئی کہے یا نہ کہے خود بخود اسکی خبر ہو جائے جیسے بدیہیات مین بسا اوقات عقل کو تنبیہ کی ضرورت ہو اور بعض کم عقل بے تنبیہ مطلع ہو جاوین اور اسوجہ سے عاقل جاہل اور کم عقل عاقل نہ سمجھے جائین چنانچہ ہوئی بسا اوقات عاقلان تیز نظر کو بے تنبیہ نظر نہین آئے اور کم عقل کی نظر بے اشارہ غیر اوسپر پڑ جاتی ہے تو اسیطرح قبل تنبیہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کو اسکی اطلاع نہوئی ہو اور بعد استماع اشارہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اعنی لا نورث ما ترکناہ صدقۃ آپ کی حیات جسمانی کی حضرت زہرا کو خبر ہوئی ہو اور اس تنبیہ کے باعث آپ کو یا کسی اور کو اشارات النبی اولی بالمومنین وخاتم النبیین سے بعد ختم مقدمات معروضہ اسکی اطلاع ہو گئی ہو تو کیا بعید ہے بلکہ اگر حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کو اس ارشاد کی خبر نہوتی اور ہم جیسے کم عقل وکم فہم باشارہ تنبیہ مشار الیہ یون سمجھ کر کہ کلام اللہ تبیانا لکل شی ہے اسمین ضرور اسکی طرف اشارہ ہوگا آیۃ النبی اولی بالمومنین الخ سے آپ کی حیات دھائی سے مطلع ہو جاتی اور پھر بایں لحاظ کہ تعلق روح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وجسم اطہر محض تعلق فاعلی ہے کوئی شائبہ انفعال نہین چنانچہ معروض ہو چکا آپ کی حیات جسمانی کی بقا کی

قائل قابل ہوجاتی تو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی شان مین کچھہ نقصان نہ آجاتا اور ہماری شان
کچھہ اتنی بات سی خالی نہوجاتی کیونکہ یہہ علم کچھہ اس سی زیادہ نہین کہ نور کا تعلق جسم آفتاب کیساتھہ کس قسم کا ہی اور جسم قمر و
انکی ساتھہ کس قسم کا اور ظاہر ہی کہ علم خداوند معبود کی یہان موجب قرب درجات نہین جو حضرت زہرا علیہ السلام کی نگاہ
اسکا ہونا ضرور ہے یہ بات کہ قبل اطلاع ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تو مطالبہ میراث اسطور پر کچھہ بیجا نہو
پر بعد استماع ارشاد فیض بنیاد لانورث ماترکناہ صدقۃ غم و غصہ کسلئی تہا بجای تسلیم یہہ کیا برعکسی ہے
سو اُسکا جواب یہہ ہی کہ روایتہ کی صحۃ کا مقتضا فقط اتنا ہی کہ راوی قابل اعتماد ہو یہہ نہین کہ علم
حقایق و دقائق اور انتزاع اصول و اسباب واقعات مین بہی اُس سی غلطی نہو حضرت موسی علیہ السلام
اور حضرت خضر کے قصہ سفر کو دیکہئے حضرت خضر علیہ السلام کا کشتی کا توڑنا اور لڑکے کا مار ڈالنا بیجا نہ تہا چنانچہ
کلام ربانی خود شاہد ہے تسپر حضرت موسی علیہ السلام نی اخرقتہا لتغرق اہلہا لقد جئت شیئا امرا۔ اور اقتلت
نفسا زکیتہ بغیر نفس لقد جئت شیئا نکرا فرمایا حالانکہ خدا تعالی سی کمال علم خضری کی تعریف سنکر بغرض طلب مزید
علم مشتاق ملاقات ہو کر گئی تہی سو جب خدا تعالی تو حضرت خضر کے شان مین اتیناہ رحمۃ من عندنا و آتیناہ
من لدنا علما فرمای اور پہر حضرت خضر علیہ السلام کی طرف سی باوجود اصرار موسی اسوجہ سی انکار ہو کہ
تُم سی صبر نہو سکیگا اور پہر آخر کار بعد اصرار بسیار بولتی کا حضرت موسی سی عہد کرا کر ساتھہ لیا ہو تسپر
حضرت موسی علیہ السلام مخالف واقع حضرت خضر کی افعال شائستہ ناشائستگی پر حمل کر بیٹہی ہون اور ظلم و
ستم کو نظر بظاہر اُنکی افعال سے انتزاع کر لیا ہو ایسی ہی اگر راوی واقعہ طلب میراث نی بعد مطالبہ
حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اور انکا خلیفہ اول اُس ترک آمد شد کو جو بعد ربط ضبط قدیمی بوجہ صدمہ
جانگزا واقعہ جانکاہ رحلت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پیش آیا تہا غم و غصہ پر محمول کر لیا اور اس
معاملہ مین پہر کلام نکرنیکو بعد اس مطالبہ اور اس انتزاع کی اگر بوجہ رنج ترک کلام پر محمول کر لیا
ہو تو نہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا کچھہ قصور نکلیگا اور نہ روایتہ کی صحت مین بطور قواعد محدثین کچھہ
نقصان آئیگا اور اگر بالفرض بفرض محال حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی ذمہ کوئی دشمن دین بی غضبناک ہونے
خلیفہ اول کی تہمۃ لگا کر اس رنج و غم کو صحیح بنا دی تو پہر کیا حضرت آدم علیہ السلام باوجود ارشاد خداوند
لا تقربا ہذہ الشجرۃ فتکونا من الظالمین اور اطلاع دہی خداوندی یعنی یا آدم ان ہذا عدو لک و لزوجک
موافق بیان قرآنی قال ما نہکما ربکما عن ہذہ الشجرۃ الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخالدین و

وقاسمہما انی لکما لمن الناصحین فدلاہما بغرور شیطان کی قسمون مین آگئی سو جیسی بحسب ظاہر حضرت
آدم علیہ السلام نے خدا کا اعتبار نہ کیا یعنی لا تقربا ہذہ الشجرۃ اور ان ہذا عدو لک کا کچہہ خیال نکیا
ایسی ہی اگر حضرت زہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر کا اعتبار نہ کیا ہو تو کیا زیادہ ہوا اگر یون
کہو ارشاد لا تقربا اور اشارہ ان ہذا عدو لک ولزوجک کو بہت عرصہ ہو چکا تہا اسلئے یاد نرہا ہو
ایسی ہی فضایل خلیفہ اول کو بہی سنی ہوئی بہت دن ہو گئی ہونگی اسلئے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا
بہول گئی ہون اور یہہ بہی حضرت ہارون کی نبوۃ حضرت موسی علیہما السلام کی دعا سے ہوی جبقدر
اُنکو اُسکا علم تہا ہمین تہین نہین ہو سکتا علی ہذا القیاس اُنکی لوازم نبوۃ یعنی معصومیۃ ہارونی کو جتنا
وہ جانتی تہی ہم نہین جان سکتی با اینہمہ قصہ سامری کو سُنکر جو غم و غصہ چڑہا تو حضرت ہارون کی طرف
سی بہی بدگمان ہو گئی اور نبوۃ اور معصومیۃ کا کچہہ خیال نرہا سر و ریش کی بال پکڑ کر کہینچنے کی نوبتہ تک
آئی ایسی ہی اگر غم رحلت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کو فضایل خلیفہ اول
پر کچہہ نظر نرہی ہو اور متارکتہ و مہاجرۃ تک نوبتہ پہونچی ہو تو کیا زیادہ ہے مگر اصل بات وہی ہی کہ اشتراک
راوی مین بوجہ مذکور غلطی ہوئی ورنہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا سی بجز تسلیم ارشاد نبوی صلی اللہ
علیہ وسلم لا نورث ما ترکناہ صدقۃ اور کچہہ ظہور مین نہین آیا بہر حال مطالبہ میراث بوجہ عدم علم دوام حیات
جسمانی رسول ربانی صلی اللہ علیہ وسلم تہا اس صورت مین اگر خطاب یوصیکم اللہ کو حضرت زہرا رضی
اللہ عنہا عام سمجہہ گئی ہون تو کیا حرج ہی کیونکہ وجہ خصوص خطاب یوصیکم اللہ بہی یہی حیات جسمانی تہی
رہا مقدمہ ثالثہ یعنی فدک کا غیر مملوک ہونا وہ بہی اگر آپ کو نہ معلوم ہو تو کیا خرابی ہی حضرت موسی علیہ
السلام نے خرق سفینہ اور قتل طفل کو جو حضرت خضر کو کرتی ہوئی دیکہا تو فقط اسی وجہ سی ظلم پر محمول
کیا کہ خرق و قتل اصل مین ظلم و فساد ہی کی اقسام مین سی ہین ہان جیسی قتل کفار جرایم بوجہ ذرد دنیل
محمود کیا ہے ایسے ہی قتل و خرق بہی کہین کہین محمود ہو جاتی مین اسیطرح حضرت زہرا رضی اللہ عنہا
نے بذریعہ قبض و تصرف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جو بنسبتہ فدک مشہور و معروف و مشہور و عام و خاص
تہا اگر مملوک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سمجہہ لیا تو کیا زیادہ کیا آخر تصرف و قبض تام نبوی صلی اللہ
علیہ وسلم وہ بہی اسقدر کہ جسکو جتنا چاہا کہ دین اور جسکو چاہا نہ دین چنانچہ وما آتاکم الرسول فخذوہ
وما نہاکم عنہ فانتہوا بہی اُسپر شاہد ہی ملک ہی کو لئی موضوع ہوا ہی تو بیتہ اُسکی نسبتہ ایسی طرح

ایک امر شاذ و نادر ہے جیسا خیر خواہی مساکین یعنی مالکان سفینہ بہ نسبتہ خرق سفینہ اور خیر خواہی والدین
بہ نسبتہ قتل اولاد غرض جیسے خرق سفینہ بغرض خیر خواہی مالک سفینہ اور قتل فرزند بغرض خیر خواہی والدین قلیل
الوقوع اور دور از فہم ہے ایسی ہے امانتداری اور پر تصرف عام قلیل الوقوع اور دور از فہم ہے اور ظاہر ہے
کہ تولیتہ مین قبضہ امانتہ و نیابتہ ہی ہوتا ہے سو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بوجہ قلتہ وقوع و بعد فہم دہوکا
ہوا یہان حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کو اسیوجہ سے دہوکا ہو گیا تو کیا اعتراض کی بات ہے جو کوئی خارجی
اونپر اعتراض کرے اب سنیئے اعتراضات خوارج کی مدافعت کے لئے یہ تقریر انشاء اللہ بوجہ احسن کافی ہے
ہان اور استبعاد طلب متاع قلیل ایسی زمانہ صدمات مین ایسی تارکان دنیا سے باقی رہا سو اوسکے لئے اول تو یہ
گذارش ہے کہ رزق حلال منجملہ ضروریات دینی ہے کہ طلب رزق حلال اور اوسکا اہتمام و انتظام اگرچہ
مقتضاء مطلق دینداری ہے مگر متصور ہے تو دیندارونمین سے تارکان دنیا ہی سے متصور ہے کیونکہ جسکے
پاس کوئی چیز نہین ہوتی وہی اوسکی طلب کیا کرتا ہے سو ایسے دیندار جنکی پاس رزق حلال ہی نہو بجز تارکان دنیا اور
کون ہونگی اور ہر متروکہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین یہ احتمال ہو ہی نہین سکتا کہ کسی وجہ مکروہ یا حرام سے آپکے
پاس آیا ہو رہے انتقال ملک بوجہ میراث اوسمین بہی فساد و بطلان کی گنجائش نہین جو کراہت یا حرمت کا
احتمال ہو تیسر متروکہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آپکی نشانی اور آپکا تبرک جسکی ضرورت اہل صدمہ کو زیادہ ہوتی ہی
سو ایسے وقت نازک مین اگر حضرت زہرا رضی اللہ عنہا نے مطالبہ میراث کیا تو عین مقتضاء ترک دنیا اور اقتضاء
جوشش رنج و الم تہا یعنی آپنے یہ سمجہا کہ تا حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمکو رزق حلال کا کچہہ فکر نہ تہا اب
اسکی بہی ضرورت ہوئی اور آپکی نشانی اور تبرکات سے دل کے بہلانے کی بہی حاجت ہوئی سو ایسی چیز جسمین دونون
باتین ہون بجز اراضی ترکہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نظر آئین اس خیال سے بخیال زوال حیات جسمانی و ظن مالکیت
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم فدک کو طلب فرمایا تا کہ بےفکر ہو کر عمر چند روزہ کو ایسی طرح بسر کیجے کہ غم فراق نبوی صلی اللہ
علیہ وسلم مین سے کسی کچہہ تو افاقہ ہی نہ رہے یاد خدا ہو یا یاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہر حال یہ بات قابل مدح ہے نہ
نہ لائق اعتراض شاید رنج و الم ہے نہ گواہ سنگدلی ترک دنیا کیطرف مصرح ہے حب دنیا کیطرف مشیر نہین تاکیدات
رزق حلال کے مثال پر دال اور تحریمات رزق حرام کی تسلیم پر شاہد محبتہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی

اور ترک دنیا کی دلیل ہے و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ خاتم النبیین وآلہ وصحبہ
وازواجہ وذریتہ واہل بیتہ اجمعین۔ ان پانچ جوابون کی۔ سوال گم ہوگئے پھربھی یہ جوابات خالی نفع
سے نہین اسلئے اونکو بھی نذر ناظرین کرنا مناسب سمجھا اور سوالات کا اندازہ بھی ان جوابات سے سمجھہ مین آتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وآلہ
وصحبہ اجمعین۔ امابعد ہرچند تحریر سوالات سے سائل کی لیاقت اور حسن فہم ایسا آشکارا ہے جیسے کالے توی
مین سے چاندنا مگر بایں نظر کہ اگر ایسی سوالات کا جواب نہین دیا جاتا اور یون سمجھکر کہ جواب جاہلان باشد خموشی اگر
ایسی خرافات کے جواب مین سکوت کیا جاتا ہے تو جاہلون کو اور بھی جرات ہوجاتی ہے اور باطل کو اوبھی حق سمجھنے لگتے
ہین اسلئے مختصر مختصر جواب سوالات مرقوم ہین وباللہ التوفیق سوال اہل سنت وجماعت جو مرثیہ خوانی کو منع
کرتے ہین تو نہ بایں وجہ منع کرتے ہین کہ یہ اقسام راگ سے ہے اور راگ ممنوع ہے اگر یہ وجہ ہوتی تو سائل کا یہ کہنا
بجا تھا کہ ہم مرثیہ سوز مین سنتے ہین جسکو گنکری کہتے ہین ہین وہ نہین سنتے بلکہ وجہ ممانعت یہ ہے کہ مرثیہ خوانی اور
مرثیہ خوانی ہی کیا منحصر ہے تعزیہ داری علم برداری سینہ زنی وغیرہ بدعات شنیعہ شیعہ سب ایجاد بندگان ہوا وہوس ہین نہ خدا تعالی نے
اس قسم کی باتون کے لئے ارشاد فرمایا نہ جناب سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات والتسلیمات نے یہ راہ
بتایا ہان کلام اللہ مین ہی تو یہ ارشاد ہے ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ہم الظالمون جسکے یہ معنے ہین کہ جو لوگ
حدود خداوندی سے آگے بڑھ جاوین وہی لوگ ہین ظالم اور نیز یہ بھی ارشاد ہے۔ اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا
تتبعوا من دونہ اولیاء جسکے یہ معنے ہین اے لوگو تابعداری کرو اوسچیز کی جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور
نہ پیروی کرو سوا اللہ کے اورونکے اور حدیث شریف مین ہے تو یہ ارشاد ہے من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ
فہو رد جسکے یہ معنے ہین کہ جسنے ہمارے اس دین مین کوئی نئی بات نکالی وہ مردود ہے اور سب اہل اسلام بیان تک
کہ شیعہ بھی اسبات کے معترف ہین کہ مرثیہ خوانی تعزیہ داری علم برداری سینہ زنی سیہ پوشی وغیرہ بدعات
معمولہ شیعہ کا پتا کلام اللہ مین ہے نہ حدیث مین نہ خدا تعالے نے ان کامونکے لئے فرمایا نہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہ راہ بتایا پھر اسطرح ان کامونکا معتقد ہونا اور ان واہیات پر ثواب عظیم کا امیدوار ہونا
حدود اللہ سے آگے نکلجانا ہے کہ نہین اور دین مین نئی بات کا نکالنا ہے یا نہین بالجملہ شیعہ موافق ارشاد

آیۃ ومن یتعد حدود اللہ کے ظالم ہین اور موافق ایماء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اونکی یہ ساری باتین مردود
ہین اور اسلئے اہل سنت وجماعت اونپر معترض ہین نہ بوجہ راگ ہونے کے فقط مرثیہ کو منع کہتے ہین اب
لازم یون ہے کہ شیعہ انصاف فرمائین اور راہ پر آئین اوسپر تو وہ جانے خدا سے معاملہ پڑنا ہے نیک بد کا حساب
اوسکے ہاتہہ ہے اور دربارۂ ممانعت بلتسکین خاطر نہو اور خدا کی ارشاد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ وسلم کے
اس بیان سے دل کی گلہڑی نہ کہلی تو ایک مثال عرض کرتا ہون اوسکو غور کرینگے تو میری یہ عرض مان لینگے
انشاء اللہ جیسے ہمارے تمہارے وجود مین آنکہہ ناک ہاتہہ پانو چند اجزا ہین اور ہرایک کی ایک مقدار ہے آنکہین دو
ناک ایک اونگلیان پانچ علی ہذا القیاس دین مین بہی بہت سے رکن ہین نماز روزہ حج زکوۃ اور پہر ہرایک کی
ایک مقدار اور تعداد ہے نمازین رات دنمین پانچ ہین تو روزے برس دنمین تیس ہین علی ہذا القیاس زکوۃ ہر سال
ہے تو حج عمر بہرمین ایکبار مگر جیسے آنکہہ ناک اپنی مقدار معین اور تعداد معلوم سے کم ہون جب بڑی بڑی معلوم
ہوتی ہین جیسے فرض کیجے کسیکی اصل سے ناک آنکہہ نہون یا ہو تو ناک دو ہی اور آنکہہ ایک ہو بالجملہ جیسے ہمارے
وجود مین کمی بیشی اپنے اندازہ سے بُری معلوم ہوتی ہے ایسے ہی دین مین بہی کمی و بیشی اندازہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے
بری اور ناموزون ہوگی اس مثال کے سینلینے کے بعد اہل انصاف تو انشاء اللہ انصاف ہی فرماینگے اور راہ پر
آئینگے اور جنکو خدا تعالے نے چشم انصاف ہی عنایت نہین کی وہ ہماری تو کیا خدا اور رسول کی بہی نہین مانتے
باقی جو کچہہ سائل نے حضرت خلیفہ اول پر طعن فرمایا ہے اوسکا جواب بطور تحقیق تو اتنا ہی بہت ہے کہ ابوبکر صدیق
اہل سنت کے نزدیک نبی نہین امام نہین جو سارے احکام اونکو معلوم ہون مزامیر کی برائی سنی سنائی ہوئی
تہی پریہ تفصیل معلوم نتہی کہ دف تو عید کے دن جایز ہے اور باقی مزامیر حرام سواپنے اوسی خیال کے موافق منع
فرمایا باقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیدار ہونا اونکو بالیقین معلوم ہوتا تو پہر اس اعتراض کی گنجایش
تہی کہ ابوبکر صدیق رض اوسکو مزمار شیطانی سمجہتے تہے تو یون معلوم ہوتا ہے کہ اونہون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو مزمار شیطانی کا سننے والا سمجہا اور معصوم نہ سمجہا علاوہ برین اعتراض سے کہتے ہین کہ جسپر اعتراض کیا جای
اوسکی اون باتونکو توڑے جو اونکے نزدیک مسلم ہون اور اگر اوسکے نزدیک ایک بات مسلم ہی نہین
تو اوسکا توڑنا اوسکو کیا ضرر مثلاً اہل اسلام پر اعتراض اسے کہتے ہین کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

کا نعوذ باللہ نبی نہونا کاہن ساحر دنیا پرست ہونا ثابت کرے اور ابوجہل کا کفر یا اوسکی دنیا پرستی اور برائی کا
ثبوت اہل اسلام کو کیا مضر ہے سو اہل سنت وجماعت کے نزدیک مباحات جیسے امتیو نکو مباح ہوتی ہین
انبیا کو بہی مباح ہوتی ہین اتنا فرق ہے کہ بہت سے مباحات امتیونکے حق مین کسیقدر مکروہ ہون تحریمی
تنزیہی سہی پر انبیا کے حق مین وہی مباحات بایں وجہ کہ اونکے فعل سے حکم اباحت معلوم ہوجاتا ہے
موجب ثواب ہوجاتی ہین ظاہر کی بات مین اسکی ایسی مثال ہے جیسے غذا ئین جیسے ضعیف المعدہ کے حق مین
موجب نقصان ہو اور قوی معدہ کے حق مین باعث قوت لیکن ظاہر ہے کہ امور مکروہہ مین اشتراک شیطانی
ضرور ہوتا ہے بہت نہین تہوڑا ہی سہی باعث عذاب نہو سبب کراہت ہی سہی سو اگر فرض کیجے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سنتی ہی تہے اور ابوبکر صدیق کو آپکی بیداری کی اطلاع ہی تہی اور ادہر سماع مباح بوجہ کراہت
خالی از شر شیطانی نہو تب بہی بیرین نیست کہ بوجہ مذکور اونہون نے اوسکو مزمار شیطانی کہا ہوگا مگر اس سے
یہ کہان سے لازم آیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حق مین بہی یہ اوسکا سننا بوجہ اغوا شیطانی
ہو ایک فعل ایک کے حق مین موجب ثواب اور دوسرے کے حق مین موجب عذاب ہوتا ہے چونکہ سنی سنائی
کا ذکر ہے تو مین بہی اس ضلع کی مثال عرض کرتا ہون کلام اللہ کا سننا بعضونکے لئے باعث ہدایت اور موجب
ثواب ہے اور بعض کے لئے موجب ضلالت اور باعث عذاب ہے مین نہین کہتا کلام اللہ ہی مین ارشاد ہے یضل بہ
کثیرا ویہدی بہ کثیرا اب دیکھئے ثواب عذاب مین زمین آسمان کا فرق ہے ایک فعل مین جب یہ دونون مجتمع ہون
تو اباحت اور کراہت تو نیچے ہے کے درجہ مین ہین یہ دونون اگر نسبت دو شخصونکے ایک فعل مین مجتمع ہوجائین
تو استبعاد کیون ہے یا حضرت خلیفہ اول ہی سے ضد ہے کہ وہ سید ہے کہین تبرا دلی سمجہین یہانتک تو بطور
تحقیق جواب تہا اب بطور الزام سنیے ہماری نہین مانتے تو خدا کی تو مانئے خداوند علیم حضرت ہارون علیہ
السلام کو اپنے کلام پاک مین نبی فرمایا ہے کبہی بہولے چوکے کلام اللہ دیکہا ہوگا تو شیعون نے سورہ مریم
مین یہ آیت بہی دیکہی ہوگی۔ ووہبنا لہ من رحمتنا اخاہ ہارون نبیا۔ جسکے یہ معنے ہین کہ دیا ہمنے موسئے کو اپنی
رحمت سے اونکا بہائی ہارون نبی اور انہین برادر بزرگوار کے حضرت موسئے علیہ السلام نے بشہادت کلام اللہ
سرکے بال پکڑ کر کہینچے چنانچہ کلام اللہ پڑہا ہوگا تو سورہ اعراف مین یہ بہی دیکہا ہوگا۔ واخذ براس اخیہ

بجرہ الیہ جسکا حاصل بعینہ یہی ہے جو معروض اور سورہ طٰہٰ مین واجعل لی وزیرا من اہلی ہارون اخی اشدد
بہ ازری واشرکہ فی امری اور سورہ قصص مین جملہ فارسل الی ہارون بہی دیکہا ہوگا جسکو اپنے ما قبل و مابعد
کے ملانے سے یہ بات نکلتی ہے کہ حضرت موسے نے حضرت ہارون کے لئے نبوۃ کی استدعا اوس وقت کی ہے جو وقت
انکو خلعت نبوۃ عنایت ہوا غرض فرعونکی طرف جانے سے پہلے حضرت ہارون کی نبوۃ کے خواستگار ہوے
اور پہر قد اوتیت سولک یا موسے سورہ طٰہٰ مین اور کلا فاذہبا بایاتنا انا معکم مستمعون سورہ شعرا مین موجود ہے
جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دعاء اور استدعاء فرعونکی طرف جانے سے پہلے ہی مقبول ہولی یہ ساری
حوالے اسلئے دیے کہ کوئی حجتی لا امتی بوجہ تکرار نکرے اگرچہ شیعہ اپنی ہٹ دہرمی سے اب بہی شاید بازنائین
کلام اللہ ہی کو بیاض عثمانی کہنے لگین کلام ربانی نکہین چنانچہ کہتے ہین اور اسیلئے علماء اہل سنت نے
اور نیز اس ہیچمدان نے ہدیۃ الشیعہ مین اسکے جواب دندان شکن لکہے ہین اور ان سب سے بڑہکر یہ ہے کہ اگر شیعہ اصل
سے کلام اللہ ہے کو نمانین تو ہمارا اونہی حساب دالنالیکہا ہی ودہر نہین ادہر ہی سے اون کو پکڑا جاوینگے آخر شیعہ
حدیث ثقلین کے توسبہی قائل ہین اوس حدیث کا ماحصل یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ مین تم مین دو بہاری چیزین چہوڑے جاتا ہون ایک کتاب اللہ دوسرے اپنی عترت جب تک تم ان دو ہکا
ہاتہ سے رہوگے جب تک گمراہ نہوگے اور ظاہر ہے کہ کلام اللہ کسیکے پاس ہو اور نہ پکڑے یعنی اوسپر عمل نہ کرے یا پاس
ہو کوئی چہین لیجاے یا جلادے جیسا حضرات شیعہ نسبت حضرت عثمان گمان رکہتے ہین کلام اللہ پر عمل نکرنا
دونون صورتون مین برابر نہین اتنا فرق ہے پہلے صورتمین مثل کفار زمانہ حضرت سید ابرار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم
ہونگے دوسری صورت مین مثل کفار زمانہ جاہلیت بالجملہ کلام اللہ کے عالمون حافظون پر یہ بات مخفی نہین کہ
حضرت ہارون علیہ السلام فرعون کے پاس جانے سے پہلے نبی ہو چکی تہی اور علی ہذا القیاس حضرت موسے علیہ السلام
کا توراۃ کے لئے کوہ طور پر جانا اور حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنا جانا اور پہر سامری کا بنی اسرائیل
کو گمراہ کر دینا اور حضرت موسے علیہ السلام کا غصہ مین لوٹ کر حضرت ہارون کی سرکے بال پکڑکر کہینچ کر یہ کہنا
افعصیت امری جسکے یہ معنے ہین تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی یہ سب باتین فرعون کے غرق ہو چکنے کے بعد
کی ہین چنانچہ سورہ اعراف سورہ طٰہٰ سورہ شعرا کے سیاق سباق اور نیز باتفاق شیعہ وسنی ثابت ہے اب
حضرات شیعہ کی خدمت مین اس غلام خاندان اہل بیت کی یہ گذارش ہے کہ حضرت موسے علیہ السلام
نے حضرت ہارون علیہ السلام کو وہی حکم کیا تہا جو حکم خدا ہے اور اونہون نے اوسکی نافرمانی کی جسکی

نسبت یہ فرمایا معصیت امری تب تو حضرت ہارون علیہ السلام کی عصمت کدہر کو جاتی ہے گا اور اگر حضرت
موسے علیہ السلام ہی نے کوئی امر خلاف شرع ارشاد فرمایا تہا تو حضرت موسے علیہ السلام کی معصومیت
کو نعوذ باللہ داغ لگے گا اور اگر وہ حکم نہ موافق شرع تہا نہ مخالف شرع یونہیں مباحات دنیوی مین سے
تہا تو حضرت ہارون علیہ السلام کا قصور ہے کیا تہا جو حضرت موسے علیہ السلام نے اون کا ہتک عزت
کیا نہ نبوت کا اونکے لحاظ کیا نہ بزرگی اور بڑائی کا لحاظ کیا قطع نظر نبوت کی حضرت ہارونؑ بڑے بہائی
بہی تو تہے اور بڑا بہائی بجائے باپ ہوتا ہے بہرحال حضرت موسے علیہ السلام کی یہ حرکت از قسم معصیت
تہی جس سے عصمت کو داغ تو کیا لگے بالکل سیاہی بنجاے اگر حضرت موسے علیہ السلام اور حضرت ہارون
علیہ السلام کی عصمت باوجود اس دست و گریبان ہونے کی ہی نہیں جاتی اور حضرت ہارون علیہ السلام کے
عاصی سمجہنے سے چنانچہ آیہ معصیت امری شاہد ہے اونکی عصمت کو داغ نہیں لگتا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے
اگر دف کو مزمار شیطانی سمجہ کر منع کیا تو کیا بیجا کیا اسمین اور اوسمین تو زمین آسمان کا فرق ہے وہ قصہ کلام اللہ
مین جسکے انکار سے آدمی کافر ہو جاتا ہے یہ قصہ حدیث واحد مین جسکے انکار سے کفر عاید نہیں ہوتا وہان
حضرت موسے علیہ السلام جو نبی ہین اور نبی بہی کیسے نبی حضرت ہارون علیہ السلام کو عاصی سمجہتی ہین اور
ظاہر ہے کہ نبی کا فہم کیسا ہوتا ہے یہان اگر دف کو مزمار شیطانی سمجہا تو ابو بکر صدیقؓ نے سمجہا جو اونکے معتقدون
کے نزدیک ہی نبی نہیں امتی ہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم ہین حضرت موسے اور حضرت ہارون
علیہ السلام سے بدرجہا کمتر ہین انکی غلط فہمی سے سنیونکو کچہ عیب نہیں لگتا کیونکہ اونکے یہان سوائے نبی
کے کوئی معصوم ہی نہیں اور شیعون کے اصول کے موافق نبی تو نبی امام بہی معصوم پہر سنیے تو اعمال
ہی مین معصوم کہتے ہین جیسے معصوم کہتے ہین شیعہ معصومونکو فہم مین بہی معصوم سمجہتی ہین یعنی جیسے اعمال مین
معصوم ہوتے ہین جسکا حاصل یہہ ہے کہ گناہ اون سے صادر نہیں ہوتا ویسے ہی غلط فہمی سے معصوم ہوتے
ہین سو اگر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے غلطے سے دف کو مزمار شیطانی کہدیا تو کیا گناہ کیا ایک غلط فہمی
جس سے نہ ولایت مین نقصان ہے سنیونکے نزدیک نہ خلافت مین بلکہ اونکے نزدیک نبی سی بہی غلط فہمی
ممکن ہے اور حضرت موسے علیہ السلام سے سنی شیعونکے نزدیک غلط فہمی تو ممکن ہی نہیں حضرت ہارون
علیہ السلام کو جو اونہون نے عاصی سمجہا تو شیعونکے نزدیک نعوذ باللہ صحیح ہے سمجہا ہوگا علاوہ
برین حضرت ابو بکر صدیق نے اگر شیطان کی طرف نسبت کیا تو بجانے والو نکے فعل کو۔

نسبت کیلیہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت نہین کیا بلکہ آپ ہی کی خاطر اونکو جہڑ کا یعنی
جیسے اور کافرون فاسقون سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب نہین کرتے تہے لڑتے جہگڑتے تہے
یہان بہی بمقتضاء ادب و محبت نبوی غصہ ہوئے اور منع کیا اور جیسے اور کفار فجار کی اعمال کے دیکہنے
کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونہون نے یون خیال نہین کیا کہ آپ بر ضاء و رغبت
دیکہتے ہین ایسے ہی یہان بہی بشرط علم بیداری یہ نہین سمجہا تہا کہ آپ برضاو رغبت سنتے ہین
بلکہ سباق کلام سے فہم ہو تو یہ بات صاف روشن ہے کہ ابوبکر صدیق رض نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی نسبت بہی خیال کیا کہ آپ کو یہ فعل برا معلوم ہوتا ہو گا پر آپ شاید ایسے چپ ہون
جیسے بعضے بزرگ بوجہ کمال حلم چہوٹون کے بہت سے بد لحاظیون پر سکوت کرتے ہین غرض
حضرت ابوبکر صدیق رض کے گمان مین یہ آیا کہ آپ کو لاریب برا معلوم ہوتا ہے مگر چونکہ مکروہات
تنزیہی سے آپ منع نہین فرماتے اسلئے آپ نے کچہہ ارشاد نہین فرمایا سو ابوبکر صدیق رض کو بوجہ
کمال ادب اتنی بات ہی بری معلوم ہوئی اور یہ ایسا قصہ ہے کہ اپنے بزرگ کے سامنے۔
کوئی لڑکا حقہ پینے لگے اور وہ بوجہ دانشمندی خود تو کچہہ نہکہین پر اونکے خادم یون کہین کہ ہین ایسی
بے ادبی بزرگون کے سامنے لیکن تحریر ملاحظہ قصہ موسے و ہارون علیہما السلام سے خوب روشن ہے
کہ حضرت موسے علیہ السلام نے خود حضرت ہارون علیہ السلام ہی کو عاصی سمجہا اور اسے بہی جانے
دیجے عصیان اور مزمار شیطان مین بہی زمین آسمان کا فرق ہے مزمار شیطان کہنے سے تو فقط اتنی
بات معلوم ہوئی کہ شیطان کو اس فعل مین دخل ہے یا شیطان اس سے خوش ہوتا ہے یہ نہین ثابت
ہوتا کہ شرک ہے یا کفر ہے یا گناہ کبیرہ یا صغیرہ یا مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی غرض ایک گول بات ہے
کہ جسکے بیس پہلو ہین اور ظاہر ہے کہ شیطان کو ان سب باتون مین دخل ہے بلکہ طول امل اور حدیث
نفس تک بہی شیطان ہے سے ہوتے ہین اوپر حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت شیطانکے وسوسہ
اندازی خود کلام اللہ ہی مین مذکور ہے فوسوس لہما الشیطان سورہ اعراف مین اور فازلہما الشیطان
عنہا فاخرجہما مما کانا فیہ کبہی دیکہا سنا ہوگا اوپر سورہ انبیا مین وما ارسلنا من قبلک

من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ موجود ہے ان سب آیتون کی ترجمے دیکھئے اور انصاف کیجے کہ وسوسہ اور القاء شیطانی کے اضافت مزمار شیطانی کی اضافت سے کس بات مین کم ہے مگر عصیان نافرمانی کو کہتے ہین جس سے انبیاء بالیقین معصوم ہین اب حضرات شیعہ برائے خدا انصاف فرمائین کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی کے مزمار الشیطان کہنے اور سمجھنے سے عصمت کو بٹا لگا یا حضرت موسے علیہ السلام کی افعصیت امری کہنے سے ۔ صاحبو یہ ساری خرابی کلام اللہ کے یاد نہونے اور کلام اللہ پر تمسک اور عمل نکرنے کی ہے اگر حضرات شیعہ کو کلام اللہ کی طرف توجہ ہوتے تو اس اعتراض کو تو منہہ پر بہی نلاتے بخیر خداوند کریم ہمین اونہین کلام اللہ کی پیروی کی توفیق دے بالجملہ ۔ حضرات شیعہ کی خدمت مین اب ہماری یہ عرض ہے کہ ابو بکر صدیق رض تو بہ مقتضاء تقریر بیقصور نکلی پر آپ صاحبون کو اب ہماری اس اعتراض کا جواب دینا چاہئے کہ حضرت موسے علیہ السلام نے باوجودیکہ حضرت ہارون علیہ السلام کی نبوۃ اور عصمت سے سب سے زیادہ واقف ہے کیونکہ آپ ہی کی استدعا سے اون کی نبوۃ کی نوبت پہونچی پہر کیون اون کو عاصی سمجہا اور پہر سمجہے بہی تو اس درجہ کو کہ شک کا بہی احتمال نہین ہر طرح سے یقین کا یقین ہے ورنہ سر کے بال اور داڑہی کے بال کے پکڑنے اور کہینچنے کی نوبت نہ آتی بلکہ آیت لا تشمت بی الاعداء ولا تجعلنی مع القوم الظالمین سے تو یون معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسے علیہ السلام نے اون کو زمرہ ظالمین سے سمجہا۔ **جواب** سوال دوم ۔ اس سوال سے کچہہ معلوم نہوا کہ غرض سائل کیا ہے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ افضلیت حضرت رابع الخلفا سید آل عبا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ مد نظر ہے اور بایں وجہ در پردہ خلفاء ثلثہ کی عدم استحقاق کا مظہر ہے سو اسکا جواب اول تو یہی ہے کہ حدیث مسطور سنیون کے نزدیک احادیث معتبرہ مین سے نہین صحاح ستہ مین ہے نہ مشکوۃ مین نہ کسی اور حدیث کی کتاب مین باقی صواعق محرقہ اول تو حدیث کی کتاب نہین رد روافض مین ایک کتاب ہے اور اگر فرض کیجے اوسمین کسی حدیث کا ہونا ہی سنیونکی الزام کہانے کو ویسا ہی ہے جیسے حدیث کی کتابون مین کسی حدیث کا ہونا تو پہر کیا اہل سنت وجماعت اپنی کتابون مین صحیح ضعیف معتبر غیر معتبر ہر قسم کی

حدیثین لکھتے ہین مگر اوسکے تین صورتین ہین ایک تو یہ کہ مصنف کتاب یہ التزام کرلے کہ اپنی کتاب ہین صحیح حدیث کے سوا اور کسی قسم کی حدیث بیان نکرونگا جیسے بخاری شریف صحیح مسلم وغیرہ اسکے مثال تو ایسی ہے جیسے نسخہ طبیب کہ اوسمین جو ہے بیمار کے لئے مفید ہے مفید ہی ہے اور ایک یہ صورت ہے کہ صحیح ضعیف ہر قسم کی حدیثین لاتی ہین پر صحیح کو جدا بتلا دیتے ہین اور ضعیف کو جدا ضعیف کہہ جاتی ہین جیسے ترمذی شریف کہ اوسمین کسی حدیث کو کہول کر لکھتے ہین کہ یہ حدیث صحیح ہے اور کسی حدیث کو کہول کر کہجاتے ہین کہ یہہ حدیث ضعیف ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے اکثر کتب طب مین ادویہ مفردہ مرکبہ نافعہ مضرہ اور اغذیہ نافعہ مضرہ سب لکھتے ہین پر اوسکے ساتھہ یہہ لکھہ دیتے ہین کہ یہہ دوا یا غذا نافع ہے اور یہہ دوا یا غذا مضر ہے سو کتب طب مین کسی چیز کو دیکھکر جیسے کوئی نادان بہی یہہ نہین کہہ پڑتا کہ فلانی دوا یا غذا طب کی کتاب مین ہے آؤ اسکو استعمال کرین ایسے ہی احادیث ضعیفہ کو کتب احادیث مین دیکھکر کا استدلال مین استعمال کرنیکا خیال بہی کسی عاقل کو نہین آسکتا تیسری یہ صورت ہے کہ مصنف کتاب اپنی کتاب مین فقط موضوعات یا احادیث ضعیفہ ہے کو جمع کرے اور غرض التزام سے یہ ہو کہ دینداران سادہ لوح کیلئے یہ کتاب ایسی رہی جیسے طبیب پرہیز کی چیزون کی تفصیل لکھکر حوالہ کر دی تاکہ کل کو کوئی دہوکا نکہاے موضوعات ابن جوزی وغیرہ سب اسی قسم کی ہین سو ایسی کتابون سے سنیون کے الزام کے لئے کوئی حدیث نقل کیجائے تو بڑے ہی شوخ چشمی ہے چوتہی صورت ہے کہ بطور بیاض کسینے ایک مجموعہ اکہٹا کیا اور رطب یابس سب اسمین بہرلی تاکہ وقت فرصت تحقیق کرکے صحیح کو رہنے دینگے اور ضعیف کو نکال دینگے اور پہر اتفاق سے اتفاق نہوا یا ہوا تو وہ اصل مسودہ بیاض کسیکے ہاتہہ لگ گیا اسصورت مین بہی عاقل کا یہ کام نہین کہ اوس سے استدلال کرے اکثر غیر مشہور کتابین حدیث کی ایسی قسم کی ہین سو غیر مشہور کتابو لنے حدیثون کا بیان کرتا جب تک مفید مطلب نہین کہ کسی محقق نے اسکی تصحیح نکی ہو چنانچہ ظاہر ہے سو اس حدیث کی کسی محقق اہل سنت نے آج تک تصحیح نہین کی جو حضرات شیعہ کو گنجایش استدلال ہو اور ان سبکو جانے دیجئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ مین ہے اس سے زیادہ فضیلتین خلفائے ثلثہ مین موجود ہین کتابین معتبر بہری ہوئی ہین لکہنے
کی کچہ حاجت نہین اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اگر مین کسو سوا خدا کے
دوست اور خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سب سے افضل سمجہتے تہے علی ہذا القیاس دبہت سے فضائل ہین حضرت علیؓ کی اس فضیلت سے جو حدیث
مذکور سے مستنبط ہے یہ نہین ثابت ہوتا کہ وہ سب سے افضل ہین ہان حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت مذکورہ سے
اونکی افضلیت واضح ہے اور اسکو بہی جانے دیجیے ہم پوچہتے ہین کہ حدیث مذکور اگر صحیح ہو تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے حضرت علیؓ افضل ہونگے یا نہونگے اگر آپ سے ہی افضل ہونگے تو ہمین بہی کچہ شکایت نہین مگر
جیسے باوجود افضلیت حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو حکومت ندی اپنی ہی تحت تصرف رکہی
ایسے ہی حضرت ابوبکر صدیق نے بہی کیا اتنا فرق ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اتباع نبوی کیا کہ حق بحقدار نہو نچا
اور اسی وجہ سے مصیب ثواب ہی ہونگے انشاء اللہ کیونکہ اتباع سنت تو بہرحال موجب ثواب ہے ہوتا ہے شیعہ
بہی اسکے قائل ہین اور سنی بہی اسکے معترف اور اگر باوجود ان فضائل کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل
نہین تو یہ مطلب ہوگا کہ یہ فضائل ہین تو کیا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین بہی یہ فضائل ہونگے یا ان فضائل
کے مقابل مین اور فضائل ہونگے تو سنیون کی بہی یہی گذارش ہے کہ ابوبکر صدیق مین بہی یہ فضائل ہونگے یا اونکے
مقابل مین اور فضائل ہونگے بالجملہ بدستاویز حدیث مذکور اگر حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق
سے افضل تہے تو اسی حدیث کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہی افضل تہے کیونکہ یہ فضائل تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو بہی اس حدیث کی موافق نصیب نہین ہوئی اور وہ بہی حضرات شیعہ کے طور پر کیونکہ حضرت
ابوبکر صدیقؓ سے تو اونکی افضلیت اسی وجہ سے ثابت ہوگی کہ اس حدیث کے سیاق سے حضرت امیر ہی کا اختصاص
ان اوصاف کے ساتہ معلوم ہوتا ہے پہر جب بوجہ اختصاص ایک سے افضل ہوے ویسے ہی سارے جہان سے
افضل ہونگے اسمین سید الانبیا ہو یا سید الصدیقین ہون اس صورت مین ابوبکر صدیق کو تو خلافت کے
دبا لینے کے لئے یہی حجۃ کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود فضیلت حضرت امیر
اونکو حکومت ندی آپ ہی قابض و متصرف رہے مجکو لازم ہے کہ مین بہی اسیطرح حضرت

امیر کو حکومت ندو ن تاکہ حق کی ندینی مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہاتہہ سی نجاوی
علاوہ برین وقت وفاۃ امام مسجد کیا تو ابو بکر کو کیا جس سی ہر عام و خاص نی یہی سمجہا کہ جو دین کا پیشوا
یعنی وہی دُنیا کا پیشوا یعنی جیسی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کی پیشوا تہی اور امام نماز
تہی ایسلئی دُنیا کی بہی امام یعنی حاکم تہی ایسی ہی ابو بکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی نماز کا امام
بنایا جو سب دین کی باتو نمین افضل ہی لاریب دین مین یہہ سب سی زیادہ ہونگی سو انہین کو دنیا کا
بہی امام بنانا چاہئی علی ہذا القیاس خود ابو بکر کی ذہن مین یہی آیا ہو کہ جب مجہی دین کا امام بنایا دنیا کا
بہی مین ہی امام ہونگا لیکن حضرات شیعہ اسکا کیا جواب دینگی کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نی
جو حضرت امیر کا حق نہ دیا اور آپ دبای رکہا پہر وقت وفات بہی کیا تو وہ کیا جس سی سب عام و خاص
اولٹا سمجہہ گئی تو آپ نی کسکی پیروی کی خدا کا حکم تو یہی ہی کہ حاکم ہونا افضل ہو ورنہ پہر شیعونکو سینو ن
پہر کیا اعتراض رہیگا سواس صورت مین لازم یون تہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاکم حضرت
امیر کو بناتی آپ محکوم بنتی اور اسی ہی جاتی دیتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہی بشر تہی کچہہ خوف
ہوا ہو گا ابو بکر اور عمر سی نعوذ باللہ ڈر گئی ہونگی خود خداوند کریم باایہمہ دعوی عدل و انصاف جسکی
معنی شیعونکی نزدیک یہہ ہین کہ خدا کی ذمہ پر عدل واجب ہی خلاف و انصاف وہ کوئی بات کرہی
نہین سکتا حضرت امیر کا حامی اور طرفدار کیون نہوا یا تو یون کہئی کہ خدا کی ذمہ حق کا پہونچانا واجب
نہین تب تو سنیونکا مذہب برحق نکلا کہ خدا کی ذمہ عدل واجب نہین اُسکو اختیار ہی جو چاہے سو کری
چنانچہ خود ہی فرماتا ہی لایسئل عما یفعل وہم یسئلون اور کیونکر اختیار نہو وہ سبکا مالک ہی ظلم تو جب ہو
جب کسی غیر کی چیز مین بی موقع تصرف کری اگر کوئی شخص اپنی سلطنت اور ریاست یا خزانہ یا کوئی چیز
کسی کمتر کو ہبہ کر دی اور افضل کو ہبہ نکری تو اُسکو کوئی نادان ہی ظلم نہین کہہ سکتا یا یون کہو خدا پر
عدل تو واجب ہی پر انصاف یہی تہا کہ حضرت ابو بکر خلیفہ ہون کیونکہ وہ سب سی افضل تہی تب اہل سنت
ہی کا پلا جہنا رہا یا یون کہو عدل یہی واجب تہا اور حق یہی حضرت علی ہی کا تہا پر نعوذ باللہ نعوذ باللہ
ابو بکر اور عمر کی سامنی خدا کی کچہہ نچلی زبردستی یہہ دونون علی کا حق دبا بیٹہی تب سنیون ہی کا بول بالا
رہا جنکی ایسی پیشوا کہ نعوذ باللہ خدا کی بہی انکی سامنی نچلی اونکو حضرت کی پیروی کی کیا پرواہ اور
اُنکی ناخوشی کا اندیشہ حضرات شیعہ یا تو ان باتون کا معقول جواب دین ورنہ فکر آخرت کرین اور توبہ

توبہ کرین اب سب صاحبونکی خدمت مین یہہ عرض ہی کہ اسطرحکے کلمات کی زبان پر لانی سی واللہ جی
ڈرتا ہی خدا کی شان کی آگی ابوبکر اور عمر تو کیا چیز ہین خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی جو افضل مخلوقات
ہین اور محبوب ذات پاک ہین ایک بندہ ہی ہین ایک ذرہ کی ہلانی کی طاقت نہین رکہتی پہہ کہیں نقل کفر
کفر نباشد حضرات شیعہ کی خرافات کو بناچاری نقل کرنا پڑا جواب سوال سوم اس سوال کی دیکہنی
سی یون معلوم ہوتا ہی کہ جناب سائل وقت سوال کچہہ بہنگ ہی نوش جان کئی ہوئی ہین اہل فہم
کو بہی نہین معلوم ہوتا کہ وہ سنیون پر اعتراض کرتی ہین یا شیعون یا دونون پر یا یون ہی ایک غمزہ
بیجا اور عشوہ بیمحل ہی صاحبو اول تو واقدی اہل سنت کی نزدیک مؤرخ معتبر نہین مجمع البحار کی آخر مین
دیکہہ لیجئی واقدی کی شان مین کیا لکہا ہی مگر اسبات کو تو ناظران اوراق عقب گذارتی پر محمول کرینگی
اور یہہ کہین گی کہ ساری باتونکو محرر اوراق نے غلط ہی بتانی لگا اور صاحب سوال جناب معترض کو کوئی
یون نکہیگا کہ حضرت نی جوبات لکہی طوفان شیطانی ہی لکہا ہی کوئی اہل علم تو بتائی کہ حضرت نی سواء ایک
بات کی کونسی بات سچی لکہی اسلئی یہہ عرض ہی کہ ہمنی آپ کی خاطر اس روایتہ کو مانا حضرت عائیشہ کی رونی
کی اگر شکایت ہی تو حضرت امیر ہی بشہادت سوال محمد بن ابی بکر کو روی اگر حضرت عائیشہ نی اسبات کا
دہیان نکیا کہ کل اسنی میری صحابیتہ اور زوجیتہ کا کچہہ لحاظ نہین کیا تہا تو حضرت امیر نی بہی اسکا کچہہ
دہیان نفرمایا کہ کل اسنی حضرت عائیشہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیتہ اور
صحابیتہ کا دہیان نہین کیا تہا مجکو اسکی غم مین رونا مناسب نہین بلکہ یون کہو حضرت امیر نے ہی جنگ
جمل مین حضرت عائیشہ کی زوجیتہ اور صحابیتہ کا لحاظ نہین کیا اگر اسبات کا لحاظ نکرنا برا تہا اور اسوجہ سی
انکا غم مناسب نہ تہا تو یہہ فرمائی حضرت امیر نی ایسا برا کام کیون کیا اور اگر یہہ مدعا ہی کہ حضرت امیر
جنگ جمل مین حق پر تہی اور دلیل اسکی یہہ ہی کہ محمد بن ابی بکر صدیق نی اپنی بہن کا کچہہ لحاظ نہ کیا تو
اسکا جواب یہ ہی کہ لاریب حضرت امیر برحق تہی ہم وہ نہین کہ مثل شیعہ حق بات کو ہضم کر جائین پر
اس کہنی سی کیا فائدہ محمد بن ابی بکر سنیونکی کون سی مقتدا اور پیشوا اور امام وقت تہی جنکا فعل سنیونکی
نزدیک مستند ہو دوسری یہ ہی کہ اگر انکا فعل سند ہی ہو تو حاجت سند کی کیا ہی اہل سنت حضرت امیر
کی خلافت کیوقت انکی خلیفہ برحق ہونے کی ویسی ہی قائل ہین جیسی خلفاء ثلثہ کی خلافت کی حقیقت کی
انکی ایام خلافت مین قایل ہین سند کی تو اسوقت ضرورت ہوتی جب اہل سنت حضرت امیر کی برحق

ہونیکے منکر ہوتی پر اس بیہودہ سرائی سے کیا فائدہ تہا حضرت عائشہؓ اور حضرت امیر کے رد سے آپکو کیا ہاتھ آیا پہر تو فرمایئے
یہ کونسی دلیل ہے اسی کلام اللہ کی آیۃ کہیئے یا حدیث کی دلالت کہیئے اس دیوانوں کی سی ترنگ سے اس بحث مین کیا
ہاتھ آیا خلافت حضرت امیر اس سے ہاتھ آگئی یا آپ کی امامت کا تمسک اور قبالہ اس سے درست ہوگیا نقل مشہور ہے
بیاہ مین بیچ کا لیکہا کجا امامت حضرت امیرؓ کجا یہ مہمل تقریر اور اگر مقصود دلی وہی اظہار خبث باطن نسبت زوجہ
مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہے اور اس پردہ مین حضرت عائشہ پر طعن مد نظر ہے تو موافق مصرع مشہور
کلوخ انداز را پاداش سنگ ست مناسب تو یون تہا کہ انتقام ام المومنین محبوبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
مین ہم بھی اپنی دلکے پہپولے پہوڑتے پر ایسے نابکار ونکو برا کہا تو کیا ہوا شیطان کو برا کہنے کی حاجت ہی کیا ہے اور
اوسکی ہجو اور مذمت کی ضرورت ہی کیا ہے جیسے اونکی خوبی اور بزرگی معلوم ہے حضرات روافض کی شان مین
یہی مشہور ہے الرافضی فواڑ العنت از دہ بگذرد بر وے بترد بالجملہ رافضیون کے برا کہنے کی تو حاجت نہین ہان
جواب اعتراض چاہیئے سو تحقیقی جواب تو اسکا یہ ہے کہ لاریب اپنے ایام خلافت مین حضرت امیر افضل البشر
تہے اور بے شک وہ برحق تہے اور حضرت عائشہؓ خطا پر تہین لیکن بوجہ خطا و نسیان انسان معاتب نہین ورنہ روزہ
مین بہول کر پانی پینا کہانا کہانا بوجہ خطا جیسے وضو کرتے مین کبہی پانی حلق مین اوتر جاتا ہے ایسے امور کا مرتکب نا
موجب عذاب و وجوب کفارہ ہوا کرتا علی ہذا القیاس بوجہ غلطی اگر کوئی حرکت ناسزا ہو جائی تو اوسپر بہی
خدا کے یہان سے گرفت نہین ورنہ ابر کے روز قریب غروب آفتاب کہ ابہی آفتاب غروب ہوا ہو اگر کوئی شخص
بوجہ غلطی یون سمجہ لے کہ آفتاب غروب ہوگیا اور یہ سمجہکر روزہ کہول لے اور پہر آفتاب نمود ہو جائے جیسا
اکثر ہو جاتا ہے تو لازم یون ہے کہ ایسا شخص معذب ہوا کرے حالانکہ باتفاق شیعہ سنی ایسے افعال پر خدا کے
یہان مواخذہ نہین ایسے ہی مشاجرات صحابہ اور محاربات اصحاب جو باہم پیش آئے یا منازعات انبیا جیسے
حضرت موسےٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا قصہ گذرا سب بوجہ غلطی ہوتے ہین جان بوجہ کر نہین ہوتے
جو اونپر اعتراض کیا جائے باقی رہی یہ بات کہ وجہ غلطی کیا ہوئی اسکا جواب اول تو یہی کہ ہمکو اس سے کیا بحث
حضرت موسےٰ اور حضرت ہارون کی طرح دونون بزرگ سمجہنا چاہیئے اور تحقیق ہی مد نظر ہے تو سنیئے
حضرت عثمان کے قاتل حضرت امیر کے ساتہ ہو لئے تہے سو حضرت امیر اول تو بانیو جہ قصاص

کے لینے مین دیر کر رہی تہی کہ ان شورہ پشتون نے بنی بنائی بڑی ہمکی خلافت کو جب ایسا زیر و زبر کر دیا تو میری خلافت تو جمتی ہی نہین پائی میرے قابو مین کب آئینگے دوسرے بلوی کی بات ہے تحقیق کی بعد قاتل غیر قاتل کو پہچانکر قصاص لیا جائیگا حضرت عائشہ اور حضرت زبیر اور حضرت طلحہ وغیرہ یہ سمجہے کہ حضرت امیر ان ظالمونکی طرفدار ہین چنانچہ حضرت امیر معاویہ نے یہ جو محمد بن ابی بکر کو مارا تو اوسکی وجہ یہی ہوئی کہ انکو منجملہ شریران قاتلین سمجہتے تہے یہ بات جدی رہی کہ یہ ہی بات تہی ورنہ حضرت عائشہ اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کا خود ارادہ قتال ہی نہ تہا حضرت عثمان کے قاتل جو ان لوگون کو ڈراتے تہے تو اپنی جان بچانے کو بصرہ کو جاتی تہے حضرت امیر نے تعاقب کیا انجام کار یا نوجہ کہ قاتلان مذکور نے بغرض فساد دو گروہ ہو کر دونون لشکر دن پر شبخون مارا ہر اک نے دوسرے کی دغا سمجہی اور لڑ لڑا کر قصہ تمام کیا مگر بشہادۃ کلام اللہ حضرت موسے علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام پر کشتی توڑ ڈالنی اور لڑکی کے مار ڈالنے کے مقدمہ مین اعتراض کیا چنانچہ سورہ کہف مین یہ قصہ مفصل مذکور ہے جسے شوق ہو سولہوین سیپارہ کے شروع سے پہلے ایک رکوع نکالکر دیکہنا شروع کرے حضرت موسے کا اونکے پاس جانا اور دوبارہ تسلیم عہد و پیمان کرنا پہر بااینہمہ اعتراض کرنا اور نیز حضرت خضر کا اون باتون مین بے قصور ہونا سب بخوبی واضح ہو جائیگا اور نیز یہ ہی واضح ہو جائیگا کہ حضرت موسے علیہ السلام نے غلطی ہی کہائی اوپر سے بتلائے کچہ سمجہ مین نہ آیا اب میری یہ عرض ہے کہ حضرت موسے علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے پاس آپ نہین گئے خدا کے تو بہیجے ہوئے گئے خدا نے اونکو علم اور بزرگی کی اونسے تعریف کی پہر اونہون نے یہ کہہ لیا کہ تم سے میری باتو پر صبر نہو سکیگا تم میرے ساتہ نہو خود حضرت موسے علیہ السلام نے اقرار کر لیا کہ مین کچہ تکرار نکرونگا بااینہمہ نوبت کمال عقل ایسا کہ کیسی ہی باریک بات کیون نہو اوسے سمجہ جائین پہر اسپر بہی حضرت موسے نہ سمجہی اور نہ سمجہنا تو درکنار یون نہین سمجہتے کہ اسمین کوئی کچہ بہید ہوگا صبر کرنا چاہیے اور پہر نہ سمجہنے کی بہی نوبت یہانتک آئی کہ بتلائے نہ سمجہی اگر ہم جیسے اور تم جیسے مسلمان دنیا کم عقل کم فہم ان قصونکی حقیقت کو نسمجہین جنہین مراتب مذکورہ مین سے ایک بات ہی نہین تو کیا بعید ہے بلکہ لازم یون ہے کہ نسمجہین ہان یہ سمجہکر کہ ہماری سمجہ کا قصور ہے ان بزرگوارونکا قصور نہین اون پر اعتراض نکرین جیسے حضرت موسے علیہ السلام پر ہمکو اعتراض کرنیکی گنجایش نہین اس تقریر سے حضرت معاویہ پر بابت

قتل محمد بن ابی بکر اگر اعتراض ہی یا بہ نسبت محاربات حضرت امیر کچھہ طعن ہی وہ بہی مندفع ہوگیا بالجملہ
اہل سنتہ وجماعت کی نزدیک یہہ محاربات بوجہ غلطی واقع ہوی طرفین مین سی قصور کسیکا نتہا جیسی
حضرت موسی اور حضرت ہارون علیہما السلام کے دست وگریبان ہونی اور ہاتہاپائی مین قصور دونون مین
سی کسیکا نتہا باقی رہا جملہ حربک حربی اسکی یہ معنی ہین کہ جان بوجہ کر نہ بوجہ غلط فہمی جو تمسی لڑیگا تو گویا وہ
مجہسی سی لڑیگا یہہ نہین کہ جسطرح سی کوئی تم سی لڑی عمداً لڑی یا خطاء بوجہ غلطی لڑی یا بوجہ غلط فہمی
وہ سب میری ہی لڑائی کی برابر ہی ورنہ آیتہ ماکان لمومن ان تقیل مومنًا الاخطاء جسکی معنون سی صاف
یہہ بات روشن ہی کہ قتل خطا مین کچھہ گناہ نہین غلط ہوجائیگی اور یہہ بہی نسہی اگر حدیث مذکور عام ہی تو
اسی وجہ سی عام ہوگی کہ ظاہر الفاظ عموم پر دلالت کرتی ہین مگر جیسی مفہوم حربک کو عام لیتی ہو
مفہوم حربی کو بہی عام سمجہئی اور پہر بہدایت فہم تقابل ملحوظ رکہئی یعنی یون کہئی تمسی عمداً لڑنا تو مجہہ
سی عمداً لڑائی کی برابر ہی اور تم سی خطاء لڑنا مجہسی خطاء لڑنی کی برابر ہی مگر ظاہر ہی کہ رسول اللہ علیہ
وسلم سی عمداً لڑنا اور آپکو جان بوجہکر تکذیب کرنی بُری ہی اور غلطی اور بیخبری مین اگر کسی سی یہ حرکت
ہوجائی اور بعد علم متنبہ ہوکر شرائط آداب بجالاوی تو عقل نقل کی روسی قابل عتاب نہین عقل کی
گواہی کی تو حاجت نہین اہل عقل کی نزدیک بدیہی ہی نقل کی بات پوچہئی تو کلام اللہ موجود ہی لیعذ ما نہین
اور من بعد ماجاہتم البنیات اور لفظ وہم یعلمون سی صاف ظاہر ہی کہ عتاب اسیوجہ سی ہی کہ وہ جانکر
ایسی حرکتین کرتے ہین بلکہ آیتہ ولئن اتبعت اہواءہم بعد الذی جاءک من العلم مالک من اللہ من
ولی ولا نصیر سی تو یون معلوم ہوتا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہی بوجہ بیخبری اگر کچھہ خلاف
مرضی خداوندی کر جائین تو کچھہ حرج نہین بالجملہ خدا کی مخالفت بوجہ غلطی جب مضر نہو تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفۃ بدرجہ اولی مضر نہوگی پہر حضرت علی کی مخالفتہ اگر بوجہ غلطی ہو تو اسکا
تو کچھہ ذکر ہی نہین اور یہہ بہی نسہی لفظ حربک عام اور لفظ حربی شیعونکی زبردستی سی خاص ہی مگر جیسی
حدیث مذکور مین پہلا لفظ عام ہی آیتہ ومن یقتل مومنًا متعمداً فجزاءہ جہنم خالدا فیہا وغضب اللہ
علیہ ولعنہ واعدلہ عذابا عظیما بہی باعتبار الفاظ عام ہی یاغی زانی قطاع الطریق اسمین سب آگئی
اب فرمائی کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی زانیکو قتل کیا حضرت امیر نی سیکڑون باغیونکو
تہ تیغ کیا ادہر اب تک یہ آیتہ سبکی معمول بہا نہ مجتہدان شیعہ اس سی انکار کرسکین نہ علماء

اہل سُنت پہر یہہ کیا انصاف ہی کہ ایک حدیث کی بہروسی جسمین کسیقدر ضعیف ہی اسی یہہ بہی احتمال ہی کہ غلط ہو تشاغل وشور ہی کہ انظمتہ اللہ آیتہ کو نہین دیکہتی کہ اسمین شمہ ہی باقی نہین چہوڑا تفسیر غلطی اور کذب رواۃ کا احتمال نہین پہر اسکی باعث کہان کہان یہ اعتراض پڑتا ہی اور جواب الزامی یہہ ہی کہ اگر حضرت امیر کی حق مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی حربک حربی فرمایا ہو تو ازواج مطہرات کی حق مین النبی اولی بالمومنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم فرمایا ہی ادہر عام والدین کی حق مین لاتعبدون الا اللہ وبالوالدین احسانا فرمایا ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج جو ام المومنین ہین انکی حق مین تو اُس ہی زیادہ تاکید ہو گی اب میری یہہ عرض ہی کہ حضرت علیؓ کی ایمان کیا کمال ایمان مین بہی شک کی گنجایش نہین جو یون کہئی کہ اور نکی والدہ تہین اُنکی تہین پہر کیا ہی احسان تہا کہ ایسی والدہ کا یون مقابلہ کرتی اور اگر یہہ خیال ہی کہ خطا پر نہین تو یہہ بات کس موہنہ سی کہنی مناسب ہی سُنی کہلین تو کہلین شیعو نکو اسکی کہنی کی مجال نہین کیونکہ آیتہ یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا اُنکی نزدیک عصمت پر دلالت کرتی ہی اور پہر یہہ آیت دیکہہ لیجئی کسکی شان مین نازل ہوئی ہی ازواج مطہرات کی یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کلام اللہ موجود ہی دیکہہ لو ازواج کا ذکر ہی یا حضرت امیر کا اور اگر حدیث عبا پر کو دتی ہو تو اُس سی صاف یہی بات نکلتی ہی۔ کہ یہہ آیت اُنکی شان مین نازل نہین ہوئی ورنہ اس دعا کی کیا حاجت تہی کہ عبا مین پنجتن کو شامل کرکی یہہ فرمایا اللہم ہولاء اہل بیتی الخ بالجملہ دعا کرنی جیسی دخول پنجتن زمرہ اہل بیت مین معلوم ہوتا ہی ایسی ہی یہہ بہی معلوم ہوتا ہی کہ یہہ آیت انکی شان مین نازل نہین ہوی ہاں اگر یہہ دعا قبل تنزل آیتہ ہوتی تو یہہ بہی احتمال تہا کہ دعا ہی باعث نزول ہوی ہی مگر اسمین سنی ہی نہین شیعہ بہی اسطرف ہین کہ آیتہ پہلی نازل ہوئی دعا پیچہی ہوئی باقی پنجتن کو پہلی سی اہل بیت فرمایا یہ نفرمایا کہ انکو اہل بیت مین داخل کردی سو اسکی وجہ یہہ ہی کہ اپنی بیگانی اور بیگانی اپنی نہین ہو سکتی جسکی جو قرابت ہی وہی رہتی ہی کوئی غیر آدمی کی نسبت یہہ دعا تو کر ہی نہین سکتا کہ آلہی یہ شخص میرا حقیقی بیٹا بنجای ہان جس سی محبت شدید ہوتی ہی اُسکو بیٹا خود کہدیا کرتی ہین اگرچہ بیگانہ ہی کیون نہو۔ لیپالک کو عرف مین بیٹا کہتی ہین لیکن حقیقی بیٹا ہونا اُس کا ممکن نہین اسیطرح جو اہل بیت نہون اُنکا اہل بیت ہو جانا ممکن نہین جو اسکی دعا کیجاتی کہ الہی انکو اہل بیت حقیقی بنا دو

ہان اونکے ساتہہ بہی معاملہ اہل بیت ہے کا سا تہا اسلیئے آپ نے فرمایا الٰہی یہ بہی میرے اہل بیت ہین تو
اپنا وعدہ ان کے ساتہہ بہی پورا کر اور اگر یون کہئے کہ اہل بیت تو پہلی ہی سے تہی پر دعا کیوقت اونکو اس
سبب سے یاد کر لیا تہا سو یہ بات غور سے دیکہیئے تو گوز شتر سے کم نہین جناب باریتعالی کو یہ معلوم نہا کہ اہل بیت نبوی کون
ہین جو آپ کے تبلانے اور جتلانے کی ضرورت ہوئی جب خداوند کریم نے وعدہ تطہیر کر لیا تہا آپ پورا کرتا پہر دعا کی
کیا حاجت تہی بالجملہ بروے انصاف شیعونکی جی مین بہی یہی ہوگا کہ آیۃ تو ازواج مطہرات ہے کی شان مین ہے
ہان جیسے کوئی بادشاہ کسی امیر سے وعدہ کرے کہ تمہارے گہر کے لوگون کو مین انعام دونگا اور وہ امیر وقت
تقسیم انعام اپنی دختر اور داماد اور نواسون کو بہی بیجاے اور یہ کہے کہ آپ نے میرے گہر کے لوگونکے لیئے وعدہ
انعام کیا تہا یہ بہی میرے گہر کے لوگ ہین کچہہ اجنبی نہین تو وہ بادشاہ باوجودیکہ جانتا ہے کہ بیٹی دوسرے
گہر کا چاند ہے گہر کے لوگونمین داخل نہین نواسے اور داماد تو در کنار گہر کے لوگ گر ہین تو بی بی ہے چنانچہ
اہل بیت کا ترجمہ ہے اہلخانہ ہے یا فرزند وغیرہ جو اوسکے گہر رہتے ہین مگر بوجہ عموم کرم و مزید قدر شناسی امیر
مذکور اونکو بہی انعام دے تو کچہہ بعید نہین ایسے ہی یہان بہی سمجہنا چاہیئے کہ پنجتن باوجودیکہ شرف اور نگاہ کون
رکہتے ہین پر اصل سے اہل بیت مین سے نتہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ماورا اور دیگر انعام جو ہے
دی یا یان انعام اہل بیت مین بہی شریک ہو گئے چنانچہ قرینہ دعا اسپر عمدہ شاہد ہے اور بہت ہا تہہ پاؤن
مارئے تو یہ بات بن پڑتی ہے کہ لقب اہل بیت تو اول سے ازواج اور پنجتن دونونکو شامل ہے خطاب
خاص ازواج ہی کے ساتہہ ہے گو وعدہ مذکور سب ہی کے ساتہہ ہو جیسی کوئی بادشاہ اپنے نوکرونمین سے
ایک نوکر کو بلا کر یون کہے کہ ہمارا کل کو ارادہ ہے کہ اپنے نوکرونکو انعام دین سو یہ خطاب گو اوس ایک ہی کی ساتہہ ہے پر وعدہ سب نوکرونکے لیئے ہے
بالجملہ پنجتن کے اہل بیت مین داخل ہونے کی دو صورتین ہین ورنہ اصل سے یہہ آیۃ ازواج
ہی کے حق مین ہے اونکی خارج اہل بیت ہونیکا کوئی احتمال نہین احتمال ہے تو اہل بیت
کی خارج ہونیکا احتمال ہے اگرچہ غلط ہو کیونکہ باتفاق اہل سنت وہ بہی اس فضیلت
مین شریک ہین اول سے ہی تہے یا پیچہے ہو گئے پہر جب آیۃ مذکورہ عصمت پر دلالت کرے
چنانچہ شیعہ پنجتن کی عصمت اسی سے ثابت کرتے ہین تو ازواج مطہرات بدرجہ اولے معصوم ہونگی اونہون نے جو کچہہ
حضرت امیر کے ساتہہ کیا بجا ہوگا پہر کیا وجہ ہوئی کہ حضرت امیر نے اونکی ام المومنین ہونیکا

لحاظ انکا فرزند کو والدین کی اطاعت چاہئی والدین کو فرزند کی اطاعت کی حاجت نہین ہی وجہ معلوم
ہوتی ہی کہ حضرت امیر کے ذمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہوی کیونکہ وہ حضرت امیر کے
حق مین بمنزلہ والد کی تہی پہہ نہوتا تو ازواج مطہرات ام المومنین ہی کیون ہوتین پہر جب حضرت امیر نے
باوجودیکہ موافق عقیدہ شیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی افضل معلوم ہوتی ہین چنانچہ حدیث نیچ
سوال دوم سی واضح ہی اور بنہر حال فال شیعہ سی ٹپکا پڑی ہی زبان سی کہین یا نکہین بانوجہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اختیار رکھی کہ وہ بمنزلہ والد تہی تو حضرت عائشہ انکی حق مین بمنزلہ والدہ
تہین اور پہر والدہ بہی کیسی معصوم اونکی اطاعت اور فرمان برداری ہی اونکو ضرور تہی سو اب حضرات
شیعہ کیخدمت مین یہہ عرض ہی کہ اپنی اعتراضات کا جواب تو دندان شکن لیچکی ہماری ان اعتراضات
کا جواب بہی چاہئی باقی رہا یہہ قصہ کہ حضرت ام حبیبہ نی گوسفند بہون کر حضرت عائشہ کی پاس بہیجا اور
اون کی بہائی کی نسبت کچہہ کہلا کر بہیجا اور حضرت عائشہ نے گوشت گوسفند کا کہانا چہوڑ دیا اول تو قصہ
بے سند اور اگر ہو بہی تو اسکا ذکر کرنا اور مباحثہ کو ایسی مضامین سی طول دینا خود جنگ زنانہ ہے صاحب
مباحثہ ہی کو سنا پٹینا ہا نہین جو حضرات شیعہ عورتونکی طرح ایسی باتین گاتی ہین اسکی جواب مین فقط یہہ شعر
کافی ہے ٭ اوجہی کو بلاہین آپ تو کچہہ خیر ہی صاحب ٭ لگایا تہہ کسنی آپکی زلف پریشان کو بہ غرض
ایسی باتون سے دین شیعہ مستحکم نہین ہوتا حقانیت کی سند ہا تہہ نہین آتی ہی پہر کیا فائدہ دیوانونکی طرح
جاہلونکی دلمین شبہہ شک ڈالتی ہین۔ **جواب سوال چہارم**۔ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی اول ہمارے
نزدیک ایسی امام نہین جنکی بات خدا اور رسول کی بات کی برابر ہو ایک مجتہد ہین اگر انکی بات کو ایسی
بہی ہو جسپر اعتراض کی گنجایش ہو تو کیا ہوا ہمارے نزدیک تمہاری نزدیک دونونکی نزدیک مجتہد سی
خطا ممکن ہی پہر وہ بہی فروع مین اور فروع مین ہی ایسی بات جو خواہ نخواہ ظاہر نہین مگر ستم تو یہہ ہی کہ
حضرات شیعہ اماموںنی جنکی عصمت کی مثل عصمت انبیاء معتقد ہین ایسی روایتین کرتے جو صاف کلام اللہ
کے مخالف ہین ارشاد مین جو تصنیف علامہ حلی ہی موجود ہی کہ اپنی باندیکو دوسری پر حلال کر دی تو اسکو
اس سے صحبت جایز ہی پہر باندیونمین ہی کیسکی تخصیص نہین جس ہی اسکی اولاد ہو اسکا حلال کر دینا ہی
جایز ہی اور غیرونکو عاریت دیدینا در کنار وقف کر دینا شیعون مین جایز ہی بلکہ ابن بابویہ تو حضرت
امام مہدی کی نام سی ایک رقعہ ایسا روایت کرتا ہے جس کے سننے سے مسلمانون کا بدن کانپتا ہی

حاصل اُسکا یہہ ہی کہ بہانون اور دوستون کو لئی باندیون اور حرمون کی شرمگاہ کی رعایت دینی مین ثواب ہی اور عمدہ عبادات مین سی ہی ادہر متعہ کا آوازہ اور اُسکی فضائل کا شور تو سبہی نی سُنا ہوگا یہی وجہ ہی کہ سیکڑون سنی شیعہ ہوئی چلی جاتی ہین اور کیونکہ نہون جبتی جی تو یہہ مزی اور مرنی کو بعد وہ مرتبے کہ حضرات ائمہ کا مرتبہ نصیب ہو قطرات غسل سی فرشتہ پیدا ہون ایسا دین اور ایسا ایمان تو قسمت ہی سے ملتا ہی اعتبار نہو تو تفسیر میر فتح اللہ شیرازی مین اس آیۃ کی تفسیر مین فما استمتعتم بہ منہن فاتو ہن اجورہن فریضہ دیکہہ لین مینی تو کچہہ ہی نہین لکہا او نہون نی تو وہ فضائل نقل کئی ہین کہ جنکی سننی کو بعد رمضان کیطرف سے جُدا ہی ٹہنڈا ہوا جاتا ہی جہاد کی قدر جدی ہی جی سی نکلی جاتی ہو بلکہ کوئی عبادت متعہ کی سامنی آنکہو مین نہین جچتی غرض ایسی ایسی لذتونکی بدولت اس مذہب کی رونق ہوئی ورنہ جہاد و اجتہاد ائمہ تو معلوم جس سے یہہ فروغ ہوتا اور کہہ سکتی کہ جیسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جہاد و سنی اسلام کو فروغ ہوا اماموںکی جہادون سی مذہب شیعہ کو ترقی ہوئی لیکن باینہمہ صاف کلام اللہ کے مخالف سورہ بنی اسرائیل اور سورہ معارج مین دیکہئی یون فرماتی ہین والذین ہم لفروجہم حافظون الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم فانہم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ہم العادون جسکا ماحصل یہہ ہی کہ جو لوگ بی بی اور باندی کی سواء اور کسیسی صحبت کرین تو وہ لوگ حد سے نکل جانی والے ہین اور ظاہر ہی کہ متعہ کی عورت نہ بی بی ہی نہ باندی بی بی تو اسلئی نہین کہ بشہادت آیۃ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث ورباع نکاح چار سی زیادہ نہین اور متعہ مین شیعونکی نزدیک یہ قید نہین اور لفظ نکاح سی زوجیت ثابت نہین ہوتی تو اس ہٹ دہرمی کا کیا علاج ہی کہ سورہ نساء کی دوسری رکوع مین یون فرماتی ہین۔ ولہن الربع مما ترکتم اور ہن کی ضمیر ازواجکم کیطرف راجع ہے جو پہلی آیۃ مین مذکور ہی اور ازواج سب جانتی ہین کہ بی بی کو کہتی ہین غرض جو لفظ ازواج سورہ بنی اسرائیل اور سورہ معارج مین ہی وہی سورہ نساء مین ہی سو سورہ نساء مین ازواج کی نسبت میراث مین درصورتیکہ اولاد نہو ربع اور اولاد ہو تو ثمن فرماتی ہین سو متعہ کی عورت اگر ازواج مین داخل ہوتی تو اونکو میراث بقدر مذکور ملا کرتی حالانکہ باتفاق شیعہ متعہ کی عورت وارث نہین ہوتی علی ہذا القیاس اور احکام مثل عدت طلاق عدل وغیرہ کی جو نسبت ازواج کلام اللہ مین مذکور ہین متعہ کی عورت کی نسبت شیعہ تجویز نہین کرتی اگر اندیشہ تطویل نہوتا تو مین ہی سب کو بتلا

مگر یون سمجھکر کہ کلام اللہ موجود ہے پڑہنیوالی خود دیکھہ لینگی اسیپر اکتفا کیجاتی ہی بالجملہ زن متعہ داخل
ازواج تو نہین چنانچہ خود شیعہ ہی اپنی کتابون مین زن متعہ کو ازواج مین شمار نہین کرتی باقی رہا
باندی ہونا اسکی ابطال کی کچہہ حاجت نہین خود ظاہر ہی کون کہدیگا کہ زن متعہ باندی ہی ورنہ
بیع شرا ہبہ عتق وغیرہ سب احکام جاری ہوتی جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ زن متعہ زوجہ ہی نہ
باندی تو متعہ کرنی والی منجملہ فاولئک ہم العادون ہوی یا نہوی یعنی منجملہ ظالمین جو معنی عادین ہے
اب غور فرماہئی کہ یہہ مسئلہ باتفاق منجملہ عبادات ہی سبحان اللہ سنیون پر اون باتون پر طعن جو انکی
یہان اگر ہین تو منجملہ مباحات ہین نہ عبادات پہر وہ ہی اختلافی نہ اتفاقی اور وہ ہی اچہا دہر نہ یہہ
کہ جو النصوص قرانی یا نصوص احادیث پہر اونہین ہی کوئی بات خلاف عقل ونقل نہین بلکہ عقل ونقل
دونون اسکی موید ہوسکتی ہین چنانچہ انشاء اللہ عنقریب ہی واضح ہوا جاتا ہی اور اپنی خبر نہین لیتی
کہ یہ صریح زنا مخالف قرآن شریف پہر اسکو یہہ ہی نہین کہ مباح ہی کہکر چپ ہو رہین بروایات آئمہ اس کی
فضایل ہی بیان کرین پہر فضایل ہی ایسی ویسی نہین انسان گرفتار ہوا و ہوس تو درکنار فرشتہ
ہی ہو تو ان فضایل کو سنکر لوٹ پوٹ ہوجای اور متعہ کرنیکو تیار ہو آدمی دوسری پر طعن کری تو اپنی
تو خبر لیلی حضرت آدم کی زمانہ سی لیکر آجتک اس فحش صریح کا یہ اہتمام کسی مذہب کسی ملت کسی دین کسی آئین مین
نہوا ہوگا پہر اسیپر طرہ یہہ ہے کہ بعض روایتون سی تو اجازت عام معلوم ہوتی ہی کہ کواریان اور
رانڈین ہی نہین خاوندوالیان ہی اس عیش ونشاط سی اپنا جی ٹہنڈا کرین پہر وہ ہی ایک
ہی سی نہین دس پانچ مردون سی اختیار ہی چنانچہ علی بن احمد بیتی جو شیعون مین بڑی جلیل القدر
عالم تہی اسیپر فتوی دی مری کہ متعہ دوریہ یعنی ایک عورت کئی مرد لیے متعہ کرلی جایز اور دیکہ
کیا اور ہی بڑی بڑی عالم اونکی ہمزبان ہین علی ہذا القیاس اصح علماء شیعہ کی نزدیک یہی ہی کہ خاوند
والیو نکو متعہ ہی جایز ہی اور اگر یہ بات شیعان زمانہ بروی نقل بالفرض تسلیم نکرین تو بروی عقل
تو قابل تسلیم ہی ہی اگر مجتہدین اولین کی خیال مین اس قسم کی متعہ کی اباحت نہین آئی تو مجتہد العصر
کو تجدید دین فرمانی چاہئی وجہ اباحت اگر ذہن مین نہ آئی ہو تو یہہ خاکسار عرض پرداز ہی پر شکرانہ
احسان ضرور ہی نکاح مین جو عورت کی لئی تعدد ازواج جایز نہین تو یہہ وجہ ہی کہ نکاح از قسم معاملات
ہے بیع شرا کی طرح جس سی معاملہ ہوگیا ہوگیا منجملہ عبادات نہین جو ثواب کی امید ہو اور یہ

تائید ثواب کی تھی اوس پانچ سی کیا جائی اور ترویج دین کی لئی خاوندوالیونکو اجازت دیجاتی ہان بحمد اللہ نعوذ باللہ متعہ مین ماشاء اللہ نعوذ باللہ یہہ فضائل ہین کہ نہ پوچھئی ایک متعہ مین حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا مرتبہ دوسری مین حضرت سبط اکبر علیہ السلام کا مرتبہ تیسری مین حضرت امیر چوتھی مین خود مقام سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوتا ہی اور غور کیجئی تو بقیاس صاحب پانچوین متعہ مین خدائی کی اُمید گو وعدہ نہیں پہر قطرات غسل سی ملایک کا تولد کسقدر موجب برکات ہوگا وہ ملائک اس احسان کی بدلی کیا کیا کچھ عزیزیان دعا و استغفار مین کرینگی اور اونکی تسبیحات کا ثواب بے پایان کیسا حلوا بے دود کی طرح مفت ہاتہہ آئیگا سند مطلوب ہی تو تفسیر میر فتح اللہ شیرازی ملاحظہ فرمائین الغرض یہہ فضائل متعہ اسبات کو مقتضی ہین کہ جسقدر ہوسکی دریغ نکیجئی عورت کیطرف دیکھئی تو اُسکی حق مین متعہ کا کرنا مردونکی حق مین بڑی فیض رسانی ہی اگر وہ نکرین تو مردونکو یہہ فضائل کیونکر میسر آئین علی ہذا القیاس مردونکی طرف دیکھئی تو اونکا متعہ کرنا عورتونکی لئی فیض کا کام ہی سواس فیض کو طرفین مین عام ہی رکہنا چاہئی اور نکاح پر قیاس نفرمائین کیونکہ وہان مقصود بالذات توالد وتناسل ہوتا ہی تحصیل فضایل نہین ہوتا نکاح کی عورت بمنزلہ زمین زراعت ہوتی ہے چنانچہ خود حضرت خداوندی ہی ارشاد فرماتا ہی نساءکم حرث لکم سواس زمین مین اگر دس پانچ کا اشتراک ہوگا تو اسکی پیداوار ہی یعنی اولاد بھی مشترک ہوگی اور با این نظر کہ مقصود بالذات اس زمین سی جسو بی بی کہئی یہہ پیداوار ہی جیسے اولاد کہئی سو جیسی زمین اصلی سی اُسکی پیداوار مقصود ہوتی ہی یہان ہی ہر کوئی اس پیداوار کا خواستگار ہوگا اور نیز خواہش طبعی تولد اولاد ہی اسیکو مقتضی ہی پہر بوجہ محبت طبعی یہہ تو ہو ہی نہین سکتا اسکو یعنی اودسی نیبیچی جو سب مین یون تقسیم ہوجاتی کہ در صورت تعدد اولاد ایک بچہ ایک لیلی اور دوسرا بچہ دوسرا لیلی ورنہ یہ ہوسکی کہ ہر ہر بچہ کو کاٹ پھانٹ کر گوشت کی طرح تقسیم کرین جیسی دو صورتیکہ ایک ہی بچہ ہو صورت تقسیم ہی نظر آتی ہی اسلئی چار ناچار نکاح مین مردونکا تعدد تو ممکن نہوا ان عورتونکی تعدد مین کچھ خرابی نتہی پر متعہ مین مقصود بالذات اولاد ہوتی ہی نہین بلکہ قضاء حاجت اور تحصیل ثواب یا دوسری کی حاجت کا روا کر دینا اور ثواب کا کام کرا دینا بلکہ بعض صورتون مین تحصیل اولاد ممکن ہی نہین جیسی ایک ایک دو دو شب کرئی کوئی عورت روز متعہ کرتی رہی اس لئی کہ ایسی صورت

مین اول تو بوجہ کثرت مجامعت جیسی رنڈیون کی اولاد بہت کم ہوتی ہی۔ اولاد ہی کیون
ہوگی اور اگر ہوگی ہی تو سبہی کی ہوگی کسی ایک کی کیونکر کہدیجی جو اسکی حوالہ کردیجی پہر اولاد
مقصود نہوئی تو وہی قضاء حاجت وتحصیل ثواب یا دوسرے کی حاجت روائی اور تائید کا ثواب
باقی رہگئی سو اسکی ممانعت قرین عقل ونقل ہرگز نہین فیض اور ثواب کا کام جسقدر ہوسکی غنیمت
ہی ایک سی کر نہین ایک فیض اور ایک ثواب ہوگا تو دو سی اور دس پانچ سی کر نہین زیادہ ہم
فیض اور زیادہ ہی ثواب ہوگا علی ہذا القیاس خاوند والیون اور اونکی خاوندونکی حق مین متعہ مین
مضرت مفقود اور منفعت موجود ہی عورت کی حق مین اپنی قضاء حاجت جدی دوسرے کی حاجت
روائی جدی اپنا ثواب جدا دوسرے کی ثواب مین شریک ہوجانا جدا پہر خاوند کی لئی بی محنت
پیچونکی امید بی بوئی جوتی کھیتی کی پکائی ہاتہہ آئی اس سے زیادہ اور کیا نفع ہوگا غرض جو وجہ ممانعت
تعدد ازداج عورت کی حق مین نکاح مین تہین یہان اصلا نہین پہر تجدید دین کو کیون ہاتہہ سے دیکی
اور کاہیکو اس فتواء فیض سی احتراز کیجئی بالجملہ اپنی گہر کا تو یہہ حال پہر شیعہ امام ابو حنیفہ اور
امام شافعی پر طعن کرین تو بہ کرین کہ ایک نی تو شراب کو حلال فرمایا دوسرے نی اولاد الزنا کو
حلال بتایا صاحبو امام ابو حنیفہ نی اگر شراب کو حلال کہا ہی تو مطلق شراب کو حلال نہین کہا ہی
حالت اضطرار مین حلال کہا ہی جیسے خود خداوند کریم نی مردار وغیرہ محرمات کو حلال کہا ہی اعتبار
نہ آئی تو سورہ مائدہ کی پہلی رکوع کو آیتہ حرمت علیکم المیتہ سی لیکر فان اللہ غفور الرحیم تک تلاوت
فرمائین آیتہ حرمت علیکم المیتہ سی اگر مردار وغیرہ محرمات کا حرام ہونا معلوم ہوگا تو آیتہ فمن
اضطر فی مخمصۃ غیر متجانف لاثم فان اللہ غفور الرحیم اسی او نہین محرمات کا حالت اضطرار مین
جواز معلوم ہوجائیگا سو حضرات شیعہ ہی انصاف فرمائین کہ امام ابو حنیفہ نی ایسی وقت مین اگر
شراب کو حلال فرمایا تو خدا ہی کی اشارون پر چلی کچہہ خدا کی مخالفت تو نہین کی جو اسقدر رنج
وملال ہی مگر ہان شاید حضرات روافض کو خود جناب احکم الحاکمین ہی پر اعتراض ہو اور نہین
تب اب کرینگی خیر اگر یہہ ہی تو ہمین ہی شکایت نہین اور جواب کی کچہہ حاجت نہین فقط اسوقت
یہہ ایک شعر کافی ہے ؎ شادم کہ از رقیبان دامن کشان گذشتی ٭ گو مشت خاک ما ہم برباد
رفتہ باشد ٭ بایں ہمہ امام ہمام نے بوقت مذکور اگر کہا ہی تو حلال ہی کہان ہی فرض واجب سنت مستحب

تو نہین کہا جایز ہی فرمایا ہی مستوجب حصول درجات ائمہ اطہر و سید ابرار صلی اللہ علیہ وعلی
آلہ اجمعین تو نہین فرمایا متعہ کی ہمابر کر دیتی تو جای اعتراض تہی کہ ایسی ناپاک چیز کو ایسی پاک کلم
کی برابر کر دیا فقط جواد پر اسقدر ترشرو ہونا مناسب نہین رہی امام شافعی اونہون نی اگر اولاد
از زنا کا نکاح جایز فرمایا تو بایں نظر فرمایا کہ زنا سی نسب ثابت نہین ہوتا چنانچہ میراث کا نہ ملنا اسکی
دلیل ہی پہر جو حرمت نسب و مصاہرہ ثابت کیون ہو گی اور مین جانتا ہون انہون نی کچہ بیجا
نہین کہا قطع نظر اسکی کہ نسب جیسی نعمت جسکی نعمت ہونی پر ادہر اپنا وجدان ادہر دوسری آیتہ
قران واقعہ سورہ فرقان وہو الذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا وصہرا دو شاہد عدل گواہ
ہین ایسی فعل قبیح سی جیسی زنا ہتی ہین کیونکر ثابت ہو ورنہ زنا ہی منجملہ انعامات ہو محرمات ہو
متعہ کو دیکہا کہ باوجود کثرت فضائل و وفور محامد و علت ثواب ثبت نسب نہین چنانچہ اولاد متعہ
کو میراث نہین پہونچتی پہر جب شیعونکی نزدیک متعہ ثبت نسب نہ امام شافعی اُسپر قیاس کر کی
زنا کو ثبت نسبت نہ سمجہین تو خفا ہونیکی بات نہین شیعونکو تو آفرین و تحسین کرنی چاہئی ہان یہ
شکایت ہو تو بجا ہی کہ زنا متعہ کی ساتہہ زناء مشہور کی اتنی برابری مین ہی بی ادبی ہے زناء متعہ
کجا زناء مشہور کجا پہر زناء معلوم کو ایسی زنا کی سات جو عبادت ہو اتنا بہی مشابہ نرکہنا چاہئی مگر یہہ
شکایت اور یہہ اعتراض ہی تو اہل سنت کی پاس اسکا جواب نہین اور ہی تو یہہ ہی جواب جاہلان باشد
خموشی لیکن شیعہ انصاف کرین تو جای شکایت نہین ہان زناء معلوم کو فضائل مین زناء متعہ کی
برابر کر دیتی تو بیجا تہا اب کیا ہی زمین آسمان کا فرق باقی ہی اور ان سب باتونکو جانی دیجی امام
ابو حنیفہ اور امام شافعی سُنیون کی نزدیک شیعونکی سی امام نہین جو اونکی غلطی سی سنیونکا کوئی رکن
مذہب ڈہجای علاوہ برین مسائل مذکور کچہہ اصول احکام مذہب اہل سنت او مسائل متفق علیہ
مین سی نہین پہر انکی حلت حرمت ہی ایسی زبان زد عام خاص نہین ہان ائمہ شیعہ کی روایت سی
ثابت جنکی طرف بطور شیعہ احتمال خطا ممکن نہین پہر مسائل متفق علیہا اور اصول مذہب بین تر
اگر کوئی اس مسئلہ کو نمانی تو شیعہ ہی نہین تیسرا اوسکا حال اور اُسکی حلت ایسی واضح کہ کسی پر مخفی
نہین اب لازم یون ہی کہ ہمارے اس اعتراض کا جواب دیجی ورنہ یہ شرط انصاف نہین کہ دوسرونپر
تقاضا اور اپنی آپ آئین خائین بتلائین باقی فروع کو بہی اسی پر قیاس کیجی تو قیاس کن زگلستان من

من بہار مرا۔ رہی اصول سو اصول کو کچہہ نہ پوچہئی ائمہ کو انکی اعتقاد کی موافق علم ازل وابد اور اپنی
موت حیات کا اختیار جسکی بطلان پر بیسیون آیتین کلام اللہ کی گواہ زیادہ کی فرصت نہین ایک ایک آیتہ
دونون کی بطلان کی لئی پیش کش ہی اول کو تو قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ وما یشعرون
ایان یبعثون جو سورہ نمل مین واقع ہی اور دوسری مسئلہ کی ابطال کو تو اذا جاء اجلہم لا یستاخرون
ساعۃ ولا یستقدمون جو کئی جا لفظ ہا کی تقدیم تاخیر کی ساتہہ واقع ہی سواء اسکی اور کچہہ حاجت نہین مشتی
نمونہ خروار ی ہان اگر اسبات کا اعتبار نہو کہ شیعہ کا یہ مذہب اور یہہ اعتقاد ہی یا نہین تو کلینی کو ملاحظہ
فرمائین اور پہر یہ فرمائی کہ بیٹہو تو ذرا اسی مخالفت کلام اللہ پر اتنی طعنی پہر وہ مخالف ہی موافق مصرع مومن ہین
الزام اونکو دیتا تہا قصور اپنا نکل آیا ٭ اپنی ہی قصور فہم سی مخالفت معلوم ہوتی ہی اور اپنی خبر نہین لیتی
کہ اصول سی فروع تک جتنی مسئلی ہین سبکی سب کلام اللہ کی مخالف اور پہر مخالفت ہی کیسی کچہہ الٰہی
پناہ موافقت کی لئی دوسرا ہی کلام اللہ چاہئی اس کلام کی موافقت تو معلوم واللہ اعلم ٭
جواب سوال پنجم اس سوال کا جواب کیا لکہئی جیسی اپنی مذہب اور اہل مذہب کی دردمندی
باعث تحریر جواب ہی ایسی ہی حضرات شیعہ کی خوش فہمی پر افسوس موجب پیچ وتاب ہی علماء شیعہ کو اگر
اعتراض کرنا نہین آتا تہا تو اہل سنتہ ہی سی سیکہہ لیتی جہان کلام اللہ کا استاد بنایا تہا کیونکہ اگر وہ
نہوتی تو پہر کلام اللہ ہی جہان مین نہوتا فہم مطالب مین ہی انہین کی جوتیان سیدہی کرتی تہی
دلیل کیا ہی مدلول کیا ہی کجا خانہ کعبہ اور خلفاء عباسیہ کی سیہ پوشی کجا حضرت سید الشہداء کی ماتم
کی سیہ پوشی۔ غم مین اور فرحت مین ہے فرق زمین وآسمان ٭ کہولکر آنکہین تو دیکہو وہ کہان او
یہہ کہان ٭ اجی حضرت کچہہ انصاف فرمائی خانہ کعبہ پر نوحہ کرنیوالونکو کیونکر قیاس کرین وہ خدا
کا گہر یہ خدا سی بیخبر اگر خدا یاد ہوتا تو یہ گریہ وزاری اور یہ نوحہ وبیقراری نہوتی خدا تو فرمائے
واصبروا ان اللہ مع الصبرین یہان اولٹی رونی دہوتی سی کار خدا تو فرمای ان اللہ یحب الصٰبرین
یہان اور برعکس دونی زار زار اجی صاحب حضرت سید الشہداء کی صدمات سی صدمہ ہی تو صبر
کبہی خدا کی اطاعت کو ہاتہہ سی نہ دیجئی اور رنج وصدمہ نہین اور یہی سچ ہی تو دونون کی نیلجی اور کالی کپڑون
اور جہوٹی آنسونسی دعوی محبت نکیجی اگر یہی دین وآئین ہی تو منافقین زمانہ نبوی بدرجہ اولی دیندار
اور مستحق کرامت پروردگار ہونگی آپ اگر اظہار محبت سید الشہداء کرتی ہین تو وہ اظہار محبت سید الانبیا

صلی اللہ علیہ وسلم کرتی تہی اونکی اگر جی تہی تو محبت تو آپ کی ہی جی بین نہین باقی رہا سوز خوانی اور
تصویر واقعہ کربلا سی اگر رونا آتا ہی تو اسمین آپ ہی کا کیا کمال ہوا مجوس ہنود نصاری یہود بہی
اگر اس کیفیت کو سنین تو ردا دہین کیفیات مصائب کو سنکر تو اجنبیونکو بہی رونا آجاتا ہی اسکو محبت
نہین کہتی چنانچہ ظاہر ہی اور اسی ہی جانی دیجی اگر یہی قیاس ہی تو کل کو بوجہ مقبولیت غم امام علیہ
السلام سیہ پوشان محرم الحرام دعوی مسجودیت کرینگی وہی خانہ کعبہ جسکی سیہ پوشی دستاویز سیہ پوشی
محرم ہی قبلہ نماز اور مطاف عشاق جانگداز ہی جب سیہ پوشی وہانسی اوڑ ا ئی تو قبلہ و کعبہ مجتہد العصر
نو برا ئی تام ہی قبلہ و کعبہ مین پر نوحہ کنان و سیہ پوشان محرم واقعی قبلہ و کعبہ نہین گی اور حضرت
قبلہ و کعبہ مجتہد العصر ہی ناچار انکی جانب جہکین گر آخر ہم سنتی ہین کہ حضرت مجتہد العصر دربارہ سیہ پوشی
وسینہ زنی و تعزیہ داری و مرثیہ اتنا اہتمام اور ان امور خیر مین جو مشعر محبت ہین مثل عوام کو
واجتہاد نہین فرماتی علی ہذا القیاس مجتہدان گذشتہ کا حال ہی ایسا ہی سنتی چلی آتی ہین بالجملہ قیاس
کرینکو کوئی مشابہ ہی چاہئی لباس خانہ کعبہ پہ لباس نوحہ گران بی صبر کو قیاس کرنا چاہی وہ اور
قسم کی چیز مظہران غم اور قسم باینہمہ ایک قسم مین بہی ایک حال کا لحاظ ضرور ہی بیمار کو صحیح تندرستون
پر قیاس کریکے بد پرہیزیکی چیزین نکہلانی چاہئین اگرچہ دونون ایک ہی قسم کی چیز ہین سو جیسے صحیح
تندرستونکو پلاؤ زردہ قیر مال باقر خانی عمدہ غذا کہانی مین کچہہ حرج نہین اور بیمار کہائی تو خیر نہین
ایسی ہی خانہ کعبہ کی لئی سیہ پوشی جائز ہوا ور نوحہ گرون کی لئی جائز نہو تو کیا مضائقہ ہی ہان اگر سیہ پوشی
دین کی ستم میں ایسی ہوتی جیسی زہر قاتل بنی آدم کی لئی کہ نہ صحیح تندرست کو کہانا چاہئی نہ بیمار
کو تو اسوقت اس اعتراض کا موقع تہا ہم بہی کہتی کہ چیز اصل سی بری ہو وہ سب کیلئے بری ہی اور
سب جا پر بری ہی مگر لباس سیاہ کیسکی نزدیک کسی مذہب مین اصل سی برا نہین جو یون کہئی کہ خانہ کعبہ
کی لئی بہی برا ہی اور خلفاء عباسیہ کی لئی بہی برا ہی اسمین اگر برائی ہی تو اوسی وجہ سی برائی ہی جو درباب مرثیہ
خوانی جواب سوال اول مین مرقوم ہو چکی اعنی بایںوجہ کہ یہ کام شیعونکی نزدیک اون کاموں میں
سی ہی جنپر ثواب کی امید ہی پہر باینہمہ نہ کلام اللہ مین اسکا پتہ نہ حدیث شریف مین اس کا
نشان کلام اللہ کا حال تو ظاہر ہی بلکہ کلام اللہ مین اگر ہی تو صبر کی تاکید ہی نہ یہہ کہ جزع فزع
کیا کرو نفاق کی ممانعت ہی نہ یہ کہ غم کی صورت بنا کر سبکو جتلایا کرو چنانچہ اوپر مذکور ہو چکا

رہی احادیث نبوی کلام اللہ ہے کی موافق اور کیون نہون موافق آیۃ شریفہ ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیٔ جسکے
یہ معنی ہین کہ اوتارے ہمنے تجہپر کتاب جسمین سب چیز کا بیان ہے یون معلوم ہوتا ہی کہ احادیث مین بجز تفصیل اجمال کلام
اللہ و شرح مشکلات قرآنی اور کچہہ نہوگا ورنہ احادیث مین سوا کلام اللہ اگر اور بہی ایسے احکام ہون جنکا کلام اللہ
مین صراحتاً ذکر ہو نہ اشارۃً تو پہر اسکی کیا صورت ہوگی کہ کلام اللہ مین سب چیز کا بیان ہے سو باین نظر کہ
کلام اللہ مین جا بجا صاف صریح تاکیدین ورنفاقکی ممانعتین ہین اور اس قسم کی خرافات کا اصلا ذکر نہین جو حضرات شیعہ
محرم عزیز محرم مین کیا کرتے ہین تو اہل فہم کو یقین ہوگیا ہوگا کہ احادیث مین جو ہوگا وہ اسکی موافق ہوگا مخالف نہوگا اس
صورت مین اس قسم کی واہیات موافق آیۃ مسطورہ اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء
سب ممنوع ہونگی اور پہر موافق آیۃ ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ہم الظالمون ان کاموںکی کرنیوالی داخل
زمرۂ ظالمان ہونگی ہان اگر مثل خلفاء عباسیہ اور لباس خانہ کعبہ سیہ پوشی موجب ثواب سمجہتے جیسی بہت سے اہل
شوق سیاہ سبز زرد وغیرہ الوان کے کپڑے پہنتے ہین اور کچہہ موجب ثواب نہین سمجہتی تو یہہ کام
ممنوع نہوتا بالجملہ موافق آیات مذکورہ اور نیز موافق حدیث مشہور ومذکور من احدث فی امرنا ہذا
مالیس منہ فہو رد اور نیز موافق حدیث کل بدعۃ ضلالۃ جو باتین کلام اللہ حدیث سے
ثابت نہون پہر ان کو بے ضرورت شرعیہ ثواب سمجہکر کرے تو وہ باتین سب منجملہ بدعات
ہون گی باقی وہ کیا چیزین ہین جو بوجہ ضرورت شرعیہ باوجودیکہ کلام اللہ حدیث
مین نہین ہوئے موجب ثواب ہوتی ہین تفصیل تو انکی ممکن نہین ہان کوئی ایک نظیر
مد نظر ہو تو بغور سنیے کہ منجملہ انکی توپ بندوق وغیرہ سے جہاد کا کرنا دین کی کتابو
تصنیف کرنا ہی یعنی یہ چیزین ہر چند کتاب اللہ اور سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت
نہین مگر انکی مثال ایسی ہے جیسے طبیب نسخہ مین دو تولہ شربت بنفشہ مثلاً لکہی اور بیمار کسی
سے شربت بنفشہ کی ترکیب دریافت کرکے دوائین جمع کرے مٹہائی لائی چولہا بنائی آگ جلائی
قوام پکائے شربت بنفشہ بنائی ہر چند اتنی بکہیڑے کی نسبت نسخہ مین تصریح
نہتی مگر باین نظر کہ شربت بنفشہ بی اس بکہیڑے کی حاصل نہین ہو سکتا
لاچار کرنا پڑیگا اور اس بکہیڑے کا کرنا امتثال امر طبیب سمجہا جائیگا موجب
خوشنودی طلب ہوگا۔

سو جیسی طبیب نے نسخہ مین فقط دو تولہ شربت بنفشہ ہی لکہا تہا اور اس جہگڑ یکا اصلا مذکور نتہا اور پہر بالہمہ اسکا کرنا موجب ناخوشی نہین بلکہ اگر شربت بنفشہ تیار نملی تو اس جہگڑ یکا نکرنا البتہ سبب ناخوشی ہوگا ایسا ہی تصنیف کتب اور آلات مذکور کی ہر چند کتاب اللہ اور احادیث نبوی مین کہین تصریح نہین پر باین نظر کہ جہاد اور علم اس زمانہ مین دونون پر موقوف ہین تو انکا کرنا موجب ناخوشی نہوگا بلکہ نکرنا موجب نارضامندی خداوند ذوالجلال اور رسول باکمال صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا ہان اگر ایسی کمی بیشی ہو جیسی طبیب نے دو دوائین لکہین تہین یہ اسمین اپنی رائی سی ایک دو بڑہادی یا گہٹادی یا اوزان ادویہ مین اپنی رائی سی کمی بیشی کر دی جیسے طبیب اس قسم کی تصرفات سے ناخوش ہوتا ہے خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہی ایسی تصرفات سے ناخوش ہونگے انکی مثال ایسی ہے جیسے فرایض خمسہ کو چار کر دیجئے یا چہ کر لیجئے یا اعداد رکعات مین تصرف کرکے دخل دیجئے مگر چونکہ معمولات شیعہ کا نہ کلام اللہ حدیث مین کہین پتا ہی نہ کوئی حکم احکام ضروریہ شرعیہ مین سے اُس پر موقوف بلکہ معمولات مذکورہ کے باعث صبر جو احکام ضروریہ شرعیہ مین سی ہے ہاتہہ سی جاتا رہتا ہے تو لاریب حسب ہدایت مثال مذکور سب موجب ناخوشی خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونگے اب سنیے کہ جیسی کلام اللہ اور احادیث اہل سنت مین ان معمولات کا کہین پتا نہین احادیث اہل تشیع بہی اُن کے بیان سے خالی ہین اسلئے علماء شیعہ جو متقی ہی ہوتی ہین ایسی باتون سی احتراز ہی کرتے ہین اور اگر فرض کیجئے احادیث شیعہ مین کہین اس قسم کا مذکور بہی ہو تو قطع نظر اس سے کہ شیعون کے نزدیک وہ حدیثین معتبر ہی ہین یا نہین اُن حدیثون مین ہونا اہل سنت کی اعتراض کا دافع نہین ہو سکتا شیعون کی معتبر حدیثون کو بہی اہل سنتہ معتبر نہین سمجہتی جو ان مین ہونا اُن کے لئے حجت ہو ہان اگر حضرت سائل سیہ پوشی خانہ کعبہ اور سیہ پوشی خلفاء عباسیہ پر قیاس فرما کر اہل سنتہ پر الزام نرکہتی اور قصد اثبات سیہ پوشی قواعد اہل سنتہ سی نکرتے تو خیر یہی کہتی کہ وہ جانو اور انکا کام جانو مگر ستم تو یہ ہے کہ بوجہ اہل سنتہ سی حجتین کرتی ہین مصرع مشہور ہے لڑتی ہین اور ہاتہہ مین تلوار بہی نہین ؛ اب گذارش دیگر یہہ ہے کہ لباس خلفاء عباسیہ اگر بوجہ ماتم داری حضرت سید الشہداء تہا علی ہذا القیاس استار خانہ کعبہ بغرض مذکور سیاہ مقرر ہوا ہے تب تو خلفاء عباسیہ کی دادیجی اور اہل سنتہ کی فریاد

فریاد نکیجئ اور اگر بوجہ عزا داری حضرت سید الشہداء علیہ السلام نہین بلکہ بوجہ زیب و زینت و آرایش ہی تو آپ کو کیا زیبا ہی کہ ایسے غم مین یہہ خوشی پہر وہ ہی باقتداء خلفاء عباسیہ جس سے آئیہ اہل بیت نے کیا کیا بیخ اوٹہای اور کیا کیا داغ کہای اور کوئی اور وجہ ہی تو پہلی اسکی تعیین فرمائی پہر قیاس دوڑای مگر دلمین تو آپ ہی جانتی ہین کہ یہ لباس خلفاء عباسیہ نے بوجہ آرایش اختیار کیا تہا کوئی صدمہ باعث سیہ پوشی نہین ہوا علی ہذا القیاس خانہ کعبہ کا غلاف کسی تعزیہ مین سیاہ نہین ہو گیا آرایش خانہ معظمہ مقصود ہی کوئی تعزیت مقصود نہین سو حضرات شیعہ کو بہی اس واقعہ پر اظہار سرور مدنظر ہوگا جو لباس زینت اختیار کیا اور شاید کیون کہی یقینی کہی تاشہ مرفا دہول نفیری روشنی گانا بجانا کونسی بات شادی کی چہوڑدی فقط ایک آنکہونکو تہوک لگا کر زور سی چلانا اور سینہ پر ہاتہہ مار کر محفل کو سر پر اوٹہانا غم مین شمار کر لیجیی یا بہانڈون کا تماشا قرار دیلیجی مگر غم کا کوئی سامان ہی نہین ہی تو شادی کا سامان ہی سو جیسی بوجہ شہادت سامان عیش و نشاط وقت شادی بہانڈونکی کسی مصیبت کی نقل مین چیخنی کو غم پر کوئی محمول نہین کرتا یہان بہی وہی سارا سامان موجود ہی غم سمجہئے شادی شیعہ سمجہو اور کیونکر نہ سمجہئے شیعونکی اصل کو ٹٹولئی تو انکی پیشوا وہی ہین جنہون نے اول حضرت سید الشہدا علیہ السلام کو بلایا پہر دغا دیکر عبید اللہ بن زیاد کی ساتہہ ہو کر حضرت کو قتل کروایا سو انکو اور انکی امت کو خوشی نہو گی تو اور کیا ہوگا اور اسی ہی ایکطرف رکہئی ہم پوچہتی ہین حضرت سید الشہداء کا اظہار غم ہی چاہئی مثل اہل سنت صبر کرکے اس غم مین دلکو نہ جلائی پر یہہ تو بتا ہئی کہ یہ قاعدہ اظہار غم کا کہان سی اوڑا یا اللہ تعالی نی مثل قواعد دین اسکی لئی کوئی قاعدہ نہین بنایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم نہین فرمایا بجز اسکی کہ نصاری سی یہ بات اوڑالی ہو اور کچہہ سمجہہ مین نہین آتا نصرانیون مین اظہار غم کرلئی اس قسم کی احکام صادر ہوی ہین مگر اہل دانش جانتی ہونگی کہ میور صاحب کی ماری جانے مین جو حکم سیہ پوشی ہر عام خاص کو ہوا تہا تو اون کے دلمین اسبات سی غم نہین گہس گیا تہا بلکہ فقط ایک تعلق تہا خیر یہہ تو بہی جانتی ہین کہ ان باتونسی دل مین غم نہین آجاتا پہر اسکی ساتہہ یہہ بہی معلوم ہو گیا کہ وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا تہا کہ مثل حضرت عیسی

علیہ وعلی نبیا الصلوۃ والسلام ایک قوم تمہاری محبت مین ہلاک ہوگی اور ایک قوم تمہاری عداوت مین روافض وخوارج
نے سچ کر دکھایا یعنی اگر خوارج نے درباره عداوت حضرت امیر علیہ السلام یہود کے پیروی اختیار کی تہی حضرات شیعہ
دربارہ افراط محبت نصارےٰ کی قدم بقدم چلے نصیریہ نے تو صاف صاف حضرت امیر کی خدائی کا اقرار
کیا اور اثنا عشریہ نے گو اسطرح بے پردہ اقرار نکیا پر بوجہ اثبات علم غیب وغیرہ پردہ مین خدائیکا اقرار
کیا کیونکہ علم غیب بشہادت کلام اللہ چنانچہ مذکور ہو چکا خدائی کو ایسی طرح لازم ہین جیسی افتاب کو دہوپ
سو جیسی دہوپ سوا آفتاب اور کسی چیز مین نہین ایسی ہی علم غیب سوا خداوند علیم کسی اور مین نسمجہنا چاہئیے
اور کوئی سمجہی تو یون سمجہو کہ یہہ شخص اسکو خدا سمجہتا ہے نصرانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سولی پر چڑہنے
کو اپنی گناہونکی لئے کفارہ سمجہتے ہین حضرات شیعہ حضرت سید الشہدا کے خون کا خون بہا شیعونکی مغفرت
خیال کرتی ہین اونکے یہا نحضرت مسیح کی حاضری ہوتی ہے جسمین نان وشراب کو بلفظ گوشت وخون
مسیح علیہ السلام تعبیر کر کے نوش کرتی ہین یہان باحتمال اختلاط خون سید الشہدا خاک کربلا کو پانی شربت
مین گہولکر حضرت کا خون پیتے ہین اور کیون نہ پئین حضرتکے خون کے پیاسے ہین علیٰ ہذا القیاس اور
چال ڈہال کو خیال کیجئے تو بالکل وہی نسبت ہے جو کہا کرتے ہین سگ زرد برادر شغال فرصت نہین ورنہ
ہین ہی تفصیل کر دیتا ایک اظہار غم کی لئی سیہ پوشی رہ گئی تہی سو وہ بہی امام ہمام علیہ السلام کے غم
کی بہانہ کر دکہائی باایہمہ یہ فرمائی امام جلال الدین پر یہہ اعتراض تو کیا پر نشان کتاب کیون نہ بتایا
مصرعہ۔ انکار ہے صاف اس ترے اقرار سے ظاہر اور ہم کہتی ہین کہ جلال الدین سیوطی نے خلفاء عباسیہ کے
لئی فتوی سیہ پوشی ہی دیا پر یہہ فرمائیے شق سیہ پوشی محرم موجب ثواب تو نہین فرمایا جو آپکو گنجایش قیاس ہو اسکی
سوا اپنی جو بہاگتے ہوی اور ایک پشتنگ مارا اور یہ فرمایا کہ جلال الدین سیوطی نے خلفاء عباسیہ کو اولی
الامر قرار دیا اسکی کیا حاجت تہی اگر باعتبار اختیار ظاہر لیتے ہو تو اسمین تو کچہہ کلام ہی نہین
آپ ہی جانتے ہین کہ وہ خلیفہ تہے اپنے سوال ہی مین اُنکو بلقب خلفاء عباسیہ یاد
کیا ہے پہر امام جلال الدین نے اگر اونکو اولی الامر کہدیا تو کیا گناہ ہے
اور اگر باعتبار وجوہ استحقاق لیجئے یعنی قرشیت صلاحیت تقوے
وغیرہ جنکے فراہمی سے خلیفہ۔

وقت خلیفہ راشد کہلاتا ہے تو اسکو آپ بہی جانتے ہین کہ اہل سنت وجماعت مین
سے کوئی بہی اونکو خلیفہ راشد نہین کہتا بلکہ اکثر ونکو ملوک جبارین سے سمجہتے ہین خلفاء
راشدین پورے پورے تو اونکے نزدیک پانچ ہی ہین چار یار اور ایک امام حسن رضی اللہ
عنہم مگر انکی خلیفہ راشد ہونے اور اور ونکے نہونیکی یہ معنے نہین کہ اور سب ظالم ہی تہے
اسکی ایسی مثال ہے جیسے شیعہ کہتے ہین کہ ولی حضرت امیر ہی ہین مگر اسکے یہہ
معنے نہین کہ گیارہ امام باقی نعوذ باللہ گنہگار ہین رہا خلفاء عباسیہ کا مصداق اطیعوا اللہ
واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کا مصداق ہوکر واجب الاطاعت ہونا سو اسکا
جواب یہی کہ اہل سنت کے نزدیک خلیفہ کا مقرر کرنا باین غرض ہے کہ وہ امر بالمعروف اور
نہی عن المنکر کیا کرے یعنی ضروریات دین کو جاری کرے اور بدعات اور سئیات اور کفریات
کو مٹاوے چنانچہ لفظ اولی الامر بہی اسپر دلالت کرتا ہے سو اگر وہ اقامت دین قایم کرے
تب اوسکی اطاعت کرے ورنہ گناہ کی مقدمہ مین کسیکی اطاعت نہین بالجملہ جب وہ کار
مذکور نکرے تب وہ اولی الامر ہی نہین اگر بالکل برعکس کرتا ہے تو بالکل نہین اور
اگر کسیقدر اقامت دین بہی کرتا ہے تو اوسیقدر وہ اولی الامر بہی ہے اوتنی ہی بات مین اوسکے اطاعت واجب باقی رہی یہ بات کہ اگر وہ اقامت
دین نکرے تو کیا کیجے اگر صبر وتحمل اپنی اندر نطرآئی تو مثل سید الشہدا علیہ السلام جان پر کہیل جاے ورنہ مثل دیگر ائمہ صبر کریے اور جیون چرا نکرے اسکی بعد کچہہ
ارشاد ہے اوسکی تشبیہ مین حیران ہون بواسیر خر کہئے یا گوز شتر لکہئے بہرحال اسمین تو آپنے اوسی
عمر کا کام کیا ہے جو آپ گوز مار کر اور دنکی ذمہ لگایا کرتے تہی خیر اس سے تو شاید آپ برا مانین
گو برا ماننے کا موقع نہین ہدایت آپکی طرف سے ہے اور یہہ سنا ہی ہوگا کلوخ
انداز را پاداشش سنگ است ❊ مگر پہر ہم درگذرتے ہین اور دوسرا
شعر آپ کے مجرا مین نظر کرتے ہین کار زلف تست مشک افشانی اما
عاشقان ـ مصلحت را تہمتی بر آہوے چین بستہ اند ـ مخدوم من ایسے کیون
بہولے بنگئے لف حریر کے مسلے کی شہرت تو شرق سے غرب تک پہونچ گئی
سنیو نے تو جب چہیڑا اوٹہائی تہی جب مذہب شیعہ پر تبرا کر لیتی اور ہمارے طرف بہیٹہ
باد سنلیتے مگر آپ نے کچہہ تو خدا کا خوف کیا ہوتا حضور +

مرنا ہی ہے اس طوفان بے تمیزی سے بچہین ہی دیکہنی مین ہمین پر تہمت لگائین پہر ہمین ہی
آنکہین ملائین چہ دلاور ست دزدی کہ بکف چراغ دارد ؀ بحر الرائق مثل کتب شیعہ نادر
الوجود نہین کہین اول سی آخر تک اگر یہہ بات نکل آئی کہ اس قسم کے افعال جایز نہین تو
ہم آپکو سلام کرین ہان اہل فقہ ہر قسم کی احتمالات لکہکر اونکے احکام لکہدیا کرتی ہین مثلاً
شیعونکے یہان روزہ مین اگر کوئی شخص اپنی ماکا بوسہ لیلی تو اُسکی ذمہ کفارہ نہین آتا یا بیٹی
سے زنا کرلی اور حضرات ائمہ سی اعتقاد باقی رہے تو کافر نہین ہو جاتا سو جیسے اس سی یہہ لازم
نہین آتا کہ بیٹی سے زنا اور ماکا بوسہ لینا جایز ہے ایسی ہی اگر کسی سنّی نے ایسے ہی کوئی بات
لکہدی تو اُس سی اس کا جواز ثابت نہین ہوتا اہل سنت وجماعت اور شیعہ مین یہ بات
متفق علیہ ہی کہ روزہ نرکہنا ناقص نماز نہین اور نماز کا نہ پڑہنا ناقص صوم نہین مگر اہل فہم
کے نزدیک اسکے یہ معنے نہین کہ روزہ کا نرکہنا اور نماز کا نہ پڑہنا جایز ہے ہان شیعون کے
فہم مین اگر ایسی عبارات سے ایسی معنی سمجہہ مین آجائین تو کیا بعید ہے نہین اللہ نے
فہم نہین دیا مگر او نہین فہم نہین تو ہماری ہی اونسے کلام نہین اہل فہم ہی کلام ہی بالجملہ
حضرات شیعہ کے قدیمی عادت ہی کہ اپنا عیب دوسرون کے ذمہ لگاتی ہین ؀ خطا کہ کرد ومسزا
میدہی کرا جاتان ؀ یہ مزید فہم وفراست شاید اغلام زنان ہی میسر آیا ہی جبہی اس فہم مین
ساری جہان سی ممتاز ہین ؀ چیز اور سبکی یہان حرام ہی ہان حضرات شیعہ البتہ اس
دولت بے زوال سی کامیاب ہین یہہ عقل اور یہہ مضامین وہین سی نکالی ہون گو تفصیل
اس اجمال کی یہہ ہی کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر اس زمانہ تک جتنی انبیاء
گذری ہین ان کے دین مین یہہ بات کبہی جایز نہین ہوتی جو لوگ پابند دین نہین اپنی
کسی آئین کی پابند ہین انہین سی کسی نے آجتک یہہ بات تجویز نہین فرمائی ہان علماء شیعہ
نے زن منکوحہ اور باندی سی اغلام کرنا حلال طیب رکہا ہی چنانچہ ارشاد مین علامہ حلی
ارشاد فرماتی ہین والوطی فی الدبر کالوطی فی القبل فی جمیع الاحکام حتی فی تعلق النسب جسکی
یہہ معنے ہین کہ اغلام کلام اللہ مین تصریح مذکور ہی نساءکم حرث لکم جسکے کہلی ہوی یہی
معنی ہین کہ تمہارے عورتین تمہارے لئی کہیت ہین اور سب جانتے ہین کہ کہیت بغرض

زراعت ہوتا ہے سو وہ زراعت جو اس کہیت سی مقصود ہے اور وہ پیداوار جو اس زمین
مین ہوتی ہے یہی اولاد ہے جو بطریق معہود یہی عورت کی مباشرت سے متصور ہے اغلام
سے متصور نہین ہان کوئی افسون یا طلسم حضرات شیعہ کی پاس شاید ایسا ہو مثل بازی گرونکی
کہین ڈالین اور کہین سے نکالین **شعر** نہین ہین خون سے مژگان تر یہ خار دلنشین نکلے
جنون یہ نیشتر کیسی کہین ڈوبے کہین نکلے ٭ قربان جائیے اس مذہب کے جس مین دُنیا
مین یہہ عیش ونشاط اور آخرت مین وہ درجات اور یہی کچھہ نہو تو اس مذہب کی افضیلت
کے لئے متعہ کے فضائل اور حرمون اور امہات الاولاد کی بغرض صحبت واغلام عاریت
دینی کے ثواب اور درجات اور اغلام کا جواز ہی کافی ہے سبحان اللہ اہل سنت پر آوازہ
پہینکتے ہین اور اپنے آپکو نہین دیکھتے ہان مگر یون کہئے کہ اس اسرار کی برکات کی اہل سنت
کو خبر نہین **شعر** ما در پیالہ عکس رُخ یار دیدہ ایم ٭ اے بیخبر ز لذت شراب مدام ما ٭ اب
فرمایئے کہ لذت کی باتون کو خدا و رسول کی نام پر لگا کر شیعون نے دین آئین بنا رکہا ہے
یا اہل سُنت نے اب لازم یون ہے کہ بس کیجئے مگر یون عرض کر دیجے کہ ایسی باتون کا سنا
شیوہ نہین پر موافق جزاء سیئة سیئة مثلہا کی ہمکو بہی دوسرے مین جواب دینا پڑا سبحانک
اللہم وبحمدک اشہد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک اور صحبت معہود کی احکام
سارے ایک ہین یہانتک کہ مثبت نسب بہی ہے کیا مزے کی بات ہے کتاب سے اغلام
کیا جائز تہا ہی وہ کیا افسون ہو گا جس سے بچہ ہی ڈُبر کے راہ سے آجاے بہر حال حضرات
شیعہ کی مذہب مین بڑا لطف ہے کہ متعہ تہا ہی اغلام ہی ہے۔

تمت

تقریظ مولوی محمد ناظر حسن صاحب مدرس اول مدرسہ عربی میرٹھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہزار حمد و سپاس اوس خدای لایزال کو جسنے اپنی دین متین کو آیات محکمات سے محکم فرمایا اور کافۂ انام خصوص اہل اسلام کو اون آیات کی اتباع کا حکم فرمایا اور درود نامحدود اوس جناب رسالت مآب پر جسنے گم گشتگان ضلالت کو راہ ہدایت پر چلایا اور اوسکی آل و اصحاب پر جنھون نے اوسکی دین متین کو اطراف بلاد مین پہیلایا **امابعد** جملہ متبعین سنت و جماعت کو مژدہ ہو اور تمام اہل تشیع کو تنبیہ کہ وہی اٹھائیس سوالات جو بعض اہل تشیع نے گھڑکر جناب فاضل اجل عالم باعمل مرجع علما شرع متین مظہر علوم مرسلین کشاف دقایق وضاح حقایق سالک مسالک شریعت عارف معارف طریقت عمدۃ الافاضل والاعاظم جناب مولینا مولوی **محمد قاسم** صاحب نانوتوی مغفور و مرحوم کی خدمت مین پیش کیئے تہے جناب ممدوح نے بسبب اسکے کہ یہ وہی سوالات ہین جنکی علما اہل سنت نے بارہا جواب دیئے ہین فقط اونکا رنگ روپ بدلدیا ہے اپنی اوقات عزیز کو تحریر جوابات مین ضائع کرنے سے انکار فرمایا مگر بعض بزرگواران دین کا تقاضا اور نیز احباب کا اصرار بدرجہ غایت پہونچا تسپر مولینا مرحوم نے قلم سنبہالا نہایت عجلت کے ساتھہ ایک شب دو روز مین اونکے جوابات پورے فرمای **حسب مشورہ** ارباب شوری بغرض تعمیم افادہ اونکے چہپوانیکی تجویز ہوئی اوسکے دو حصہ کیئے گئے اول حصہ مین مولینا مرحوم کے جوابات دندان شکن تحریر ہین علاوہ برین مولوی عبید اللہ صاحب انبہٹوی خلف مولوی انصار علی کے جوابات بہی جو کتب احادیث و قرآن مجید سے لکہی گئی ہین اور اہل نقل کے لیئے باعث تسکین قلب ہین اوسمین بعد جوابات مولینا مرحوم کی لکہی گئی ہین دوسری حصہ مین فقط مولینا مرحوم ہی کی تحریرات ہین محمد سراج صاحب و مولوی ہاشم علی صاحب مالک مطبع کوئی صاحب بلا اجازت اونکے یا مالک مطبع کے نہ طبع فرمادین